بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مصباح الخطباء

حصہ دوئم

مختلف عنوانات پر بیش قیمت

تقاریر کا بے مثال مجموعہ حقائق و دقائق کا انمول خزینہ

مبلغین و مقررین کے لیے ایک نادر تحفہ

مرتبہ

حکیم حافظ عبد الخالق

خوشاب

| | |
|---|---|
| نام کتاب | مصباح الخطباء (جلد دوئم) |
| نام مؤلف | علامہ حکیم عبدالخالق خوشاب۔ |
| کتابت | محمد عمران امر۔ جوہرآباد |
| تاریخ طباعت | 20ء |
| مطبع | یمانی پرنٹرز ۲۵ ہجویری پارک ریتی گن روڈ لاہور۔ |
| ناشر | مکتبۃ البشیر جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب۔ |
| قیمت | |


## ملنے کے پتے


☆ مکتبۃ البشیر جامعہ عربیہ مصباح العلوم (گروٹ روڈ) خوشاب۔
☆ مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی۔
☆ دفتر ماہنامہ نصرۃ توحید جامع مسجد بخاری فیصل گیٹ گجرات۔
☆ ادارہ اشاعت التوحید والسنۃ مسجد شہداء مال روڈ لاہور۔
☆ مکتبہ ایمان پنج پیر ضلع صوابی (صوبہ سرحد)۔
☆ اشاعت اکیڈمی قصہ خوانی بازار پشاور۔
☆ مکتبہ حمادیہ جامعہ اسلامیہ بدر العلوم رحیم یار خان۔
☆ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
☆ مکتبہ حقانیہ جامعہ حقانیہ نزد سوئی گیس دفتر گوجرانوالہ۔
☆ مکتبہ اشاعت الاسلام فیصل آباد۔
☆ مکتبہ حسینیہ جامع مسجد معاویہ فاروق اعظم روڈ سرگودھا۔
☆ محمدی کتب خانہ گڑھا چوک منڈی بہاؤالدین۔
☆ مکتبہ توحید وسنت بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا۔

# آئینہ

# انتساب

انہی کے نام جن کے فیضِ صحبت سے میں اس قابل ہوا

رئیس الموحدین پیر طریقت خطیب اسلام

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہ

(گجرات)

قاطع شرک و بدعت داعی توحید و سنت مجاہد ملت

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ

(راولپنڈی)

شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول

استاذ العلماء حضرت مولانا بشیر احمد صاحب (فاضل دیوبند) نور اللہ مرقدہ

(خوشاب)

## رائے گرامی

شیخ التفسیر والحدیث جامع المعقول والمنقول

## اُستاذ العلماء حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ

مدیر: الجامعۃ المحمدیہ قلعہ دیدار سنگھ (گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن مجید کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جب آپ اپنے مخصوص انداز میں درس قرآن دیتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے علم وحکمت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ عوام وخواص سب ان کے درس سے جی بھر کر استفادہ کرتے تھے۔ آپ اہل حق کی جماعت جمعیت اشاعت التوحید والسنت جو مشن انبیاء کی وارث ہے کے اہم رکن تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فیض یافتہ تھے اور تمام علماء دیوبند کی محبت اور عقیدت ان کے دل میں جاگزیں تھی۔ اسی وجہ سے بندہ بھی ان سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ ان کی وفات کا سن کر صبر نہ ہو سکا اور میں باوجود بیماری کے جنازہ میں شرکت کے لیے چلا گیا۔

ان کے صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبدالخالق صاحب کی تحریر کردہ کتاب (مصباح الخطباء جلد دوم) کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ مولانا نے کافی کتب کے مطالعہ کے بعد یہ دروس اپنے مقام پر دیے ہیں۔ اور پھر انہیں کتابی شکل میں شائع کر کے علماء اور طلباء کے ہاتھ میں مفید معلومات کا ذخیرہ دے دیا ہے۔ اور انہیں تقریر سے پہلے مختلف کتب کے مطالعہ کی زحمت سے بچا لیا ہے۔

کتاب کے ابتدائی خطبات میں مولانا نے عظمت رسول، محبت رسول اور جمال رُخ زیبا کو بیان کر کے محبت مصطفیٰ کے جذبہ کو اجاگر کیا ہے۔ ساتھ ہی منتخب اشعار کا ذکر کر کے خوش الحان واعظین کے لیے اچھا مواد مہیا کر دیا ہے۔ اسی طرح فضائل صحابہؓ بیان کر کے دشمنان صحابہ کا بھی بہتر انداز سے جواب دیا ہے۔ خاص طور پر حضرت سیدنا علیؓ اور دیگر اہل بیت کے فضائل بیان کر کے بعض احمقوں کے اعتراضات کو بھی زائل کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب متعدد وجوہ سے قابل قدر تصنیف وتالیف ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس خدمت اور محنت کو قبول فرمائیں۔ اور انہیں مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

عصمت اللہ خطیب بدھا جامع مسجد مرکزی

قلعہ دیدار سنگھ

# عرض مرتب

مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

والد گرامی شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا بشیر احمد صاحب (فاضل دیوبند) نوراللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات سے مجھے جتنا دھچکا لگا اور دکھ پہنچا وہ بیان سے باہر ہے۔ آج بھی اس صدمہ سے میرے قلب وجگر کے زخم تازہ ہیں اور میں آنسو بہاتے ہوئے یہ چند سطور تحریر کر رہا ہوں۔

زمین کی رونق چلی گئی افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہیں آستیں نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے! کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

آپؒ صرف اشاعت التوحید والسنۃ ہی نہیں بلکہ علاقہ بھر کی تمام صحیح العقیدہ دینی جماعتوں اور قوتوں کے سرپرست اور واحد دنیاوی سہارا تھے۔ یقیناً دین کا کام تو آپؒ کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔ آپؒ کے قائم کردہ ادارے بھی کام کرتے رہیں گے تو حید وسنت کا قافلہ بھی رواں رہے گا مگر آپؒ کی تشنگی سدا محسوس ہوتی رہے گی اور آپؒ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء کبھی پُر نہ ہوگا۔ جامع مسجد حزب اللہ اور جامعہ عربیہ مصباح العلوم کے سر سے یتیمی کا داغ کبھی نہ دھویا جا سکے گا۔

باغ تو باقی ہے باغباں نہ رہا اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر افسوس کہ میر کارواں نہ رہا

آپؒ نے زندگی کے دھوتی سفر میں ہر قسم کی مشکلات کا نہایت پامردی اور جرأت سے مقابلہ کر کے صبر و ثبات اور عزم وعزیمت کا جو درس ہمیں دیا ہے اخلاص للّٰہیت اور جہد مسلسل کا جو نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

ہمارا عزم ہے کہ ہم بھی آپؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین کو اپنا شعار بنائیں گے اور ہر قسم کی قربانی دے کر ہر لحاظ سے آپؒ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

میں جب بھی کوئی چھوٹا بڑا رسالہ لکھتا تو اولاً ان کی خدمت میں پیش کرتا' وہ اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور فرماتے ''واہ۔ واہ'' پھر اسے بالاستیعاب پڑھتے' اصلاح فرماتے' داد تحسین دیتے اور رائے گرامی لکھ کر حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

آج میں انتہائی غم والم سے آپ کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہا ہوں۔ کہ اب میری کم مایہ تحریروں کی اصلاح و درستگی کون کرے گا؟ مفید اور قیمتی مشورے دیکر حوصلہ افزائی کون کرے گا؟ دعائیہ کلمات سے کون نوازے گا؟ رائے گرامی لکھ کر تائید و تصویب کون کریگا؟

بہر حال انتہائی ہمت کر کے میں اپنے وعدے اور حضرت والد مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلی تمناء کے مطابق مصباح الخطباء کی دوسری جلد ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔ جو شان رسالتؐ اور شان خلفاء راشدینؓ کے موضوع پر دیے گئے میرے چند دروس پر مشتمل ہے۔ واضح ہو کہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کا میں نے لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے تشریحی ترجمہ کیا ہے اور حتی الوسع حوالہ جات لکھنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ توحید وسنت سے تعلق رکھنے والے علماء' طلباء اور خطباء اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ علماء کرام سے میری گزارش ہے کہ میری کم علمی اور بے بضاعتی کی بنیاد پر اگر کوئی کمی و کوتاہی محسوس فرمائیں تو اپنی قیمتی رائے سے ضرور مستفید فرمائیں۔ (شکریہ)

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنے فضل و رحمت کے ساتھ شرف قبولیت سے نوازے اور اسے ہم سب کے لیے خصوصاً حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے لیے سرمایہ آخرت بنائے۔ (آمین)

احقر العباد

فقیر عبدالخالق از خوشاب
۳ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ
مطابق ۳۰ جون ۲۰۰۶ء یوم الجمعہ

## ۱:- محبت مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ توبہ) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

گرامی قدر سامعین! ایک سچے مؤمن کے دل میں سب سے زیادہ محبت اپنے خالق اور مالک کی ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مشت خاک کو کتنے انعامات سے نوازا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (بقرہ) کہ ایمان والے تو خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد ایک مؤمن کے دل میں سب سے زیادہ محبت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے اوپر سب سے زیادہ حق انہی کا ہے۔

### ایمان کی جان:

یہ بات آپ جانتے ہیں کہ تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کا دارومدار ایمان پر ہے۔ اگر ایمان نہ ہوتو ہماری نیکیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں ایمان کے ذکر کو مقدم فرما کر یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ اعمال کی روح اور جان ایمان ہے۔ مشرکین مکہ کے نیک اعمال اسی لیے ضائع اور برباد

ہوئے کہ ان کے اندر ایمان کی روح نہیں تھی۔

اگر آپ تحقیق فرمائیں تو پتہ چلے گا کہ ایمان کی بھی ایک روح اور جان ہے۔ اور اس روح اور جان کے بغیر ایمان بیکار ہے اور وہ ''محبت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آپ نے ارشاد فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ کہ تم اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک کہ میں تمہیں تمہارے باپ دادا' اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یعنی میری محبت جب تک تمام محبتوں پر غالب نہ آ جائے تم ایمان دار نہیں بن سکتے۔ گویا آپ کی محبت ایمان کی بھی روح اور جان ہے۔

جس طرح ایمان کے بغیر اعمال صالحہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں اسی طرح آپ کی محبت کے بغیر ایمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ کہ تین چیزیں جس کے اندر آ جائیں اس نے ایمان کا مزہ اور مٹھاس چکھ لی۔ (۱) اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس کے لیے باقی سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔ (۲) وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ کہ کسی آدمی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے کرے۔ (۳) وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِى الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِى النَّارِ (متفق علیہ) کہ ایمان لانے کے بعد کفر کرنا اس کے لیے ایسا ہی مبغوض اور ناپسندیدہ ہو جائے جس طرح آگ میں جل جانا ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان ملتا ہی

اس وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کامل محبت ہو جائے۔

**قرآن گواہ ہے:**

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بڑے واشگاف انداز میں بیان فرمائی ہے اور اپنے پیغمبر ﷺ سے پرزور اعلان کروایا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورۃ توبہ) فرما دیں کہ لوگو! اگر تمہارے ماں باپ اور آباؤ اجداد اور تمہاری اولاد اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ قبیلہ اور مال ومتاع جو تم کماتے ہو اور تمہارا کاروبار جس کے خسارے سے تم ڈرتے رہتے ہو اور تمہارے مکانات اور رہائش گاہیں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ اگر یہ سب چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری اور عزیز ہیں تو پھر میرے عذاب کا انتظار کرو۔

آیت ہذا سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام اور آپؐ سے محبت کی اہمیت واضح ہو رہی ہے کہ خدانخواستہ اگر محبت رسول نہیں ہے تو پھر وہ شخص اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں بلکہ اس کے عذاب کا حق دار ہے۔

**محسن انسانیت:**

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے بعد ہمارے اوپر سب سے زیادہ احسان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ آپ ہی کے ذریعہ ہمیں قرآن ملا۔ ہمیں ایمان ملا۔ آپ ہمارے لیے وسیلہ رشد و ہدایت ہیں۔ آپؐ نہ ہوتے تو یقیناً ہم گمراہی و

ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ہوتے۔ آپ کی آمد سے پہلے انسانیت جہنم کے کنارے پر کھڑی تھی آپ نے آ کر انہیں جنت کا راستہ دکھایا۔

حضور آئے تو سر آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گئی دنیا

بنا بریں آپ کی محبت انتہائی ضروری ہے۔ اگر آپ سے سچی محبت ہو تو یقیناً کامیابی وکامرانی قدم چومے گی۔

**ایک امید افزا واقعہ:**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آ کر سوال کیا "مَتَى السَّاعَةُ" کہ قیامت کب ہے؟

آپ نے اس کے سوال کو ناگوار سمجھا اور ارشاد فرمایا وَیْلَکَ وَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا کہ تو قیامت کے وقوع کے بارے میں تو سوال کر رہا ہے بھلا تو نے اس کے لیے کچھ تیاری بھی کی ہے؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ تجھے اس سوال کی بجائے قیامت کے دن اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے اور اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔ وہ کہنے لگا مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ کہ میں نماز روزہ اور صدقہ کے اعتبار سے تو قیامت کے لیے کوئی خاص تیاری نہیں کر سکا ہاں ایک بات ہے وَ لٰكِنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ کہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت ہے۔

آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا "أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ" کہ جن کے ساتھ تو محبت کرتا ہے یقیناً تجھے ان کی رفاقت ملے گی۔ صحابہ کرامؓ عرض کرتے ہیں کہ آپ کے اس فرمان سے کہ "أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ" ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اتنی کبھی نہ ہوئی تھی۔ حضرت انسؓ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو

بڑے وجد میں آ کر فرماتے فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ وَأَرْجُوْاَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّيْ اِيَّاهُمْ وَاِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ (بخاری) کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ میں ان جیسے اعمال اور نیکیاں تو نہیں کر سکا مگر مجھے امید ہے کہ ان کے ساتھ سچی محبت کی وجہ سے مرا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

**اسباب محبت:**

گرامی قدر سامعین! یہ بات آپ جانتے ہیں کہ محبت کی نہیں جاتی بلکہ محبت ہو جاتی ہے اور محبت ہو جانے کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ کچھ صفات اور خوبیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی کسی سے محبت کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ نے یونہی زبردستی اپنے پیغمبر ﷺ سے محبت کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپؐ کے اندر اسباب محبت بدرجہ اتم رکھ دیے تا کہ فطری طور پر ہر شخص کا میلان اور جھکاؤ آپ کی طرف ہو جائے۔

☆ محبت کا پہلا سبب ''جمال'' یعنی خوبصورتی ہے۔ قدرتی طور پر ایک خوبصورت چیز اپنی طرف دل کھینچ لیتی ہے اور انسان اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا جمال اور خوبصورتی عطاء فرمائی کہ اپنی ساری مخلوقات میں سے اجمل واحسن آپؐ ہی کو بنایا۔

**چاند سے موازنہ:**

چاند کی چودھویں رات تھی آسمان پر پوری آب و تاب کے ساتھ خوبصورت چاند (بدر کامل) چمک رہا تھا۔ روئے زمین کا چپہ چپہ اس کی نورانی

کرنوں سے روشن تھا۔ ایک صحابی حضرت جابرؓ کو خیال آیا کہ آج میں کیوں نہ اس کا موازنہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے رخ انور سے کروں۔ آج میں دیکھوں تو سہی کہ آسمان دنیا کا یہ چاند زیادہ خوبصورت ہے یا والضحیٰ والا چہرہ زیادہ خوبصورت ہے۔

چنانچہ وہ حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا کہ آپ مسجد نبوی کے کچے صحن میں سرخ دھاریوں والی یمنی چادر اپنے اوپر لپیٹے بیٹھے ہیں۔ حضرت جابرؓ نے پوری توجہ کے ساتھ دونوں کا موازنہ کیا۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں کبھی زمین کی طرف۔ بالآخرہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ فَلَهُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ کہ آپؐ کا رخ انور مجھے چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آیا۔

گرامی قدر سامعین! اگر حسن و جمال وجہ محبت بن سکتا ہے تو پھر کیوں نہ آپؐ سے محبت کی جائے۔

☆ محبت کا دوسرا سبب "کمال" ہے۔ یعنی اگر کسی شخص کے اندر کوئی کمال یا کوئی مایہ ناز خوبی پائی جائے تو اسکی وجہ سے بھی دل اس کی طرف مائل ہوتا اور اس سے محبت کرنے کو جی چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر وہ کمالات اور باطنی خوبیاں یکجا کر کے رکھ دیں جو تمام انبیاء کو تقسیم کر کے دی تھیں۔ کمالات علمیہ کمالات عملیہ کمالات اخلاقیہ غرضیکہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجموعہ کمالات بنا دیا۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کیا خوب فرمایا۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

علامہ بوصیریؒ فرماتے ہیں

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ ۔ وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ
وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ ۔ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ
مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ ۔ فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٍ

کہ آپ خلقت اور اخلاق میں تمام انبیاء پر فوقیت لے گئے اور دیگر انبیاء کرامؑ نہ ان کے علم کو پہنچ سکے اور نہ کرم کو۔ گویا سب انبیاء آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں جیسے دریا سے ایک چلو یا بارش سے ایک گھونٹ۔ آپ اپنے کمالات اور خوبیوں میں شراکت سے منزہ اور مبرا ہیں۔ آپ کے اندر جو جوہر حسن ہے وہ ناقابل تقسیم ہے۔

گرامی قدر سامعین! اگر کسی کا کمال وجہ محبت بن سکتا ہے تو پھر آپ سے زیادہ ساری مخلوق میں کوئی باکمال نہیں ہے۔ اس لیے بھی آپ اس بات کے حق دار ہیں کہ آپ سے دلی محبت کی جائے۔

☆ محبت کا تیسرا سبب ''احسان و اتصال'' ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ بھلائی یا احسان کرے تو فطرتی طور پر اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ۔ اسی طرح اگر کسی کے ساتھ قربت، تعلق اور واسطہ رہے تو اس سے بھی لازماً محبت ہو جاتی ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تو محسن انسانیت ہیں۔ اپنی امت کے لیے انتہائی شفیق اور مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات عالی کے اندر امت کے لیے اتنی رأفت و رحمت رکھی تھی کہ امت کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ کا مفہوم یہی ہے۔ یہ شفقت اور رحمت ہی تھی کہ آپ نے معراج کی رات اپنی امت کا احساس کرتے

ہوئے ۹ چکر لگائے اور پچاس نمازوں میں تخفیف کروا کر پانچ پر اکتفاء فرمایا۔

آپ تو ۵۰ نمازوں جیسا عظیم انعام لیکر خوشی خوشی واپس تشریف لا رہے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کا مشورہ دیا۔ آپ نے تعجب فرمایا کہ اتنے قیمتی انعام میں تخفیف کیوں کرواؤں؟ موسیٰ علیہ السلام جوابا ایک ہی جملہ ارشاد فرمایا اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ کہ آپ کی امت ان پچاس نمازوں کا تحمل نہ کر سکے گی اور مفت میں گنہ گاری ہوتی رہے گی۔ چنانچہ اپنی امت کا ذکر سن کر آپ ۹ دفعہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے۔

اسی طرح نماز تراویح کی بات ہے۔ آپ نے رمضان المبارک کے اندر تین دن تک صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد کو با جماعت نماز تراویح پڑھائی مگر چوتھے دن آپ جماعت کے لیے باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ کرامؓ نے درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نماز اللہ تعالیٰ کو انتہائی پسند آئی۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہو۔ رات کا وقت ہو باجماعت نماز ہو اور نماز میں تلاوت قرآن ہو صحابہ کرامؓ جیسی عظیم ہستیاں مقتدی ہوں اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ امام ہوں بھلا وہ نماز اللہ تعالیٰ کو محبوب کیوں نہ ہوگی۔

آپ نے چوتھے دن جماعت نہ کروانے کی وجہ یہ بتائی کہ کہیں اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر یہ نماز فرض نہ کر دے۔ میں اور آپ تو یہ فرض نبھالیں گے۔ ہوسکتا ہے بعد میں آنے والے لوگ اس فرض کو نہ نبھا سکیں اس لیے یہ نماز فرداً فرداً پڑھو۔

گرامی قدر سامعین! اس واقعہ کے اندر بھی اگر غور کیا جائے تو آپ کی اپنی امت کے لیے شفقت و رحمت صاف نظر آ رہی ہے۔ جب آپ ہمارا اتنا احساس فرمائیں تو پھر ہمیں آپ سے سچی محبت کرنی چاہیے۔

اسی طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی مخصوص دعاء اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال کر رکھنا بھی آپ کی رأفت و رحمت کا عظیم ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ہر نبی کو ایک مخصوص دعاء عطاء فرمائی۔ کہ جب بھی تمہارے اوپر کوئی مشکل وقت آئے اس دعاء کا حوالہ دے کر مجھ سے جو مانگو گے میں دے دوں گا۔ یقیناً انبیاء کرامؑ کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں مگر اس خاص دعاء کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دے دی کہ میں یہ ضرور قبول کروں گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ کہ ہر نبیؑ نے دنیا کے اندر اس دعاء کو استعمال کر لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرامؑ نے مشکل اوقات میں اس دعاء کو استعمال کر لیا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں کیا نبی اکرم ﷺ پر کوئی مشکل اوقات نہیں آئے تھے یقیناً آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر انتہائی کٹھن حالات آئے۔ ۱۳ سال کی دور میں آپؐ پر کتنے مشکل حالات آئے پھر طائف کے سفر پر غور فرمائیں آپؐ پر کتنے مظالم ڈھائے گئے۔ مدینہ منورہ کے دس سالوں میں کیا کیا حالات آئے۔ صرف جنگ اُحد کی مشکلات پر غور فرمائیں۔ جب آپؐ پر چاروں طرف سے دشمن نے شدید حملہ کر دیا اس حملہ میں آپ کا ہونٹ کٹ گیا۔ دندان مبارک شہید ہوئے چہرہ لہولہان ہو گیا۔ مگر آپؐ نے پھر بھی اس دعاء کو استعمال نہیں فرمایا۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر کتنے سنگین حالات سے آپؐ اور صحابہ کرامؓ دو چار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ إِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّونَ بِاللهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالاً شَدِيداً (سورہ احزاب) کہ جب دشمن تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب خوف و دہشت کی وجہ سے

تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں اور تمہارے کلیجے منہ کو آ گئے اور خدا تعالیٰ کے بارے میں تمہیں طرح طرح کے خیالات آنے لگے اس وقت مومن بڑی سخت آزمائش میں آ گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔

گرامی قدر سامعین! ایسے مشکل حالات میں بھی آپؐ نے اس دعاء کو استعمال نہیں فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ اِخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کہ میں نے وہ دعاء قیامت کے دن تک اپنے گنہ گار امتیوں کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن میں ان کے حق میں وہ دعاء استعمال کروں گا۔ فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِكُ بِاللهِ شَیْئًا فرمایا کہ اس دعاء سے یقیناً میرا ہر امتی مستفید ہوگا بشرطیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔

گرامی قدر سامعین! جب آپؐ کا ہمارے ساتھ یہ رویہ یہ سلوک یہ شفقت و رحمت یہ احسان و اتصال ہے تو پھر ساری مخلوقات سے زیادہ محبت کے حق دار بھی یقیناً آپؐ ہی ہیں۔ ہم آپؐ کے احسانات کا بدلہ کبھی نہیں اتار سکتے۔ آپؐ کے حقوق کی ادائیگی سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

اس لیے چاہیے کہ ہمارے دل میں محبت مصطفیٰ ﷺ ہو۔ زبان پر نعت مصطفیٰ ﷺ ہو۔ اعضاء و جوارح پر اطاعت مصطفیٰ ہو۔ تب ہم صحیح معنوں میں غلام مصطفیٰ ﷺ بنیں گے۔

### سچے محبانِ مصطفیٰ ﷺ:

جس طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے زیادہ جمال و کمال عطاء فرمایا احسان و اتصال سے نوازا رأفت و رحمت سے معمور فرمایا اسی طرح صحابہ کرامؓ کو ساری کائنات سے زیادہ آپؐ کا قدر دان بنا دیا۔ آپؐ

کے سچے اور سچے محب صحابہ کرامؓ ہی تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس باب میں ایسی داستانیں رقم فرمائیں کہ جن کی نظیر ملنا قیامت تک مشکل ہے۔

**جنت میں بے چینی:**

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سچے محب حضرت ثوبانؓ ایک دفعہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ کے چہرے پر حزن وملال کے آثار ظاہر تھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال فرمایا کہ ثوبان! آج اتنے غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ! آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ کے ساتھ کتنی محبت ہے؟ اِنَّکَ لَاَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ وَوَلَدِیْ اللہ کی قسم مجھے تو آپؐ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں بلکہ میرے کنبہ قبیلہ اور اولاد سے بھی زیادہ آپؐ مجھے محبوب ہیں۔ بعض اوقات میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کی یاد شدت سے ستاتی ہے۔ فَمَا اَصْبِرُ حَتّٰی اٰتِیَکَ فَاَنْظُرَ اِلَیْکَ تو مجھ سے صبر نہیں ہوتا جب تک آپ کا رخ انور نہ دیکھ لوں۔

آج میں نے آخرت کو یاد کیا تو مغموم ہو گیا کہ کل قیامت والے دن جب آپؐ بھی جنت میں چلے جائیں گے اور میں بھی جنت میں پہنچ جاؤں گا تو لازمی بات ہے کہ آپ کو جنت کا اعلیٰ درجہ ملے گا اور مجھے آپؐ سے کمتر درجہ ملے گا۔ افسوس اور دکھ تو اس بات کا ہے کہ وہاں جنت میں آپ کو دیکھے بغیر گزارہ کیسے کروں گا؟ مجھے تو آپؐ کے بغیر جنت بھی سونی سونی نظر آئیگی۔ آپؐ اس کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (سورۃ نساء) کہ جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو منعم علیہ یعنی انبیاء کرامؑ۔ صدیقین۔

شہداء اور صلحاء کی مرافقت اور سنگت نصیب فرمائے گا۔

**مجھے انکا دیدار کراؤ:**

غزوہ احد میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ حتی کہ رسول اللہ بھی شدید زخمی ہوئے۔ حتی کہ آپ کی شہادت کی جھوٹی خبر بھی مشہور ہو گئی۔ مدینہ منورہ میں جب یہ جانکاہ خبر پہنچی تو حضرت ہندؓ بنت عمرو بن حرام رسول اللہ ﷺ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے میدان احد کی طرف چل پڑیں۔

اس عورت کو اپنے عزیزوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی فکر تھی۔ ہر آنے والے سے یہی پوچھتی تھی مَا فَعِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا بنا؟ میدان احد کی طرف یہ عفیفہ دیوانہ وار جا رہی تھی کہ کسی نے بتایا کہ اس جنگ میں تیرا والد شہید ہو گیا ہے۔ مگر اتنی جانگداز خبر سن کر بھی اس کے منہ سے نکلا "مَا فَعِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" میں والد کی خیریت معلوم کرنے کے لیے نہیں نکلی مجھے تو سردار دو جہان کی فکر ہے۔ آگے چلی تو کسی نے اطلاع دی کہ بی بی اس جنگ میں تیرا بیٹا بھی شہید ہو گیا ہے۔ مگر اس کا ایک ہی سوال تھا "مَافَعِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' پھر کسی نے یہ اطلاع دی کہ اس جنگ میں تیرا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے مگر اس کو تو صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی فکر تھی اور نبی کے بارے میں سوال کرتی رہی "مَا فَعِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

گرامی قدر سامعین! یہ انصاریہ عورت اسی والہانہ انداز میں میدان احد کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ حتی کہ اسے اطلاع ملی کہ میدان کارزار میں تیرا خاوند اور سرتاج بھی شہید ہو چکا ہے۔ یہ فرماتی ہے کہ میں اپنے سرتاج کی بات نہیں کر رہی مجھے تو کائنات کے سرتاج کی فکر ہے "مَا فَعِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ"

گرامی قدر سامعین! توجہ فرمائیں عورت ذات ہے صنف نازک ہے باپ بیٹا بھائی اور خاوند چاروں قریبی رشتے دار ختم ہو چکے ہیں۔ ایک عورت کے لیے اس دنیا میں یہ چار ہی سہارے ہیں اور اسکے یہ چاروں سہارے ختم ہو چکے ہیں۔ پھر بھی اگر فکر ہے تو سرکار دو عالم ﷺ کی۔ بتانے والے نے بتایا کہ اللہ کا شکر ہے رسول اللہ ﷺ بخیریت ہیں آپ مطمئن رہیں اور واپس چلی جائیں۔ مگر جذبہ حب نبوی سے سرشار ہو کر اس عفیفہ نے جواب دیا آرُوْنِيْهِ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ مجھے دکھاؤ تو سہی میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ کر اطمینان حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ لوگوں نے اس کے جذبہ صادقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا۔

آپ نے جب اس کو دیکھا تو خیال آیا کہ اس بے چاری کے سب رشتہ دار سب سہارے ختم ہو چکے ہیں۔ آپ نے اسے کچھ تسلی دینا چاہی تو وہ معا بول اٹھی كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ اگر آپ صحیح سلامت ہیں تو مجھے ان مصائب کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہر مصیبت برداشت کر لوں گی مگر آپ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی۔ اور جب آپ زندہ ہیں تو یہ سب مصیبتیں میرے لیے پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔

### کانٹا بھی برداشت نہیں:

کفار نے ایک موقعہ پر انتہائی چالبازی اور دھوکے سے حضرت خبیب کو گرفتار کر لیا۔ اور پھر ان کو حارث کے لڑکوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تاکہ وہ ان کو اپنے باپ کے بدلے میں قتل کریں۔ (جسے حضرت خبیب نے غزوہ بدر میں قتل کیا تھا)۔ کافی عرصہ تک وہ انہیں ذہنی اور جسمانی اذیت دیتے رہے اور بالآخر انہیں قتل کرنے کے لیے کھلے میدان میں لے گئے اور پورے مکہ میں اعلان کرایا کہ آؤ

آج محمد عربی ﷺ کے صحابی کی موت کا تماشہ دیکھو۔

چنانچہ تماشائیوں کی ایک کثیر تعداد کے سامنے ان کو باندھ کر سولی پر لٹکا دیا گیا اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ محمد عربی ﷺ سے تعلق اور وابستگی چھوڑ دو تو ہم بھی تجھے چھوڑ دیں گے۔ آپؓ نے بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر اعلان فرمایا کہ سب کچھ لٹا سکتا ہوں مگر ان کے دامن کو نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر چاروں طرف سے آپؓ پر تیروں اور تلواروں کی بارش ہونے لگی۔

کفار نابنجار آپؓ کا ایک ایک عضو بے دردی سے کاٹ رہے تھے اور آپؓ کا پورا جسم تار تار ہو چکا تھا۔

عین اس وقت ابوسفیان آگے بڑھا اور آپؓ کے دل کے اندر موجود "محبت مصطفےٰ ﷺ" کو چیک کرنا چاہا اور سوال کیا اَتُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ مُحَمَّدٌ مَکَانَکَ؟ کہ اگر اب تجھے چھوڑ دیا جائے اور تیری جگہ تیرے نبی "محمد" کو پکڑ کر یہاں لٹکا دیا جائے تو کیا یہ سودا تجھے منظور ہے؟ یہ سوال سن کر حضرت خبیبؓ کے سولی پر لٹکے ہوئے لہولہان جسم میں ایک کرنٹ سا لگا اور آپ فوراً شیر کی طرح بپھر گئے اور زور دار اعلان فرمایا وَاللہِ لَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ آمِنًا وَادِعًا فِیْ اَهْلِیْ وَوُلْدِیْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْخَزُ بِشَوْکَةٍ اللہ کی قسم اگر تم مجھے بخیر و عافیت پورے امن اور اطمینان کے ساتھ بیوی بچوں میں پہنچا دو اور اس کے بدلہ میں میرے محبوب ﷺ کی ایڑی میں ایک معمولی سا کانٹا بھی چبھے تو مجھے یہ بھی برداشت نہیں اور پھر فرمایا لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا الخ کہ اگر میں ان کی محبت و عقیدت دل میں لیکر مر رہا ہوں تو یہی موت میرے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ تم ظلم کر کے میری روح تو نکال سکتے ہو مگر روح کے اندر رچی ہوئی محبت مصطفےٰ ﷺ نہیں نکال سکتے۔

## حضرت عائشہؓ کی حالتِ زار:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو آپؐ سے والہانہ محبت تھی۔ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں آپؐ کے ساتھ تھیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی چونکہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ قلبی محبت تھی اس لیے آپؐ اپنے اونٹ کو ان کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلاتے تھے۔ اور رات کو بلاناغہ حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا باتیں کیا کرتے۔

ایک دن حضرت حفصہؓ نے کہا کہ عائشہ! ہم اپنے اونٹ تبدیل نہ کر لیں آپ میرے اونٹ پر سوار ہو جائیں اور میں آپ کے اونٹ پر سوار ہو جاؤں؟ حضرت عائشہؓ بلا تامل اس بات پر راضی ہو گئیں۔ اور دونوں نے اونٹ تبدیل کر لیے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول رات کو حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لائے دیکھا تو حضرت حفصہؓ موجود تھیں۔ آپؐ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ تشریف آوری کی منتظر تھیں مگر آپؐ تو حضرت حفصہؓ کے ہاں جا چکے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے اتنا فراق بھی برداشت نہ ہو سکا۔ جب قافلے نے پڑاؤ کیا تو سواری سے اتریں اور اپنے دونوں پاؤں گھاس میں رکھ دیے اور فراقِ نبوت میں آنسو بہانے شروع کر دیے اور کہنے لگیں یَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَیَّ عَقْرَبًا اَوْ حَیَّۃً تَلْدَغُنِیْ رَسُوْلُکَ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَقُوْلَ لَہٗ شَیْئًا اے اللہ کسی بچھو اور سانپ کو بھیج دے وہ مجھے ڈس لے اور میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ آپ ﷺ تو تیرے رسول ہیں میں ان کے بارے میں تو کچھ کہہ نہیں سکتی۔

گرامی قدر سامعین! حضرت عائشہؓ کے اس ردعمل سے اندازہ لگائیں کہ ان کا دل محبت مصطفیٰ ﷺ سے کس حد تک معمور تھا۔

## نابینا صحابیؓ اور محبت مصطفیٰ ﷺ:

مدینہ منورہ میں عصماء نامی ایک یہودیہ عورت تھی۔ پیغمبر ﷺ کو ہر طرح سے ایذاء پہنچانا اور آپ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا اس کا معمول تھا ایک دفعہ اس نے آپ کی شان میں انتہائی گستاخانہ اشعار کہے۔ حضرت عمیر بن عدیؓ ایک نابینا صحابی تھے وہ یہ اشعار سن کر برداشت نہ کر سکے اور فوراً اس خبیثہ کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنایا۔

رات کو یہ انتہائی رازداری کے ساتھ تلوار لیکر اس کے گھر پہنچے چونکہ نابینا تھے اس لیے عصماء کو ہاتھ سے ٹٹولا اس کے اردگرد سوئے ہوئے بچوں کو ہٹایا اور محبت مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو کر تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر زور سے دبائی کہ پشت سے پار ہوگئی اور یہودیہ فی النار ہوگئی۔

صبح کی نماز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کی اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے اس فعل پر انتہائی خوش ہوئے اور صحابہ کرام سے فرمایا اِذَا اَحْبَبْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَانْظُرُوْا اِلٰی عُمَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ اگر تم دنیا میں کوئی جنتی دیکھنا چاہو تو عمیر کو دیکھ لو۔

حضرت عمرؓ رشک کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ اس نابینا کو دیکھو تو سہی کہ کس طرح محبت مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو کر تحفظ ناموس رسالت کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا عمرؓ! اس کو نابینا نہ کہو بلکہ یہ بینا ہے۔ ظاہری آنکھوں سے اگرچہ محروم ہے مگر اس کی دل کی آنکھیں کھلی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی محبت مصطفیٰ ﷺ سے نوازے (آمین)

## ۲:- جمالِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَالضُّحٰی وَ اللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی. (سورۃ ضحیٰ) صدق اللہ العظیم.

گرامی قدر سامعین! سورۃ ضحیٰ کی ابتدائی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں مفسرین کرامؒ نے ان آیات کا شانِ نزول یہ بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کی طرف وفد بھیجا کہ ہمیں چند ایسے علمی سوالات بنا کر دیں جو ہم اس نبی کے سامنے پیش کریں اور ان کے صدق و کذب کو جان سکیں۔

یہود مدینہ نے تین اہم سوالات پیش کیے۔ (۱) ان نوجوانوں (اصحاب کہف) کا کیا واقعہ ہے جنہوں نے اپنے شہر سے نکل کر غار میں پناہ پکڑی تھی۔ (۲) اس شخص (ذوالقرنین) کا حال بتائیے جس نے مشرق و مغرب اور تمام زمین کا سفر کیا۔ (۳) روح کے متعلق بتائیے کہ اس کی کنہ اور حقیقت کیا ہے۔

یہودی علماء نے ساتھ یہ بھی بتایا کہ اگر وہ نبی ان تینوں سوالات کے مفصل جواب دے دے تو پھر بھی وہ سچا نبی نہیں ہے۔ اور اگر تینوں سوالات کے جواب نہ دے سکے تب بھی سچا نبی نہیں ہے۔ اگر دو سوالات کے مفصل جواب دے دے اور ایک کی تفصیل نہ بتائے تب وہ یقیناً سچا نبی ہے۔ مشرکین مکہ کا یہ وفد خوشی خوشی یہ سوالات لیکر لوٹا اور تمام اہل مکہ کو بتایا کہ ہم ایک فیصلہ کن صورت حال

لیکر آئے ہیں اور پورا واقعہ بیان کیا۔ اب مشرکین مکہ نے اپنے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد تیار کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روانہ کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان سوالات کے جوابات دیجئے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ وحی الٰہی ہی کی بنیاد پر جوابات دینے تھے۔ آپؐ نے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کے ذریعے انکے جوابات ارسال کردے گا مشرکین سے یہ وعدہ فرما لیا ساُخبِرُ کُمْ غَداً کہ میں ان سوالات کے جوابات کل دے دوں گا اور آپؐ انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ خدا کی قدرت کہ وحی نازل نہ ہوئی اور مشرکین مکہ کا وفد آ گیا اور جوابات طلب کیے آپؐ نے پھر فرمایا ساُخبِرُ کُمْ غَداً کہ میں کل بتاؤں گا خدا کی قدرت کہ کل پھر نہ بتا سکے اور پھر نیا وعدہ فرمالیا۔

اس طرح تقریباً پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی مشرکین نے پورے مکہ بلکہ پورے علاقہ میں کھل کر اس کا پروپگنڈہ کیا اور آپ کو خوب طعنے دیے۔ آپؐ اس صورت حال سے سخت پریشان ہوئے۔

علم غیب تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ نہ بتائے تو کیا کیا جائے۔

علم غیبے کس نداند بجز پروردگار      ہر کسے گوید کہ می دانم از وباور مدار

مصطفٰے نگفتے تا نہ گفتے جبریل      جبریلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

مشرکین مکہ بڑے دل دوز طعنے دے رہے تھے بعض نے کہا اِنَّ مُحَمَّداً وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ وَقَلٰی کہ محمد کو اس کے رب نے چھوڑ دیا اور اس سے اب ناراض ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ کوئی شیطان یا جن تھا جو اس کے کان میں پھونک جاتا تھا اور اب وہ بھی اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔

بالآخر پندرہ دن کے بعد جبریل علیہ السلام وحی الٰہی لیکر خدمت میں

حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان سوالوں کے جوابات سورۃ کہف کی شکل میں نازل فرمائے اور تنبیہ بھی فرمائی کہ اصل وجہ وحی نہ آنے کی یہ تھی کہ آپؐ نے ان شاءاللہ نہ کہا تھا آئندہ آپ ایسے معاملات میں ان شاء اللہ کہنا نہ بھولیے وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (سورۃ کہف) ساتھ ہی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ والضحیٰ بھی نازل فرمائی۔

قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جب وہ چھا جائے کہ آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا نہ وہ آپ سے ناراض ہوا۔ یقیناً آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

**تشبیہ کا مطلب:**

گرامی قدر سامعین! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاشت کی وقت کی قسم کیوں کھائی ہے؟ علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ چاشت کا وقت ایک ایسا وقت ہے کہ جب سورج طلوع ہو کر پوری طرح پورے عالم کو روشن کر دیتا ہے اور اندھیرے اور ظلمت کا اس حد تک خاتمہ ہو جاتا ہے کہ اس کا وہم و گمان بھی باقی نہیں رہتا۔ اور پھر آفتاب پوری قوت اور تیزی کے ساتھ بلندی کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انقطاع وحی کو رات سے اور نزول وحی کو دن سے تعبیر فرما کر یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ رات جب چھا جاتی ہے اور مکمل اندھیرا ہو جاتا ہے تو خیال گزرتا ہے کہ اب شاید ظلمت ہی کا تسلط رہے اور روشنی نمودار نہ ہو سکے۔ مگر یہ ضروری نہیں لازماً ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ رات کا جادو بالآخر ٹوٹ جاتا ہے اور آفتاب عالم تاب روشن ہو جاتا ہے۔

آثارِ سحر کے ہویدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

اسی طرح اے پیغمبر ﷺ! وحی اگر کچھ عرصہ کے لیے بند ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تیرے رب نے تیرے ساتھ تعلق ختم کر دیا ہے اور تجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ انقطاعِ وحی کے بعد نزولِ وحی لازماً ہوگا۔ اور روحانی آفتاب پوری قوت سے بڑھتا چلا جائے گا' بلند ہوتا چلا جائے گا حتیٰ کہ تمام آفاق کو روشن کر دے گا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔

**دوسرا معنی:**

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ والضحیٰ کی قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ کے چمکتے دمکتے رخِ انور کی قسم ہے اور واللیل کی قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی سیاہ زلفوں کی قسم ہے۔ میں نے آپ کے چہرے کو تمام کائنات سے زیادہ روشن بنایا اور آپ کی زلفوں کو رات کی تاریکی سے بھی زیادہ سیاہ بنایا۔ گویا ساری کائنات کا حسن آپ کے چہرہ پر پلٹ دیا ہے۔

رات زلفوں سے کرے شوخ اندھیروں کا سوال
روشنی لوحِ جبیں سے مہِ تاباں مانگے

میرے محبوب! میں نے تجھے چھوڑا نہیں ہے اگر چھوڑنا ہوتا اور ناراض ہونا ہوتا تو اتنا حسین ہی کیوں بناتا؟! ایسے چہرے چھوڑے نہیں جاتے۔ یہ ہر لحمہ تیرے چہرے کی بڑھتی ہوئی رعنائی اس پر شاہد ہے کہ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

تو اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کا بے مثال حسن بیان فرمایا ہے۔

## چودھویں کا چاند:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ گئے تو انصار اور ان کی اولاد نے آپ کا بھرپور استقبال کیا۔ جونہی آپ کا ورود مسعود مدینہ منورہ میں ہوا تو انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں آپ کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ کہنے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
جِئْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِيْنَةَ مَرْحَبًا يَا خَيْرَ دَاعٍ
نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ

گرامی قدر سامعین! جمال مصطفیٰ اتنا عیاں اور واضح تھا کہ ہر دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی متاثر ہو جاتا تھا۔

دیکھیے کمسن اور کم شعور بچیاں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور کہنے لگیں کہ یہ شخصیت کوئی عام شخصیت نہیں ہے بلکہ یہ تو چودھویں کا چاند ہے جو ہمارے اوپر وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہو چکا ہے۔ ہم ان نعمت عظمیٰ کا شکریہ قیامت تک ادا نہیں کر سکتے۔ اے ہمارے اندر معبوث ہونے والے پیغمبر! ہم آپ کی غیر مشروط اطاعت و انقیاد کا اعلان کرتے ہیں آپ کی آمد سے ہمارے شہر کو عزت و شرف نصیب ہو گیا اے بہترین داعی مرحبا' مرحبا۔

اور کہنے لگیں لوگو! ہم بنی نجار کی بچیوں کے مقدر پر رشک کرو آج محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے پڑوسی بن گئے۔

**چاند سے بھی حسین:**

ایک رات حضرت جابرؓ کو خیال آیا کہ میں آج کیوں نہ جمال مصطفیٰ ﷺ کا موازنہ چودھویں رات کے چاند سے کروں۔ چنانچہ انہوں نے دونوں کا موازنہ کرنا شروع کر دیا۔ کبھی بدر منیر کو دیکھتے ہیں اور کبھی رخ حبیب کو۔ بالآخر وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ کہ آپ میرے نزدیک چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔

گرامی قدر سامعین! حضرت جابرؓ کے الفاظ پر غور کریں یہ نہیں فرما رہے کہ آپ چاند جیسے خوبصورت تھے بلکہ فرما رہے ہیں اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ کہ آپ چاند سے بھی زیادہ حسین تھے۔ اس لیے آپ کو چاند سے تشبیہ دینا کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے
اسکے منہ پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

رخ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

**حضرت حسانؓ پکار اٹھے:**

حضرت سیدنا حسان بن ثابتؓ نے جب جمال مصطفیٰ ﷺ کا مشاہدہ کیا تو پکار اٹھے۔

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنٌ . وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِنْ کُلِّ عَیْبٍ . کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

کہ آپ سے زیادہ حسین اور خوبصورت آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔ دیکھنے والا دیکھے تو تب جب ماں نے جنا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ سے زیادہ خوبصورت بچہ آج تک کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ ماں تو تب جنے جب اللہ تعالٰی نے تخلیق کیا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ جیسا بے عیب تخلیق ہی نہیں کیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا آپ اپنی مرضی کے مطابق بنائے گئے ہیں۔

کسی شاعر نے اسی حقیقت کو پنجابی زبان میں یوں بیان کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| کیسے ما ابہو جیہا سوہنا نہیں جنیا | جنویں اپنی مرضی مطابق اوہ بنیا |
| سوہن قامت تے پھلاں دا سہرا | میں قربان اللہ محمد دا چہرہ |
| مصور نے بس انتہاء کرائے ستی | بڑی رِیجھ دے نال ایہہ تصویر کی |
| حسیناں تھلیاں دا منہ موڑ دتا | محمد بنا کے رب قلم توڑ دتا |

## حُسنِ یوسفؑ اور جمالِ مصطفیٰ ﷺ:

سیدہ عائشہؓ نے جب قرآن مجید میں بیان کردہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مصر کی شہزادیوں کا حال پڑھا تو حیران رہ گئیں کہ وہ عورتیں اگرچہ خود انتہائی خوبصورت تھیں۔ پورے مصر کا حسن و جمال گویا ان کی طرف سمٹ کر آ گیا تھا مگر ان پر بھی حضرت یوسفؑ کے حسن کی دھاک بیٹھ گئی۔

آمد آمد کی خبر سن کر حسینان جہاں
شرم سے منہ چھپاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

قرآن کہتا ہے فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ایسی دھاک بیٹھی کہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اگر وہ میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حسن و جمال دیکھ لیتیں۔ نہیں نہیں۔ صرف جبین اطہر پر چمکنے والے پسینے کے

قطرے دیکھ لیتیں تو اپنے دلوں کو چیر لیتیں۔ کیونکہ آپ کے وجود مقدس کے پسینے کے قطرے موتیوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔

لَوْ رَأَیْنَ صَوَاحِبُ زُلَیْخَا لَوْ رَأَیْنَ جَبِیْنَهٗ لَاٰثَرْنَ بِقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلَی الْیَدِ

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اے کہ تیرا جمال ہے زینت محفل حیات
دونوں جہان کی رونقیں ہیں تیرے حسن کی زکات
تیری جبیں سے آشکار پر تو ذات کا فروغ
اور تیرے کوچے کا غبار سرمہ چشم کائنات

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ہے
یہ کہکشاں تو آپکے قدموں کی دھول ہے
اے راہ روانِ شوق سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا کانٹا بھی پھول ہے

## حضرت عائشہ کا وجد میں آنا:

حضرت سیدہ عائشہؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں بیٹھے اپنے نعلین مبارکین کو پیوند لگا رہے تھے اور میں بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی جبین اطہر پر پسینے کے قطرے ڈھلک رہے ہیں۔ میں نے غور کیا تو ان قطروں کے اندر اتنا حسن تھا کہ موتیوں کو بھی شرمندہ کر رہے تھے ان میں ایک ایسی نورانیت تھی جو برابر بڑھ رہی تھی۔

فرماتی ہیں کہ یہ ایسا نظارہ تھا کہ نظر ہٹانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ میں تو سراپا چشم بن گئی اور چرخہ چھوڑ کر اسی نظارہ میں محو ہوگئی۔ اچانک پیغمبر ﷺ کی نظر مجھ پر

پڑی تو سوال فرمایا کہ عائشہ! تو حیران کیوں ہو رہی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو آپ ﷺ کے پسینے کے قطروں کا حسن دیکھ کر وجد میں آ گئی ہوں۔ مجھے تو ان قطروں میں چمکتا ہوا نور نظر آ رہا ہے۔ اللہ کی قسم ابوکبیر ہذلی (دور جاہلیت کا عظیم شاعر) کے اشعار کا صحیح مصداق تو آپ ﷺ ہی ہیں نہ کہ اس کا محبوب۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کے اشعار کیا ہیں؟ میں نے بلا تامل یہ شعر پڑھ کر سنا دیے۔

وَمُبَرَّءٍ مِنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَدَاءِ مُغْیِلِ
وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَی أَسِرَّۃِ وَجْہِہِ بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلِ

ترجمہ: وہ اپنی ماں کے تمام عوارض شکم سے اور دودھ پلانے والی دایہ کی تمام بیماریوں سے پاک ہے۔ اور تم جب اس کے چہرہ کی لکیروں کو دیکھو تو وہ برستے بادلوں کی بجلیوں کی طرح چمک رہی ہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا اور حضرت عائشہ کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھ کر فرمایا مَاسُرُوْتِ مِنِّیْ کَسُرُوْرِیْ مِنْکِ عائشہ مجھے دیکھ کر تجھے اتنا لطف نہ آیا ہوگا جتنا مجھے تیرا کلام سن کر آیا ہے۔ (مدارج السالکین) کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبین روشن وہ قبائے عربی اور وہ نیچا دامن
مردہ بھی دیکھے تو کرے چاک گریبان کفن اٹھ چلے قبر سے بیتاب زبان پہ یہ سخن
مرحبا سید کی مدنی العربی دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

## اُم معبد کا بیان:

ہجرت کے دوران پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ام معبد کے خیمہ پر ہوا یہ ایک مہمان نواز بوڑھی عورت تھی آنے والے مہمانوں کی خدمت کرنا اس کا شعار

تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے دریافت فرمایا کہ اگر کھانے پینے کا کچھ سامان مل جائے تو ہم قیمتاً خرید لیں۔ وہ عرض کرنے لگی کہ خدا کی قدرت! ان دنوں میں خشک سالی کی وجہ سے ہم خود انتہائی خستہ حال ہیں۔ ماسوائے چند بکریوں کے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور انہیں بھی میرا خاوند چرانے کے لیے لے گیا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ خیمہ کے کونے میں ایک انتہائی مریل سی بکری بیٹھی ہے۔ آپ نے سوال فرمایا کہ یہ کیسی بکری ہے هَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ؟ کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ یہ بکری تو انتہائی کمزور اور نحیف ہے یہ دودھ کیا دے گی اسے تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اجازت دے تو ہم اس کا دودھ نکال کر پی لیں۔ وہ مسکرا کر بولی اگر آپ کی خواہش ہے تو تجربہ کر لیں۔

آپ نے اپنا دست مبارک اس کی کمر پر پھیرا اور پھر بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ جونہی آپ کے ہاتھ لگے اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑی ہوگئی۔ آپ نے ایک بڑا برتن منگوایا اور اس میں دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ وہ برتن دودھ سے بھر گیا تو آپ نے اولاً وہاں موجود دیگر مسافروں کو پلایا۔ پھر دوبارہ دودھ دوہ کر برتن بھرا۔ ام معبد اور اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ آخر میں خود بھی نوش فرمایا پھر سہ بارہ وہ برتن بھر کر اس بڑھیا کے حوالہ کر دیا کہ یہ تیرے اہل خانہ کے لیے ہے۔

کچھ دیر وہاں قیام کر کے آپ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ شام کو جب اس کا شوہر ابو معبد واپس گھر آیا تو اسے وہاں ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس ہوئی پھر جب اس کی نظر اس برتن پر پڑی جو دودھ سے لبالب بھرا ہوا تھا تو اس نے

حیران ہو کر سوال کیا کہ یہ پر کیف خوشبو کیسی ہے! یہ دودھ کہاں سے آ گیا؟ ام معبد کہنے لگی کہ آج یہاں میری کٹیا میں ایک مرد مبارک کا ورود مسعود ہوا ہے۔ یہ سب برکات اسی کی آمد کی مرہون منت ہیں۔ یہ دودھ اسی مریل بکری کا ہے اور یہ خوشبو اس کے پسینے کی ہے۔ ابومعبد کہنے لگا' لگتا ہے یہ وہی شخص ہے جس کی قریش کو تلاش ہے۔ ذرا مجھے ان کا حلیہ اور شکل و صورت تو بتاؤ۔

ام معبد نے جو کچھ دیکھا تھا بلا مبالغہ ٹھیٹھ عربی زبان میں یوں بیان کرنے لگی۔ كَانَ فَخْمًا مُفَخَّمًا کہ آپ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی عظیم ہیں اور دوسروں کی نظر میں بھی عظیم ہیں۔ أَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَ أَقْصَرَمِنَ الْمُشَذَّبِ قد مبارک درمیانہ ہے نہ زیادہ لمبا اور نہ زیادہ چھوٹا رَجِلَ الشَّعْرِ بال مبارک نسبتاً گھنگریالے تھے أَزْهَرَ اللَّوْنِ رنگ انتہائی چمکدار تھا۔ وَاسِعَ الْجَبِيْنِ پیشانی مبارک کشادہ تھی أَزَجَّ الْحَوَاجِبِ آپ کے ابرو خمدار تھے أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ آنکھیں سیاہی کی جگہ انتہائی سیاہ اور سفیدی کی جگہ سخت سفید تھیں۔ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ رخسار مبارک ہموار تھے یعنی گوشت لٹکا ہوا نہ تھا كَثَّ اللِّحْيَةِ ڈاڑھی مبارک گھنی تھی۔ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ سب اعضاء مبارکہ معتدل تھے يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ رخ انور چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن اور خوبصورت تھا۔

إِذَا تَكَلَّمَ رَأَى كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ جب تکلم فرماتے تو سامنے کے دانتوں سے ایک نور سا نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ عَرْقُهٗ أَطْيَبُ مِنَ الطِّيْبِ آپ کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

مَنْ رَآهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ أَحَبَّهٗ جو آپ کو اچانک دیکھتا ہے تو مرعوب ہو جاتا ہے اور جب ذرا قریب ہوتا ہے تو اخلاق و جمال کی وجہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! توجہ فرمائیں اس دیہاتی عورت نے کس طرح جمال مصطفیٰ کا نقشہ کھینچ دیا۔ اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ بالکل غیر جانبدارانہ اور مبالغہ آرائی سے پاک بیان ہے۔

علاوہ ازیں بہت سارے صحابہ کرامؓ نے بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّہٗ قِطْعَۃُ مِنَ الْقَمَرِ کہ جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ کہ میں نے آپؐ سے زیادہ حسین شئے اس دنیا میں دیکھی ہی نہیں۔ آپؐ اتنے حسین تھے کہ گویا آفتاب آپ کے چہرے پر چل رہا ہے۔

آپؐ کے خادم خاص سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِیْرًا وَلَا شَیْئًا کَانَ اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ جس طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے اسی طرح خلقت کے اعتبار سے بھی بہترین تھے۔ میں نے کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں دیکھی جو آپ کی ہاتھ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم اور گداز ہو۔ وَلَا شَمَمْتُ مِسْکًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا کَانَ اَطْیَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور میں نے کبھی کسی قسم کی کستوری یا عطر ایسا نہیں سونگھا جو حضور ﷺ کے پسینے کی خوشبو کا مقابلہ کر سکے (شمائل)

علامہ بوصیریؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔

أَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٌ ... بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ
كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ ... وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمِ
لَا طِيبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ أَعْظُمَهُ ... طُوبَى لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَ مُلْتَثِمِ

کہ آپ کی صورت کیسی نرالی ہے جسے اخلاقِ عظیم نے مزید مزین کر رکھا ہے۔ حسن جدا جلوہ گر ہے اور خندہ روئی جدا روح افزا ہے۔ تازگی میں آپ پھول کی پتیوں کی طرح ہیں اور شرف و عظمت میں چاند کی طرح ہیں۔ جود و کرم میں سمندر کی مانند اور عزم و ہمت میں زمانہ کی مانند ہیں۔ آپ کے وجودِ مسعود کے ساتھ لگنے والی مٹی کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔ مبارک ہے اس کے لیے جو اس کو سونگھے یا چوم لے۔

### آپؐ کا لعاب دھن:

گرامی قدر سامعین! اگر آپؐ کے لعاب دہن کا مقام بیان کیا جائے تو بڑا وقت اور ہمت چاہیے۔ ذرا سوچیے جو لعاب لسان نبوت سے مترشح ہوگا اس کی کیا شان ہوگی؟ خوش قسمت تھے وہ نومولود بچے جن کو آپؐ نے گھٹی دیتے ہوئے ان کے منہ میں کھجور چبا کر ڈالی۔

یہ آپؐ کے لعاب دہن ہی کی برکت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر جب آپؐ نے قلعہ قموص کی فتح کے لیے سیدنا حضرت علیؓ کو جھنڈا دینا چاہا تو آپ کو بتایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں وہ تو آشوب چشم کے مریض ہیں اور اتنے مریض ہیں کہ آنکھیں کھول ہی نہیں سکتے۔ اسی لیے خیمہ میں ہی تشریف فرما ہیں نماز کے لیے بھی نہیں آسکے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کو بلایا تو وہ دو آدمیوں کا سہارا لیکر تشریف لائے۔ آپؐ نے جھنڈا ان کے سپرد فرمایا تو انہوں نے اپنی بیماری اور

معذوری کا تذکرہ کیا فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَالَہٗ تو آپؐ نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگایا اور دعاء فرمائی۔ لعاب دھن کا لگنا تھافَبَرَأَ حَتّٰی کَاَنْ لَمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ تو بیماری اس طرح کافور ہوگئی گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ پھر آپؐ نے جھنڈا لشکر گئے اور جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے قلعہ قموص فتح فرما دیا۔

اسی طرح جب آپؐ سفر ہجرت میں غار ثور میں قیام پذیر تھے تو سیدنا صدیق اکبرؓ کو سانپ نے ڈس لیا۔ حالت یہ تھی کہ آپ کا سر مبارک صدیق اکبرؓ کی گود میں تھا سانپ بار بار صدیق اکبرؓ کو ڈنگ مارتا رہا مگر اس سچے عاشق نے پاؤں کو حرکت نہ دی کہ کہیں آپؐ کے آرام میں خلل نہ آ جائے۔ شدت درد سے جب صدیق اکبرؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے اور رخ مصطفیٰؐ پر گرے تو آپؐ بیدار ہوئے اور سوال فرمایا مَایُبْکِیْکَ یَا اَبَابَکْرٍؓ؟ اے ابوبکر رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا تو آپؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی ایڑی پر لگایا اور دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے فوراً آپؐ کے لعاب دہن کی برکت سے انکو شفاء عطاء فرمائی گویا کہ درد کبھی تھا ہی نہیں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں جب لعاب دہن (تھوک) کی یہ برکات ہیں تو جمال مصطفیٰؐ کی کیا شان ہوگی۔

آپ جانتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر معاشی عسرت کا یہ عالم تھا کہ صحابہ کرامؓ نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے اور رحمت دو عالمؐ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے یہ برداشت نہ ہو سکا فوراً گھر تشریف لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ کھانے پینے کا جو سامان ہو سکے جلدی نکالو۔ گھر سے بمشکل ایک صاع جو نکلے جو انہوں نے اپنی بیوی کو چکی میں پیسنے کے لیے دیے۔

اور خود ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کر کے گوشت تیار کیا۔ ان کی بیوی نے آٹا گوندھ دیا اور گوشت ہنڈیا میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیا۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں اب رسول اللہ کو بلا کر لے آتا ہوں۔

جب گھر سے نکلنے لگے تو بیوی کہنے لگی صرف چند آدمیوں کے لیے کھانے کا انتظام ہے ایسا نہ ہو کہ زیادہ آدمی آ جائیں اور کھانا کم پڑ جائے تو شرمندگی اٹھانا پڑے۔

حضرت سیدنا جابرؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو علیحدہ بلا کر دعوت دی۔ اور عرض کی کہ محض چند آدمیوں کو ساتھ لے لیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بات سن کر ایک ٹیلے پر تشریف لے گئے اور تمام صحابہ کرامؓ جنکی تعداد تقریباً پندرہ سو تھی کو دعوت دے دی اور فرمایا کہ چلو جابر کے گھر کھانا تیار ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان عام سن کر میرا تو رنگ اڑ گیا کہ اب کیا بنے گا؟ پیغمبرؐ علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ میرے آنے سے پہلے نہ ہانڈی کو چولہے سے اتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانا۔ چنانچہ پیغمبر علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے گوندھے ہوئے آٹے میں بھی اپنا لعاب دھن ملایا اور ہانڈی میں بھی اور پھر برکت کی دعاء فرمائی۔

آپؐ کی پر خلوص دعاء اور آپؐ کے مبارک لعاب دہن کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت فرما دی کہ پندرہ سو آدمیوں نے خوب سیر ہو کر وہ کھانا کھایا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ اور ہماری ہانڈی اسی طرح بھری ہوئی تھی اور ہماری روٹیاں بھی بچی پڑیں تھیں۔

گرامی قدر سامعین! آپؐ کے لعاب دہن کی برکات ملاحظہ فرمائیں جن کا لعاب اتنا مبارک ہو ان کے وجود مسعود کے کیا کہنے!

کسی عاشق صادق نے بالکل سچ فرمایا۔

کائنات حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کے رہ گئی

**آپؐ کا پسینہ:**

جس طرح آپ کا لعاب دہن مبارک تھا اسی طرح آپ کا پسینہ بھی بے مثال تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ دوپہر کے وقت حضرت ام سلیمؓ کے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ چمڑے کا بچھونا تھا آپؐ کے وجود مسعود سے پسینے کے قطرات ٹپک کر بستر پر گرے تو حضرت ام سلیمؓ نے لپک کر ان قطروں کو جمع کر کے شیشی میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ بیدار ہوئے تو ان سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ وہ عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ! ہم غریب آدمی ہیں قیمتی خوشبوئیں خرید نہیں سکتے یہ آپ کا پسینہ ہم اپنے تیل میں ملاتے ہیں۔ وَهُوَ اَطْيَبُ الطِّيْبِ کیونکہ یہ تمام خوشبوؤں سے بہترین خوشبو ہے۔ ہمارے بچے یہ خوشبو لگا کر جس مجلس میں جاتے ہیں وہاں کی دیگر سب خوشبوئیں اس کے مقابلے میں ماند پڑ جاتی ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بِطِيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ طَابَ نَسِيْمُهَا
فَمَا الْمِسْكُ وَالْكَافُوْرُ وَ الصَّنْدَلُ الرَّطْبُ

کہ رسول اللہ ﷺ ہی کی زلفوں کے طفیل باد نسیم کو شمیم عطیر بیز ملی ہے۔
آپ کے وجود مبارک کی خوشبو کے سامنے کستوری کافور اور صندل کیا چیز ہے۔

وفات پیغمبر ﷺ کے موقعہ پر حضرت فاطمہؓ نے فرمایا

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَا  اَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

کہ جس نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی مٹی کو سونگھ لیا پھر وہ ساری عمر کے لیے مہنگی مہنگی خوشبوؤں سے بے نیاز ہو گیا۔

گرامی قدر سامعین! اللہ آپ کو مدینہ منورہ لے جائے تو آپ دیکھیں گے کہ روضہ اطہر پر یہ اشعار لکھے ہیں۔

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ　　فِیْهِ الْعَفَافُ وَ فِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی الْقَاعِ اَعْظُمُهٗ　　فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

میری جان اس قبر پر قربان ہو جائے جہاں آپ آرام فرما ہیں۔ اسی قبر میں پاکیزگی اور جودوکرم مدفون ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ کا وجود اطہر تمام وجودوں سے اعلیٰ و برتر ہے۔ میدانوں اور ٹیلوں پر جو خوشبو بکھرتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے وہ گویا آپ ہی کے وجود مبارک کی نسبت سے آ رہی ہے۔

## جمال مصطفیٰ وجہ ایمان:

کتب حدیث میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ محض آپ کا چہرہ اور جمال مصطفیٰ دیکھ کر دل نور ایمان سے منور ہو گئے اور تمام ظلمت وضلالت یکسر کافور ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ تورات و انجیل ان کو ازبر تھی۔ یہود کو ان پر بڑا اعتماد اور ناز تھا۔ ان کے دل میں ایک دفعہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھلا جا کر اس نبی کو دیکھوں تو سہی کہ وہ کیسے ہیں۔

خود فرماتے ہیں کہ میں نے جب ان کی خدمت میں حاضری دی فَنَظَرْتُ اِلَیْهِ وَتَاَمَّلْتُ وَجْهَهٗ فَعَلِمْتُ اَنَّ هٰذَا الْوَجْهَ لَیْسَ بِوَجْهِ کَاذِبٍ میں نے رخ انور کو دیکھا' جمال مصطفیٰ کا مشاہدہ کیا اور میرے دل میں پختہ یقین پیدا ہو گیا کہ یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا اور میں فوری طور پر کلمہ پڑھ کر

مسلمان ہوگیا۔

گرامی قدر سامعین! پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جمال مصطفیٰ کی انتہاء کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى کہ آپ کا ہر پچھلا لمحہ پہلے لمحے سے بہتر اور برتر ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اے پیغمبرؐ اللہ تجھے اتنا کچھ عطاء فرمائے گا کہ تو راضی ہوجائے گا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نازنیں، ناز آفریں، نازک بدن، نازک مزاج
غنچہ لب، رنگیں ادا، شکردہاں، شیریں سخن

زلف و کاکل خال و خط چاروں کے یہ چاروں غلام
مشک تبت، مشک چیں، مشک خطا، مشک ختن

دوش و بر، دندان و لب، چاروں سے یہ چاروں خجل
نسترن، برگ سمن، در عدن، لعل یمن

## ۳:- عظمت مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَاتٍ (سورۃ بقرہ) صدق اللہ العظیم۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اندر جتنی چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کے اندر فرق مراتب رکھا ہے یعنی ان کو یکساں شان اور درجہ نہیں دیا بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت عطاء فرمادی ہے۔ یہی معاملہ انبیاء کرامؑ کے ساتھ بھی فرمایا ہے۔ سب انبیاء کو یکساں رتبہ عطاء نہیں فرمایا۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَاتٍ. یہ جتنے بھی رسول ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت عطاء فرمائی ہے۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی نصیب فرمایا اور اس طرح بعض کے درجات مزید بلند فرمادیے۔

تمام انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے پانچ نبیوں کو خصوصی شان وعظمت عطاء فرمائی (۱) حضرت محمد ﷺ۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ (۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

اور پھر ان پانچوں میں سے اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر سیدالاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے بلند مرتبہ عطاء فرمایا۔

آخر آمد بود فخر الاولیں

**اللہ تعالیٰ کا چناؤ:**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری انسانیت سے چن کر مصطفیٰ بنالیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ (مشکوۃ) کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیلؑ کو چن لیا اور اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو چن لیا اور پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔

آپ کی ولادت سے سینکڑوں سال پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بناء کعبہ کے وقت اپنی دعاؤں میں آپ کا تذکرہ فرمایا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَبَشَارَةُ اَخِیْ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ کہ میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کی دعاء کا ثمرہ ہوں۔ میں اپنے بھائی حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور خوشخبری ہوں اور میں اپنی والدہ کا خواب ہوں جو اس نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا۔

یہ سب چیزیں عظمتِ مصطفےٰ پر دال ہیں کہ آپ کی آمد سے پہلے انبیاء کی زبان پہ آپ کا تذکرہ ہے۔

کتب سماوی میں آپ کے اوصاف و کمالات مرقوم ہیں۔

**پھولوں کا گلدستہ:**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا عظیم بنایا کہ آپ کو وہ ساری صفات اور خوبیاں عطاء فرما دیں جو دیگر انبیاءؑ کو تقسیم کر کے عطاء فرمائیں تھیں۔

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

دوسرے انبیاء کرام اگر پتیاں ہیں تو یہ پھول ہیں۔

گلاب جیسے خوش رنگ ہے پھولوں میں
اسی طرح بھی محمدؐ ہے سب رسولوں میں

اور اگر دوسرے انبیاء کرامؑ پھول ہیں تو آپؐ پھولوں کا گلدستہ ہیں۔
جس طرح ایک گلدستہ میں باغ کے سارے پھول' ساری رعنائیاں' ساری خوشبوئیں اکٹھی کر دی جاتی ہیں اسی طرح آپؐ کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں جمع فرما کر ایک سدا بہار گلدستہ تیار فرما دیا۔ اور یہ گلدستہ موسمی نہیں ہے بلکہ سدا بہار ہے اس پر خزاں اثر انداز نہ ہوگی۔

خوشبو ہے تیری دو عالم میں اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ ایسا سدا بہار گلدستہ ہے کہ اس کے اندر آدمؑ کی انابت بھی ہے' نوحؑ کی استقامت بھی ہے۔ درس اور یس بھی ہے' شفقت شیث بھی ہے۔ علم خلیل بھی ہے' حلم اسماعیلؑ بھی ہے۔ نالہ یعقوبؑ بھی ہے' صبر ایوبؑ بھی ہے۔ ہدی ہودؑ بھی ہے' لحن داؤدؑ بھی ہے۔ شکوہ سلیمانؑ بھی ہے' حکمت لقمانؑ بھی ہے۔ وفاء خلیل بھی ہے' اداء اسماعیل بھی ہے۔ زکریاؑ کی دعاء بھی ہے' یونسؑ کی صدا بھی ہے۔ موسیٰؑ کا کمال بھی ہے' یوسفؑ کا جمال بھی ہے۔ عیسیٰؑ کا فنا بھی ہے' یحییٰؑ کا تقویٰ بھی ہے کنواری مریمؑ کا حیاء بھی ہے۔

غرضیکہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے اگلے انبیاء و صلحاء کو عطاء فرمایا وہ سب کچھ تنہا ذات محمد رسول اللہؐ میں جمع فرما دیا۔ بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اگلے انبیاء کو جو کچھ ملا وہ سب صفات محمد رسول اللہ ﷺ کا پرتو و عکس ہے۔ یہ مرکز ہیں وہ دائرہ ہیں۔ یہ سورج ہیں وہ ستارے ہیں۔ ستاروں کا نور سورج ہی کی روشنی کا انعکاس ہوتا ہے۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ کَوَاکِبُهَا یُظْهِرْنَ اَنْوَارَ هَالِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

یعنی آپ سورج ہیں اور دیگر انبیاء ستارے اور ستاروں کی روشنی ذاتی نہیں ہوتی وہ تو سورج ہی کی روشنی سے مستفاد ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

زمیں پہ جھک کے جو عرش بریں پہ پہنچی تھی ہمیں بلندی مقصود اسی جبیں سے ملی
خدا کے واسطے جینا بھی مرنا بھی یہ تربیت ادب انداز دل نشین سے ملی
اسد فیوض در مصطفےٰ کا کیا کہنا کہ جس کو جو بھی سعادت ملی یہیں سے ملی

## نرالی صفات:

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی خوبیاں اور صفات بھی عطاء فرمائی ہیں جو اگلے انبیاء کرام کو عطاء نہیں فرمائی گئی تھیں۔ جیسا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا اُعْطِیْتُ خَمْساً لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِداً وَطَهُوراً وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمَ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً۔ کہ مجھے پانچ خوبیاں ایسی عطاء فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو بھی عطاء نہیں فرمائی گئیں۔

۱) مجھے ایک مہینے کی مسافت سے اللہ تعالیٰ نے رعب اور دبدبہ عطاء فرما

دیا ہے۔ (۲) ساری روئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنا دیا ہے۔ (۳) غنیمت کا مال میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے۔ (۴) مجھے شفاعت عامہ کا اختیار دیا گیا ہے۔ (۵) ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث فرمایا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی عظمت عطاء فرمائی کہ اگلے انبیاء کے کمالات کے علاوہ مزید کمالات وصفات سے بھی نوازا۔

پھر دیگر انبیاءؑ نے بعض مواقع پر بعض چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے بن مانگے ہی عطاء فرما دیں۔ آدم علیہ السلام تین سو سال تک پریشان رہے اور اللہ تعالیٰ سے کلمات خاصہ مانگتے رہیں۔ فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ یعنی انہوں نے عاجزی اور منت سماجت کر کے وہ کلمات حاصل کیے اور آپؐ کے بارے میں آتا ہے وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ کہ ہم نے آپ کو بن مانگے ہی پورا قرآن عطاء فرما دیا۔

موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعاء فرماتے ہیں رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ اے اللہ میرا سینہ کھول دے۔ اور آپؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کہ ہم نے بن مانگے ہی آپ کا سینہ کھول دیا۔

موسیٰ علیہ السلام وزیر (بوجھ اٹھانے والا) مانگتے ہیں وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ اور آپؐ سے اللہ تعالیٰ نے وہ بوجھ ہی اٹھا دیا تاکہ وزیر مانگنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔

کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے پہلے پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى کہ اے موسیٰ اتنی جلدی کیوں کی ہے کہ اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ دیا۔ عرض کرتے ہیں وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ

رَبُّکَ فَتَرْضٰی کہ اے اللہ جلدی اس لیے کی ہے کہ تیری رضاء مطلوب ہے تا کہ تو راضی ہو جائے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضاء کے طالب اور جو یا تھے۔
مگر جب ہمارے پیغمبر کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کہ اے پیغمبر! میں تجھے بن مانگے اتنا دوں گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔
غور فرمائیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ کی رضاء مطلوب تھی اور یہاں اللہ تعالیٰ کو آپ کی رضاء مطلوب ہے۔

### قرآن اور عظمت مصطفیٰ:

گرامی قدر سامعین! عظمت مصطفیٰ کا لحاظ تو اللہ تعالیٰ نے خود قران مجید کے اندر فرمایا ہے۔ پورے قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو نام لیکر نہیں بلایا۔ یا محمد نہیں کہا' یا احمد نہیں فرمایا جبکہ اس کے برعکس دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو نام لیکر خطاب کیا۔ یا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ. یا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ. یا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً. یا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا. مَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یا مُوْسیٰ. یا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ. یا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ. یا یَحْیٰی خُذِالْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ۔
لیکن جب آپ کی باری آئی تو فرمایا یا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ. یا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِداً وَّ مُبَشِّراً. یا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً. یا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔
گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ نے یہ انداز تخاطب اختیار فرما کر خود بھی عظمت مصطفیٰ کا لحاظ رکھا اور ہمیں بھی عظمت و ادب مصطفیٰ کا درس دیا۔
مزید برآں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو تنبیہ فرمائی یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا

تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ حجرات) کہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو ان کے سامنے زور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کتنا ادب واحترام کرتے تھے' ان کی محبت کتنی سچی تھی' وہ بے ادبی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے' پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ اگر بے خیالی میں بھی آواز اونچی ہو گئی تو حبط اعمال کا شدید خطرہ ہے۔

پھر سوچیے! صحابہ کرامؓ کے اعمال کتنے قیمتی تھے ان کا جہاد' ان کی نمازیں' ان کے روزے' ان کے صدقات کتنے اعلیٰ تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ میرے صحابہؓ اگر ایک پاؤ جو اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں تو بعد والوں کا اُحد پہاڑ کے برابر خرچ کیا ہوا سونا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ ان کے کتنے وزنی اور پر خلوص اعمال بھی مجلس پیغمبر کا ادب ملحوظ نہ رکھنے کیوجہ سے ضائع اور برباد ہو سکتے ہیں۔ اسی ایک بات سے عظمت مصطفےٰ روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔

بلکہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے احترام اور عظمت کی اس حد تک تاکید فرمائی کہ اگر آپؐ حجرہ کے اندر ہوں تو آپؐ کو آواز تک نہ دی جائے۔ ایک دفعہ کچھ دیہاتی لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے آئے آپؐ اس وقت اپنے حجرہ کے اندر تشریف فرما تھے وہ لوگ باہر ہی سے آوازیں دینے لگے "یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَیْنَا" کہ اے محمد ذرا باہر آیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس

رویے کو سخت ناپسند فرمایا اور شدید تنبیہ فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورۃ الحجرات) کہ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے عقل ہیں۔

چونکہ ان کا یہ رویہ عظمتِ مصطفےٰ کے منافی تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے برداشت نہ فرمایا اور آئندہ کے لیے ایک قانون بنا دیا کہ آپ جب گھر میں موجود ہوں تو باہر سے آواز نہ لگائی جائے بلکہ صبر و تحمل کے ساتھ انتظار کیا جائے۔

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کی بھی عظمت کا اعلان کیا ہے جس پر آپ کے قدوم میمنت لزوم لگ گئے۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ کہ میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں شہر مکہ کی قسم کھانا اس شہر کی عظمت کی دلیل ہے کہ یہ بڑا مبارک شہر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کا راز بیان فرمایا اور اس بات کی وضاحت فرما دی کہ اس کی قسم اس لیے نہیں اٹھائی گئی کہ اس کے آباد کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' یہاں مبارک پہاڑ ہیں' یہاں جبل نور ہے' جبل ابی قبیس ہے' جبل صفاء اور مروہ ہے' منیٰ اور عرفات کی وادیاں ہیں' یہاں زمزم کا سدا بہار چشمہ ہے' یہاں مقام ابراہیم ہے' حجر اسود ہے' یہاں بیت اللہ ہے۔ نہیں نہیں۔ اس کی عظمت کی قسمیں اس لیے اٹھائی جارہی ہیں وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ کہ یہاں آپ قیام پذیر ہیں' یہاں کی سرزمین پر آپ کے قدموں کے تلوے لگ گئے' اس لیے اس شہر کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ اور یہ اس قابل ہو گیا کہ اس کی قسم اللہ نے قرآن میں اٹھا دی۔

گرامی قدر سامعین! گویا اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ غور کرو جس نبیٔ کے قدم لگنے سے وہ سرزمین اتنی عظمت والی بن گئی ہے وہ نبی خود کتنا عظیم ہوگا وہ خود کتنا مبارک ہوگا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

## عالم ارواح میں عظمت مصطفیٰ ﷺ:

کائناتِ رنگ و بو کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک اجتماع منعقد فرمایا۔ اس اجتماع میں شمولیت کی دعوت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام انبیاء کرامؑ کو دی۔ اور ان تمام انبیاء کرامؑ سے ایک وعدہ لیا گیا۔ ایک حلف لیا گیا۔ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَّ حِكْمَةٍ (سورۃ آل عمران) کہ تم عام آدمی نہیں ہو تم لوگوں کے راہنما اور مقتدا ہو میں تمہیں نبوت سے سرفراز فرماؤں گا۔ تمہارے سر پر نبوت کا تاج سجاؤں گا۔ تمہیں کتاب و حکمت عطاء کر کے تمہیں خصوصی مقام دوں گا۔ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ پھر اس کے بعد میرا عظیم الشان رسول آئیگا جو تمہاری نبوت، تمہاری کتاب اور تمہاری حکمت کی تصدیق کرے گا۔

تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے زمانہ میں آ جائے لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ پھر تم نے مقتدا نہیں رہنا، اس کا مقتدی بن جانا ہے اس پر ایمان بھی لانا ہوگا اور اس کی نصرت بھی کرنی ہوگی۔

قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کرلیا؟ پھر سب انبیاء کرامؑ نے بیک زبان ہو کر کہا قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا کہ ہم نے اس کا اقرار کرلیا۔ جب سب نے یہ وعدہ نبھانے کا اقرار کرلیا اور عزم بالجزم کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ تم بھی گواہ ہو جاؤ میں بھی اس بات کا گواہ ہوں۔ یعنی محمد رسول اللہ

ﷺ کی رسالت وعظمت کا پہلا گواہ خود خدا تعالیٰ ٹھہرا۔ اور دوسرے نمبر پر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرامؑ ٹھہرے۔

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو آپؐ کی نبوت ورسالت پر ایمان لانے اور تائید ونصرت کرنے کی وصیت نہ فرمائی ہو۔ اور اگر آپؐ کی بعثت ان انبیاء کرامؑ کے زمانہ میں ہوتی تو وہ تمام انبیاءؑ آپ کی امت میں شمار ہوتے۔

جیسا کہ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا ہے لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ کہ اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو انکو بھی میری اقتداء اور میری اتباع کے علاوہ چارہ نہ ہوتا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا اور تمام انبیاء کرام سے عظمت مصطفیٰ تسلیم کروائی اور آپ کو تمام انبیاء کا مقتدا اور راہنما بنایا۔

## عالم دنیا میں عظمت مصطفیٰ ﷺ:

معراج کی رات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب براق پر سوار ہو کر بیت المقدس میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی وہاں تمام انبیاء کرامؑ کو جمع فرما دیا۔ گویا کہ تمام انبیاء کرامؑ آپؐ کے انتظار میں وہاں جمع تھے۔ بعد ازاں ایک مؤذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام صف باندھ کر کھڑے ہو گئے کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ہمہ انبیاء جانثار تو اند　　مقیمے قطار انتظار تو اند
تو بدر منیری ہمہ اختر اند　　تو سلطان ملکی ہمہ لشکر اند

بعض روایات میں یہ بات آتی ہے کہ فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور صف بنا کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور پھر میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ اس طرح آپ امام الانبیاء بن گئے۔

وَقَدَّمَكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ بِهَا   وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمٖ

گرامی قدر سامعین! دیکھیے کس طرح اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا میں تمام انبیاء کو جمع فرما کر عظمت مصطفےٰ ؐ کا اظہار فرما دیا۔

پھر اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ اس طرح بھی تو ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام انبیاء کرام کو خانہ کعبہ میں جمع فرما دیتا۔ اور یہاں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ان کو جماعت کرا دیتے اور امامت انبیاء کا شرف آپ کو حاصل ہو جاتا۔ یقیناً خانہ کعبہ بیت المقدس سے افضل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا لمبا سفر کیوں کرایا۔ بیت المقدس ہی کو امامت کے لیے کیوں منتخب فرمایا؟ اصل بات یہ ہے کہ اگر آپؐ خانہ کعبہ میں جماعت کراتے تو آپ کی عظمت و شان کا اظہار مکمل طور پر نہ ہو سکتا۔ کیونکہ مکہ کرمہ تو آپ کا گھر تھا اپنے گھر میں تو ہر کوئی عظیم ہوتا ہے' مزہ تو تب ہے کہ مرکز بنی اسرائیل کا ہو' قبلہ ان کا ہو اور یہ اسماعیلی پیغمبر وہاں سے مسافرانہ انداز میں گزریں اور ان کے مرکز' انکے قبلہ میں ان کو جماعت کرائیں۔

اس طرح آپ کی عظمت کا اظہار مکمل کر ہو گیا۔

## آسمانوں میں عظمت مصطفےٰ ﷺ:

زمین پر عظمت مصطفےٰ ﷺ کا اظہار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے

آسمانوں میں بھی عظمت مصطفیٰ کا اظہار فرمادیا۔ خصوصی شان کے حامل انبیاء کرام کو مختلف آسمانوں پر مامور فرمادیا۔ تاکہ آپؐ جب وہاں سے گزریں تو وہ انبیاء کرام گویا آپؐ کے استقبال کے لیے وہاں موجود ہوں۔ آپ کو خوش آمدید اور مرحبا کہیں۔

چنانچہ پہلے آسمان پر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام آپؐ کے استقبال کے لیے موجود تھے اور آپ کو کہا "مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ." دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود تھے۔ ان سب انبیاء کرامؑ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو کلمات ترحیب کہے۔ اور آپؐ پر عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ اس طرح آسمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کا پھریرا لہرادیا۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ ... وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ ... وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّ لَا كَرَمٍ

وَ كُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ ... غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

## عالم آخرت میں عظمت مصطفیٰ ﷺ:

عالم آخرت میں جہاں ساری نوع بشر جمع ہوگی اللہ تعالیٰ نے کئی وجوہ سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار فرمایا۔

☆ قیامت کے دن آپؐ کی امت کی کثرت بھی آپؐ کی عظمت کی دلیل ہے اسی لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کثرت سے شادیاں کر کے

میری امت کو بڑھاؤ مجھے قیامت والے دن تمہاری کثرت پر فخر ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت والے دن ہر نبی اپنی امت کے ساتھ حاضر ہوگا۔ کسی نبی کے ساتھ تھوڑے امتی ہوں گے کسی کے ساتھ زیادہ کسی کے ساتھ ایک دو آدمی ہوں گے اور کسی کے ساتھ اس کا ایک امتی بھی نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا گروہ ایک طرف سے آ رہا ہے۔ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِیْ میں نے گمان کیا کہ یہ میرے امتی ہیں۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی تعداد آ رہی ہے جس نے افق کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور مجھے بتایا گیا کہ هٰذِهٖ اُمَّتُکَ یہ آپ کی امت ہے۔ ان میں ستر ہزار ایسے بھی ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن تمام لوگوں کو صفوں میں کھڑا کیا جائیگا تو کل ۱۲۰ صفیں بنیں گی ان میں سے چالیس صفیں باقی سب انبیاء کی امتوں کی ہوں گی اور ۸۰ صفیں تنہا میری امت کی ہوں گی۔ تو اس طرح قیامت والے دن کثرت امت بھی عظمت مصطفیٰ ﷺ کی ایک دلیل ہے۔

☆ اسی طرح حوض کوثر کا ملنا بھی آپ ﷺ کی عظمت پر دال ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَزَوَایَاہُ سَوَاءٌ مَاءُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَ کِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ کہ میرا حوض ایک مہینہ کی سیر کی مسافت تک ہے اس کے چاروں کونے برابر ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے پیالے اور آب خورے آسمان کے ستاروں کی مانند چمکدار

ہیں۔اس کی مٹی خالص کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوْضاً کہ ہر نبی کو ایک حوض دیا جائیگا وَاِنَّھُمْ لَیَتَبَا ھَوْنَ اَیُّھُمْ اَکْثَرُ وَارِدَۃً انبیاء کرامؑ آپس میں اس بات پر فخر کریں گے کہ کس کے پاس پانی پینے کے لیے زیادہ آدمی آئے۔وَاِنِّیْ لَاَ رْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَ ھُمْ وَارِدَۃً اور مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ تعداد میرے ہاں جمع ہوگی۔

☆ قیامت کے دن شفاعت عامہ کرنا بھی آپؐ کی عظمت وشان کی دلیل ہے۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ پریشان ہو کر سوچیں گے کہ کوئی شفیع تلاش کرو۔تو لوگوں کا ایک وفد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں جائیگا ان سے عرض کرے گا کہ ہماری سفارش کریں۔آدم علیہ السلام معذرت کریں گے اور فرمائیں گے لَسْتُ لَھَا لَسْتُ لَھَا میں اس قابل نہیں ہوں اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ کہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔

پھر لوگ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی معذرت کریں گے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوں گے وہ بھی شفاعت کی ہمت نہ کرسکیں گے۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں آئیں گے وہ بھی معذرت کریں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں آئیں گے وہ بھی معذرت کریں گے۔اس طرح سب انبیاء کرامؑ انکار کردیں گے لَسْتُ لَھَا لَسْتُ لَھَا کہیں گے۔

پھر وہ لوگ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو آپؐ فرمائیں گے اَنَا لَھَا میں اس کا اہل ہوں اور تمہاری سفارش کرنے کے لیے تیار ہوں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں اللہ کے حضور سجدہ میں

گر کر اللہ کی حمد و ثناء کروں گا وَيُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا لَا تَحْضُرُنِيْ اَلْاٰنَ
اور اللہ تعالیٰ اس وقت میرے دل میں اپنی ایسی ایسی حمدیں اور ثنائیں القاء کرے
گا جن کا اب مجھے علم نہیں ہے۔ کافی لمبا سجدہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا یَا
مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ کہ اے میرے پیغمبر! سر اٹھایئے سَلْ تُعْطٰی مانگیے میں
دینے کے لیے تیار ہوں اِشْفَعْ تُشَفَّعْ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی
جائے گی۔ پھر آپ شفاعت فرمائیں گے تو لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوگا۔
آپ کی اس شفاعت سے ہر نفس مستفید ہوگا اسی لیے اس کو شفاعت
عامہ کہتے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں شفاعت کے لیے چلنے والے وفد کے
دل میں پہلے ہی یہ بات کیوں نہ آئی کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے
ہاں چلے آتے اور شفاعت کے لیے عرض کرتے۔ اس طرح تو معاملہ جلدی حل ہو
سکتا تھا اور وہ لوگ لمبے چکر سے بچ جاتے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت برسرِ عام عظمت مصطفیٰ ﷺ کا
اظہار کرنا چاہتا تھا۔ ان کے دل میں اللہ نے یہ بات آنے ہی نہ دی تاکہ اچھی
طرح کھل کر عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار ہو جائے۔ اگر پہلے ہی سیدھے آپ کے
ہاں چلے آتے اور آپ سفارش کر دیتے تو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا کھل کر اظہار نہ ہو
سکتا۔ جب سب کی طرف سے ''نہ'' میں جواب ملا ایک گونا ناامیدی ہوئی اور پھر
آپ کی طرف سے ''ہاں'' میں جواب ملا تو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار ہو گیا۔

☆ اسی طرح قیامت والے دن آپ کا مقام محمود پر فائز ہونا بھی آپ کی
عظمت کی دلیل ہے۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور مقام محمود
قرب و دُنو کا وہ اعلیٰ مقام ہے کہ کسی نبی کو بھی اتنا مقام قرب نصیب نہ ہوگا۔ ساری

جنتوں سے اوپر حتیٰ کہ جنت الفردوس سے بھی اوپر وہ مقام ہے۔ سَقْفُهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ اس کا چھت اللہ کے عرش کا فرش ہوگا۔

☆ قیامت کے دن مقام وسیلہ کا ملنا بھی آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ! "مَا الْوَسِیْلَةُ" کہ وہ وسیلہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَعْلٰی دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ لَا یَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ کہ وسیلہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے جسے صرف ایک آدمی ہی حاصل کر سکے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔

☆ قیامت کے دن لواء الحمد صرف آپؐ کے ہاتھ میں ہوگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں اس پر اتراتا اور فخر نہیں کرتا۔ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ اور حمد کا جھنڈا بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے فخر نہیں وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ اور آدم علیہ السلام اور دیگر سب انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حتیٰ کہ قیامت والے دن جنت کا افتتاح بھی آپؐ کے ہاتھوں سے ہوگا اور آپؐ ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عظمت مصطفیٰ ﷺ کی صحیح قدر نصیب فرمائے۔ آمین۔

## ٤:- عبدیت مصطفیٰ ﷺ

(عبدیت مصطفیٰ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَ اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَداً (سورۃ الجن) صدق اللہ العظیم

گرامی قدر سامعین! ''عبد'' بندہ کو کہتے ہیں اور بندہ وہ ہوتا ہے جس میں بندگی اور عاجزی پائی جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ بندگی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سے زیادہ عاجزی اور انکساری آپ ؐ نے ہی کی ہے۔ اس لیے اس کے حقیقی بندے اور کامل انسان آپ ؐ ہی ہیں۔

اگر آپ قرآن مجید کے اندر غور فرمائیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ عموماً اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ کا ذکر ان کا نام لیکر کیا ہے۔ لیکن اکثر مقامات پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے نہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لیا ہے اور نہ ہی آپ کا کوئی اور وصف ذکر کیا ہے۔ بلکہ آپ کو صرف ''عبد'' کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہِ الخ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی۔ تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے

پر فرقان نازل فرمایا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پھر اس نے اپنے بندے پر جو وحی فرمانا تھی فرما دی۔ وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی پکار کے لیے کھڑا ہوا تو اس پر لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ باندھنا شروع کر دیتے ہیں۔

غور فرمائیں! ان تمام مقامات پر آپ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ صرف اور صرف عبد کا لفظ استعمال کیا گیا۔ حالانکہ اگر دیگر انبیاء کرامؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے عبد کا لفظ استعمال کیا بھی ہے تو ساتھ انکا نام بھی لیا ہے۔ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ زکریا علیہ السلام پر۔ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَاالْاَیْدِ اور ہمارے بندے حضرت داؤد علیہ السلام جو قوت والے تھے کو یاد کیجئے۔ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا ذکر سنایئے۔ وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اور ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو یاد کیجئے۔

میرے خیال میں اس سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عبدیت اور بندگی اس درجۂ انتہاء اور مرتبہ قصویٰ تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر بغیر کسی اضافت و نسبت کے بغیر نام لیے اگر صرف "عبد" کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے مراد وہی ذات عالی ہو گی کیونکہ تمام کائنات میں آپ جیسا عبد اور انسان کوئی نہیں ہے۔ جتنی عبدیت آپ کے اندر پائی جاتی ہے اتنی کسی اور کے اندر نہیں پائی جاتی۔

حدیث پاک میں ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ حیران ہو کر سوال کر لیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ ساری رات عبادت

کرتے ہیں وَلَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے سب اگلی پچھلی لغزشیں اٹھا لیں ہیں۔ آپؐ تو امام الانبیاء ہیں، سید الاولین والآخرین ہیں، ساقی کوثر ہیں شافع محشر ہیں۔ آپؐ کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے مقام محمود اور مقام وسیلہ منتخب فرما دیا۔ جنت کا دروازہ بھی تو آپؐ ہی کھولیں گے۔ آپؐ کی اطاعت و تابعداری میں ہی تو ساری کائنات کا رازِ نجات پوشیدہ ہے۔ پھر آپؐ اتنی زیادہ عبادت کرنے کی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کہ عائشہؓ! میں ان تمام نعمتوں پر خدا کا شکر ادا نہ کروں؟ اس کا عبد شکور نہ بنوں؟

حدیث کی کتب میں آپؐ کی عجز بھری دعائیں مذکور ہیں جو آپؐ کے کمال عبدیت پر دال ہیں۔ حجۃ الوداع میں عرفہ کی شام کو آپؐ کی خاص دعا یہ تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ اَسْئَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَھِلُ اِلَیْکَ اِبْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ وَ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتْ لَکَ عَبْرَتُہٗ وَ ذَلَّ لَکَ جِسْمُہٗ وَ رَغِمَ لَکَ اَنْفُہٗ الخ (معارف الحدیث)

اے اللہ! تو ہی میری بات کو سننے والا ہے اور تو ہی مجھے دیکھنے والا ہے۔ اور تو ہی میرے ظاہر و باطن سے باخبر ہے۔ تجھ سے میری کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں۔ میں دکھی ہوں محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، ترساں ہوں، ہراساں ہوں، اپنی لغزشوں کا اقراری ہوں۔ تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جیسے کوئی عاجز مسکین بندہ سوال کرتا ہے۔ تیرے آگے اس طرح گڑگڑاتا ہوں جیسے کوئی گنہ

گار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے۔ اور تجھ سے اس طرح دعاء کرتا ہوں جیسے کوئی خوف زدہ آفت رسیدہ دعا کرتا ہے۔ اور اس بندے کی طرح مانگتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو۔ اور آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کیے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔

گرامی قدر سامعین! اس دعاء کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ کس طرح اس کا ایک ایک لفظ عبدیت وتذلل کی روح سے لبریز ہے۔

اسی طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا معاملہ ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ بشریت کوئی عیب یا نقص نہیں ہے بلکہ بشریت متضمن بکمال ہے۔ ساری مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف واعلیٰ بنایا ہے۔ انسان ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا کر نوریوں اور ناریوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ تخلیق آدم کا واقعہ ذہن میں رکھیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (سورۃ ص) کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں جب میں اسے مکمل کرلوں اور اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔ گویا پہلے دن ہی بشریت کی عظمت کا اظہار فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے وہ سب جنس بشر سے تھے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ (سورۃ النحل) کہ آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء کرام بھیجے گئے وہ سب مرد ہی تھے۔ انسانوں کی راہنمائی کے لیے انسان ہی کو مبعوث فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے جس کا ذکر اس نے بار بار قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ گویا ہر نبی کے سر پر دو تاج ہوتے ہیں ایک بشریت کا تاج اور دوسرا نبوت کا تاج۔ اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

سر پر ایک تیسرا تاج بھی سجایا گیا ہے اور وہ ہے ختم نبوت کا تاج۔

کفار کو اس بات پر تعجب تھا کہ بشر اور انسان کو نبی کیوں کر بنا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکا یہ اعتراض نقل فرما کر اس کا جواب بھی دیا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى اِلَّآ اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل) کہ لوگوں کے ہاں جب ہدایت پہنچی تو ان کو ایمان لانے سے اس بات نے روکے رکھا کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا میرے پیغمبر! جواب دیں کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے بستے ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کے لیے آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیج دیتے۔ چونکہ ہدایت اور راہنمائی انسانوں کی مقصود ہے اس لیے انسان ہی کو منتخب فرمایا گیا ہے۔

گرامی قدر سامعین! یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کفار کا انبیاء کرامؑ کو بشر کہنا بطور الزام کے نہ تھا بلکہ تعجب کے طور پر تھا۔ کفار کے اعتراضات دو قسم کے ہیں۔ (۱) الزامات و بہتان۔ (۲) تعجبات۔

الزامات یہ کہ انبیاء کرام کو ساحر کہا گیا۔ کذاب کہا گیا۔ شاعر اور مجنون کہا گیا۔ سفاہت اور ضلالت ان کی طرف منسوب کی گئی۔ ان تمام الزامات کی تردید اللہ تعالیٰ نے اور انبیاء کرامؑ نے فرما دی۔

کفار کے دوسری قسم کے اعتراضات بطور تعجب کے ہیں۔ جیسے اکل طعام۔ بازار میں جانا۔ بشر ہونا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید نہیں فرمائی بلکہ ثابت کیا کہ یہ چیزیں نبوت کے منافی نہیں ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (سورۃ فرقان) اور ہم نے آپؐ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور

بازاروں میں جایا کرتے تھے۔ یعنی ان کے ساتھ بھی اسی طرح بشری ضروریات لگی ہوئی تھیں جس طرح آپؐ کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مقام پر بڑی وضاحت کے ساتھ کفار کا اعتراض اور انبیاء کرامؑ کا اعتراف نقل فرمایا ہے اور بشریت انبیاء کا مسئلہ بالکل واضح فرما دیا ہے کہ انبیاء کرامؑ نے جب اپنی قوموں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید کا مسئلہ واشگاف انداز میں بیان فرمایا تو کفار نے آگے سے اعتراض کیا قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ ابراہیم) وہ بولے کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو تمہارا یہ منشاء ہے کہ جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد نے کی ان کی عبادت سے ہمیں روک دو پس ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل یعنی معجزہ پیش کرو۔

غور فرمائیں! کفار کے دو اہم اعتراض ہیں۔ (۱) تم ہماری طرح بشر ہو۔ (۲) تم معجزہ (ہماری مرضی کا) پیش کرو۔ اب انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کے جواب میں کیا فرمایا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ پیغمبروں نے ان سے فرمایا کہ یہ بات درست ہے کہ ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر تمہیں کوئی معجزہ دکھاسکیں۔

گرامی قدر سامعین! ذرا غور فرمائیں اگر انبیاء کرام بشر نہ ہوتے تو یقیناً ان کے جواب میں یہ فرما دیتے کہ تمہیں غلطی لگی ہے ہم بشر اور انسان نہیں ہیں۔ صرف بشریت کا لباس ہے اور ہماری حقیقت تو کچھ اور ہے۔ انبیاء کرامؑ کا عین مجادلہ و مناظرہ کے وقت اپنی بشریت کا اعتراف فرمانا بشریت انبیاء کی زبردست

دلیل ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے واضح اعلان کرایا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ کہف) اے پیغمبر فرما دیجئے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے۔

یہاں "مِثْلُكُمْ" کا لفظ غور طلب ہے یعنی میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ یاد رکھیے یہاں جنس میں مماثلت بیان کی جا رہی ہے نہ کہ مقام و مرتبہ میں۔ یعنی تمہاری اور میری جنس ایک ہی ہے تم بھی انسان' میں بھی انسان۔ تم بھی عوارضات بشریہ کے حامل' میں بھی ان کا حامل۔ تمہارے بھی ماں باپ' میرے بھی ماں باپ۔ تمہاری بھی اولاد میری بھی اولاد۔ تم بھی کھانا کھاتے ہو' میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ تم بھی بیمار ہوتے ہو' میں بھی بیمار ہوتا ہوں۔ یعنی جس طرح تمہارے ساتھ عوارضات بشریہ لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح میرے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں۔ پھر تمہارے اور میرے درمیان فرق کہاں سے پیدا ہو گیا؟ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرما کر میرے سر پر تاجِ نبوت سجا دیا۔ مجھے تمہارا مقتدا اور راہنما بنا دیا۔

باقی رہی مقام اور رتبہ کی بات! کہاں اللہ کے پیغمبر ﷺ کی عظمت و شان اور کہاں ایک عام آدمی! "ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا"

آپ ﷺ کی تو اتنی شان ہے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

علامہ بوصیریؒ فرماتے ہیں۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ

یعنی جتنی بھی تحقیق کی جائے نتیجہ یہی نکلے گا کہ آپ بشر ہیں اور بشر

ہونے کے ساتھ ساری مخلوقات سے زیادہ آپ ہی کا مقام ہے۔

ایک اور شاعر نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ وَ يَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرِ

کہ حضرت محمد ﷺ بشر ہیں مگر آپ کا رتبہ دوسرے انسانوں جیسا نہیں جس طرح یاقوت بھی ایک پتھر ہے مگر وہ دوسرے پتھروں سے ممتاز ہے۔

گرامی قدر سامعین! سڑک پر ڈالے جانے والے پتھروں پر غور کریں۔ یہ پتھر ہی ہیں مگر ان کی حیثیت و مرتبہ کتنا کمتر ہے کہ ان کو لوگوں کی راہوں میں بچھایا جا رہا ہے۔ اور ایک وہ بھی پتھر ہوتا ہے جو انگوٹھی کے اندر نگینے کے طور پر سجایا جاتا ہے' زیورات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا خیال ہے دونوں کی قیمت یکساں ہے؟ یہ ٹھیک ہے کہ جنس کے اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں مگر مرتبہ و منزلت کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ وَ يَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرِ

اسی طرح ایک اینٹ وہ ہوتی ہے جو مسجد کے محراب و منبر پر لگائی جاتی ہے اور ایک اینٹ وہ ہوتی ہے جو مسجد کے بیت الخلاء میں لگائی جاتی ہے۔ جنس کے اعتبار سے دونوں اینٹیں ہی ہیں' مگر درجے اور مرتبے کے لحاظ سے کتنا فرق ہے!

**غلطی کی اصل وجہ:**

غلطی لگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے جب انبیاء کرام کا حسن و جمال دیکھا ان کی معصومیت و پاک دامنی دیکھی تو انہیں یہ شبہ ہو گیا کہ یہ بشر اور انسان نہیں ہیں' بلکہ نوری مخلوق ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی آدمی انگوٹھی میں جڑے ہوئے پتھر کے نگینے کو دیکھے تو اس کی صفائی نفاست اور شفافیت کو دیکھ کر

اسے یہ دھوکہ لگ جائے کہ یہ پتھر نہیں بلکہ شیشہ ہے۔ کیونکہ اس کا ذہن یہ بنا ہوا ہے کہ شیشہ ہی اتنا نفیس اور شفاف ہو سکتا ہے' پتھر اتنا شفاف اور حسین نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ سارا راز تو اسی میں ہے کہ جنس کے لحاظ سے تو پتھر ہو اور شفافیت اتنی ہو کہ شیشے کا گمان ہونے لگے۔ شیشہ اگر شفاف ہے تو یہ اس کے لیے کوئی کمال نہیں ہے۔

اسی طرح انبیاء کرام کا معاملہ ہے ان کی ساری شان و عظمت تو اسی لیے ہے کہ بشر ہو کر فرشتوں سے زیادہ حسین اور معصوم ہوں۔ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہوں' ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوں۔

مصر کی عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر یہی دھوکہ ہوا تھا فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (سورۃ یوسف) جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اُن کے حسن کی ان پر اتنی دھاک بیٹھ گئی کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہنے لگیں سبحان اللہ یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ کفار نے انبیاء کرام کو بشر کیوں کہا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ خیال بنا ہوا تھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو مختار کل ہو اور عالم الغیب ہو۔ وہ نبی کو خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔ اسی لیے تو انبیاء کرامؑ سے من پسند معجزے مانگتے تھے۔ جب انبیاء کرامؑ نے ان کے من پسند معجزے نہ دکھائے تو انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ تم تو محض ہماری طرح بشر ہو نبی نہیں ہو۔ یعنی انہوں نے بشریت کو تسلیم کیا اور نبوت کا انکار کر دیا۔

اور بعض لوگوں نے انبیاء کرامؑ کی معصومیت پاکیزہ کردار۔ عجیب و غریب معجزے دیکھ کر ان کو خدائی صفات کا حامل قرار دے لیا۔ اور ان کی بشریت کا انکار

کر دیا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ بشریت کے لبادہ میں درحقیقت یہ خود خدا ہیں۔ یا خدا کے نور کا حصہ ہیں۔ فافہم وتدبر۔

کفار مکہ نے ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منہ مانگے معجزے اسی لیے طلب کیے تھے کہ انکا خیال تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو مختار کل ہونا چاہیے خدا کا اوتار ہونا چاہیے اور یہ کام کر دینے چاہئیں۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعاً اَوْتَکُوْنَ لَکَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھَارَ خِلَالَھَا تَفْجِیْرًا اَوْتُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا اَوْتَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ قَبِیْلاً اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْتَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتَابًا نَّقْرَؤُہٗ. (سورہ بنی اسرائیل) اور کہنے لگے ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک یہ کام نہ کر دو۔ (۱) یا تو ہمارے لیے زمین میں سے چشمہ جاری کر دو۔ (۲) یا اپنے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ پیدا کر دو اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دو۔ (۳) یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہمارے اوپر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ۔ (۴) یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لیکر آؤ۔ (۵) یا تمہارا گھر سونے کا بن جانا چاہیے۔ (۶) یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے جب تک کہ کوئی ایسی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام فرمائشوں کا جواب اپنے پیغمبرؑ سے اس طرح دلوایا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ فرما دیجئے کہ میرا رب پاک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کام میرے نہیں ہیں یہ کام تو میرے رب کے ہیں وہی سارا اختیار رکھتا ہے۔ اور رب والے کام میں تب کر سکوں کہ میں نے اس کے شریک ہونے کا دعویٰ کیا ہو میرا تو یہی اعلان ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ کہ میرا رب شریکوں سے پاک ہے۔ پھر سوال پیدا

ہوتا ہے کہ جب تم یہ اختیارات نہیں رکھتے تو پھر اپنی حیثیت واضح کرو اس کے لیے فرمایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہ میں تو صرف بشر رسول ہوں۔ یعنی بشر بھی ہوں اور رسول بھی ہوں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے پیغمبرؐ سے بشریت کا صاف اعلان کرا دیا۔ کیا اتنے واضح اعلان کے بعد بھی کوئی شخص آپ کی بشریت وعبدیت کا انکار کر سکتا ہے؟

## احادیث کی رو سے:

احادیث شریفہ میں بھی یہ مسئلہ بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو ظہر کی نماز پڑھائی اور آپؐ نے چار رکعات کی بجائے پانچ رکعات پڑھا دیں۔ بعد میں صحابہ کرامؓ نے سوال کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ زِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ کہ اے اللہ کے رسول! کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "لا" نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ آپؐ نے تو پانچ رکعات پڑھائی ہیں اس موقعہ پر آپؐ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ (مسلم شریف) کہ میں بھی تمہاری طرح بشر اور انسان ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں اور جب کبھی میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔

اس حدیث میں آپؐ نے واضح طور پر اپنی بشریت کا اعلان فرمایا ہے۔

☆ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپؐ نے دیکھا کہ انصار تابیر نخل یعنی کھجوروں کو پیوند کرتے ہیں۔ آپؐ نے انہیں مشورہ دیا کہ ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو وہ رک گئے۔ خدا کی قدرت کہ اس طرح ان کے پھلوں میں کمی آ گئی۔ انصار نے آپؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ

نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْہُ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ رَّاْیٍ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ (مسلم شریف) کہ میں ایک بشر ہوں جب تمہیں کسی دینی معاملہ میں کوئی حکم دوں تو اسے اپنا لیا کرو اور جب دینوی معاملہ میں اپنا مشورہ دوں تو بس میں بشر ہی ہوں۔

اس حدیث پاک میں بھی آپؐ نے واضح طور پر اپنی بشریت کا اعلان فرمایا ہے۔

☆ ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ اِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ وَ لَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ وَاَقْضِیْ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مِمَّا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ مِنْ حَقِّ اَخِیْہِ شَیْئاً فَلَا یَاْخُذْ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِنَ النَّارِ (بخاری شریف) کہ میں بھی بشر اور انسان ہوں۔ اور تم میرے پاس جھگڑوں کے فیصلے کرانے آتے ہو ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص دوسرے کی نسبت زیادہ چالاک اور باتوں میں تیز ہو اور میں تو دلائل ہی کی بنیاد پر فیصلہ کروں گا۔ پس اس طرح اگر کسی کے حق میں میں فیصلہ کر دوں تو وہ جان بوجھ کر اپنے بھائی کا مال نہ لے لے وہ اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔

☆ ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَرْضٰی کَمَا یَرْضَی الْبَشَرُ وَاَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ (مسلم شریف) کہ میں بھی ایک بشر ہوں میں بھی کبھی خوش ہوتا ہوں جیسے لوگ خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض ہوتا ہوں جیسے دیگر لوگ ناراض ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی آپؐ نے اپنی بشریت اور عوارض بشریت کا صاف اعلان فرمایا ہے۔

☆ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے موقعہ پر آپؐ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا اَلَا یَا اَیُّھَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ

رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبُ الخ (مسلم شریف) لوگو! غور سے سن لو میں بھی ایک بشر ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ عنقریب میرے پاس اللہ کا قاصد (فرشتہ موت) آ جائے اور میں اس کے پیغام کو قبول کرلوں۔ پھر آپ ؐ نے کتاب اللہ اور اہل بیت کی فضیلت بیان فرمائی۔ اس حدیث میں بھی آپ ؐ نے واضح طور پر اپنی بشریت اور اپنی وفات کا اظہار فرمایا ہے۔

☆ ایک موقعہ پر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ارشاد فرمایا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ (ترمذی) کہ رسول اللہ ﷺ جنس بشر میں سے ایک بشر تھے۔ آپ ؐ اکثر گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹاتے تھے۔

☆ علاوہ ازیں عقائد کی کتابوں میں وضاحت ہے اَلنَّبِیُّ ھُوَ اِنْسَانٌ بَعَثَہُ اللّٰہُ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ کہ نبی ایک انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کے لیے مبعوث فرماتا ہے۔

## کیا آپ ؐ نور بھی تھے ؟

بعض لوگ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ آپ ؐ نور تھے اور بشر نہ تھے۔ اور اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کا سہارا لیتے ہیں قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (سورہ مائدہ) کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آ گئی۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہاں نور اور کتاب مبین دو چیزوں کا بیان ہے۔ نور سے مراد آپ ؐ ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ وہ اس طرح کہ نور اور کتاب مبین سے یہاں ایک ہی چیز مراد ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ اسے نور بھی کہا گیا ہے اور کتاب بھی۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ کہ اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔ اگر الگ الگ چیزیں

مراد ہوتیں تو اللہ تعالیٰ "بِہٖ" فرمانے کی بجائے "بِھِمَا" فرماتا۔ بِہٖ میں واحد کی ضمیر استعمال فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ پیچھے ذکر شدہ دو چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔

بالفرض اگر ان کے استدلال کو مان کر یہاں نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس لے لی جائے تو بھی نور کا مجازی معنی ہوگا نہ کہ حقیقی۔ نور کی تعریف یہ ہے جو خود بھی روشن ہو اور دوسری چیزیں اُس کی روشنی کیوجہ سے روشن نظر آئیں۔ جیسے سورج' چاند' چراغ وغیرہ کا نور ہوتا ہے۔

تو کیا آپؐ اس طرح نور تھے کہ سورج چاند کی طرح مادی روشنی کی کرنیں آپؐ کے وجود سے نکل رہی تھیں؟ ذرا سوچئے! اس طرح تو اللہ تعالیٰ نے بارہا قرآن کو بھی نور کہا ہے ایمان کو بھی نور فرمایا ہے دین بھی نور ہے۔ تو کیا قرآن مجید حسی طور پر نور ہے؟ اندھیرے میں جگمگاتا ہے؟ کیا قرآن مجید کا سایہ نہیں ہوتا؟ قرآن کے حروف سیاہ ہیں۔ کیا نور کالا ہوتا ہے؟

گرامی قدر سامعین! اصل بات یہ ہے کہ قرآن بھی مجازی طور پر نور ہے اور آنحضرت ﷺ بھی مجازی طور پر نور ہیں۔ صرف نور نہیں بلکہ آپؐ سراج منیر ہیں۔ آپؐ ذات کے اعتبار سے بشر ہیں اور آپؐ صفت کے اعتبار سے نور ہیں۔

آپ کی ایک لمبی دعاء حدیث میں مذکور ہے جس میں آپؐ نے اپنے ایک ایک عضو کے نور ہونے کی دعاء مانگی ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا الخ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کی یہ دعاء یقیناً قبول ہوئی اور آپ سراپا نور ہیں۔ آپ کا چلنا پھرنا۔ اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' سونا جاگنا' غرضیکہ آپ کی ایک ایک حرکت اور ادا نور ہی نور ہے مگر کیسا نور؟ کیا سورج جیسا نور؟ بجلی کے قمقموں جیسا نور؟ چراغ جیسا نور؟ اگر سورج چاند جیسا حسی نور مراد لیا جائے تو پھر آپؐ کے گھر میں چراغ

کیوں جلتا تھا؟ آخری رات بھی حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ادھارا تیل لیکر چراغ جلایا تھا حدیث کی کتب میں آپؐ کے بالوں کی بھی تفصیل ہے کہ آپؐ کی زلفیں سیاہ تھیں آپؐ کی داڑھی مبارک بھی سیاہ تھی۔ آپؐ کی آنکھیں سیاہی کی جگہ سخت سیاہ اور سفیدی جگہ سفید تھیں۔ یہی تو آپؐ کا حسن تھا۔

رات زلفوں سے کرے شوخ اندھیروں کا سوال
روشنی لوح جبیں سے مہ تاباں مانگے

بتایئے کیا نور کالا ہوتا ہے؟ اگر آپؐ کی زلفیں آپؐ کی داڑھی مبارک نور ہے تو پھر یہ کالی کیوں ہے؟

گرامی قدر سامعین! اصل بات یہ ہے کہ آپؐ ہدایت کا نور تھے۔ یعنی آپؐ کی ذات بشر تھی اور آپؐ کی صفت نور تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطاء فرمائے۔ آمین

---

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دریتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

## 5:- اطاعت مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ الخ (سورۃ آل عمران) صدق اللہ العظیم۔

گرامی قدر سامعین! قرآن و حدیث کے اندر اگر گہرائی سے غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ساری کائنات انسان کے لیے مسخر فرما دی ہے اور ہر چیز کو اس کی خدمت پر لگا دیا ہے۔ اور پھر انسان کی تخلیق کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (سورۃ ذاریات) کہ ہم نے جن و انسان کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

جانور پیدا ہوئے تیری وفا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے اور تو ہے خدا کے واسطے

انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرے اور ہر ممکن اس کی رضاء و خوشنودی حاصل کرے اور ہر اس قول و فعل سے بچے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پیدا ہوتی ہے۔ گویا اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا انسان کے لیے از حد ضروری ہے۔ ورنہ وہ خائب و خاسر اور نامراد رہے گا۔

گرامی قدر سامعین! انسان کے پاس تو کوئی ایسی صورت اور طریقہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم کر سکے کہ اللہ تعالیٰ کن عقائد اور کن اعمال سے خوش ہوتا ہے اور کن سے ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے نبوت و رسالت کا نظام قائم فرمایا، انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، ان پر وحی نازل فرما کر لوگوں کو اپنے احکامات سے آگاہ فرمایا۔

نبوت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ واضح ہو کہ سب انبیاء کا دین ایک ہی تھا البتہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کو ایک مکمل ضابطہ حیات ایک کامل شریعت اور کامل دین مرحمت فرما دیا۔ آپؐ نے مملکت عالم کے لیے ایک ابدی دستور کامل و مکمل صورت میں پیش فرما دیا۔ رضاء الٰہی کے حصول کے جتنے طریقے ممکن ہو سکتے تھے ان سب کے اصول وقواعد بیان فرما دیے۔

بالآخر حجۃ الوداع کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ مائدہ) کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے میں نے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر لوگوں سے سوال فرمایا هَلْ بَلَّغْتُ؟ بتاؤ کیا میں نے تمہارے تک اللہ کا دین پہنچا دیا؟ سب لوگوں نے جوابا کہالَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَ كَشَفْتَ الْغُمَّةَ کہ بے شک آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اللہ تعالیٰ کی امانت ہم تک بلا کم و

کاست پہنچادی، امت کی خیر خواہی فرمادی اور راہ حق سے دبیز پردے ہٹا کر حق کو واضح فرما دیا۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ کہ اے اللہ تو گواہ ہو جا کہ میں نے ان تک تیرے احکامات پہنچا دیے۔

**اسوہ کامل:**

گرامی قدر سامعین! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندگی کے ہر موڑ پر ہماری راہنمائی فرما دی۔ اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات تو اپنی جگہ رہے آپ نے ہمیں انتہائی چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی تعلیم دے دی۔ کھانے، پینے سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، جوتا پہننے اتارنے حتیٰ کہ پیشاب کرنے اور تھوکنے تک کے آداب بیان فرمائے اور زندگی کا کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔

زندگی کے جس گوشہ میں ہمیں راہنمائی و ہدایت کی ضرورت ہو اس کا نمونہ آپ کی سیرت کے اندر موجود ہے۔ دولت مند کے لیے مکہ کرمہ کے تاجر، غریب کے لیے شعب بنی ہاشم کے قیدی، بادشاہ کے لیے سلطان عرب وعجم، سپہ سالار کے لیے بدر وحنین کے سپہ سالار، استاد اور معلم کے لیے صفہ کے مدرس، فاتح کے لیے مکہ مکرمہ کے فاتح، یتیم کے لیے عبداللہ کے یتیم، قاضی وجج کے لیے مدینہ منورہ کے منصف شوہر کے لیے خدیجہؓ وعائشہؓ کے مقدس شوہر، صاحب اولاد کے لیے زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ کے والد مکرم کا اسوہ اور نمونہ موجود ہے۔

گرامی قدر سامعین! زندگی میں ہزار ہا واقعات اور حادثات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کبھی شادی ہے تو کبھی غمی ہے۔ کبھی صحت ہے تو کبھی بیماری ہے۔ کبھی سفر ہے تو کبھی حضر ہے۔ کبھی جنگ ہے تو کبھی امن ہے۔ کبھی پیدائش ہے تو کبھی موت ہے۔ کبھی شادی کی بارات ہے تو کبھی جنازہ کندھوں پر ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر ہر نشیب وفراز میں ہمارے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا

بہترین نمونہ موجود ہے۔

اگر یہ دنیا انسانی مزاجوں' صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کا نام ہے تو یقین کیجئے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری دائمی اور عالمگیر راہنما نہیں ہو سکتا۔

## اطاعت مصطفیٰ ؐ اور قرآن:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار مختلف انداز میں اطاعت مصطفیٰ ؐ کا حکم دیا ہے۔

☆ ایک مقام پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زوردار اعلان کروایا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران) کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے گا۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اطاعت رسول میں مضمر ہے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ایک ہی انداز ہے وہ یہ کہ اس کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلا جائے۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ احزاب) کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ تم جو بھی ہو جہاں بھی ہو رسول اللہ ﷺ کی پوری پوری اتباع کرو۔

گرامی قدر سامعین! اگر آپ قرآن مجید میں غور کریں تو بار بار اللہ تعالیٰ کا یہ تاکیدی جملہ آپ کی نظر میں آئے گا۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ کہ لوگو! اللہ تعالیٰ کی بھی اطاعت کرو اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بھی اطاعت کرو۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ حشر) یعنی رسول اللہ ﷺ تمہیں جس چیز کا حکم دیں اسے بلا

چوں چرا قبول کرلو اور جس سے تمہیں منع فرمادیں اس سے بلا حیل و حجت رک جاؤ۔

☆ بلکہ ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ نساء) کہ جس نے اطاعت مصطفیٰ ﷺ کو اپنایا گویا اس نے اطاعت خدا کا حق ادا کرلیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم سے ڈائریکٹ مخاطب نہیں ہوتا بلکہ بواسطہ رسول اپنے احکامات ہم تک پہنچاتا ہے، اس لیے اس کی اطاعت کا ذریعہ بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔

☆ ایک مقام پر تو یہ اعلان فرمایا کہ اطاعت مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کرنے والا دائرہ ایمان سے بھی خارج ہے۔ آپؐ کے دور میں ایک یہودی اور ایک رسمی مسلمان (منافق) کا کسی معاملہ میں جھگڑا ہوگیا۔ وہ دونوں کافی بحث و مباحثہ کے بعد اس بات پر رضا مند ہو کر کہ اس کا فیصلہ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے کراتے ہیں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

یہودی چونکہ اس معاملہ میں سچا تھا آپؐ نے دونوں کے بیانات وغیرہ سن کر اس کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق کو یہ بات بڑی شاق گزری اور وہ باہر نکل کر کہنے لگا کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ سے بھی اس کا فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ شاید وہ جلال میں آ کر کلمہ گو ہونے کی وجہ سے میری رعایت فرمادیں۔

یہودی اس پر بھی راضی ہوگیا اور دونوں سیدنا عمر بن خطابؓ کی خدمت میں پہنچ گئے اور آپؓ کے سامنے ساری صورت حال رکھ دی۔ دریں اثناء یہودی نے یہ بات بھی بیان کر دی کہ قبل ازیں اس کا فیصلہ آپ کے پیغمبر حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ بھی میرے حق میں فرما چکے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ منافق سے اس بات کی تصدیق کروا کر فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے اور اپنی فاروقی تلوار لیکر باہر تشریف لائے اور منافق کا سرتن سے جدا کر دیا اور فرمایا ھٰکَذَا اَقْضِیْ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہ جس کے دل و دماغ میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کا احترام نہیں اس کے لیے میرا یہی فیصلہ ہے۔

بعدازاں اس منافق کے رشتہ داروں نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حضرت عمرؓ کے خلاف قتل کا دعویٰ دائر کر دیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے محض جلال میں آ کر ایک مسلمان کو ناحق قتل کر دیا ہے۔

آپ ؑ یہ عجیب وغریب واقعہ سن کر سکتے میں آ گئے فوراً حضرت عمرؓ کو بلوایا اور ان سے جواب دعویٰ طلب فرمایا کہ ایک مسلمان شخص کو آپؓ نے خواہ مخواہ کیوں قتل کیا ہے؟ حضرت عمرؓ ابھی جواب دینا ہی چاہتے تھے لب کھولنا ہی چاہتے تھے کہ جبرائیل امینؑ وحی لیکر حاضر ہو گئے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ النساء) کہ میرے محبوب ﷺ! تیرے رب کی قسم ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل اور حکم نہ مان لیں پھر آپ ؑ کے فیصلے کے بارے میں اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ؑ کے کسی بھی فیصلے اور حکم سے سرتابی کرنے والا اور اس کو دل و جان سے تسلیم نہ کرنے والا ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔

☆ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہی حقیقت اس انداز میں بیان فرمائی

ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (سورۃ احزاب) کہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے ہرگز یہ بات مناسب نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو پھر وہ اپنے معاملہ میں کسی قسم کا اختیار رکھیں۔

ہوا یوں کہ آپ ؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا زید بن حارثہؓ کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینبؓ بنت جحش کا انتخاب فرمایا اور پیغام نکاح بھیجا۔ چونکہ سیدہ زینبؓ کی خاندانی حیثیت حضرت زیدؓ کے مقابلہ میں انتہائی بلند تھی اس لیے انہوں نے اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس پیغام کو قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر ان کو متنبہ فرما دی کہ کسی بھی ایماندار کے لیے اطاعت خدا اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر ایمان کا ہوعوی ہے تو پھر اپنا اختیار، اپنی مرضی، اپنی انا ختم کرنا ہوگی۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید میں اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا تاکیدی حکم دیا ہے اسی طرح آپ کی نافرمانی سے بھی سخت ڈرایا ہے۔ اسی آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورۃ احزاب) کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ کھلی گمراہی اور ضلالت کا شکار ہے۔ یعنی اس کے گمراہ ہونے میں کسی قسم کا ابہام اور شک نہیں ہے۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (سورۃ جن) کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے اسکے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

رہے گا۔

☆ پیغمبر ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جب عورتوں سے بیعت لی تو بحکم خداوندی ان کے سامنے چھ شرائط رکھیں کہ اگر ان چھ شرائط پر کاربند ہونے کا وعدہ کرتی ہو تو بیعت قبول ہے۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کو لَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ (سورۃ ممتحنہ) کہ کسی معاملہ میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ اور اطاعت مصطفےٰ کا قیمتی قلادہ اپنے گلے سے نہ اتاریں گی۔

## اطاعت مصطفےٰ ﷺ اور حدیث:

احادیث شریفہ میں بھی مختلف انداز میں اطاعت مصطفےٰ ﷺ کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ آپ نے ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی جملہ خواہشات اور جذبات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔

آپ جانتے ہیں کہ خواہش کا تعلق دل سے ہوتا ہے یعنی دل میں جب تک اطاعت مصطفےٰ ﷺ کا سچا جذبہ نہ ہو، خواہشات کی باگ ڈور دین مصطفےٰ ﷺ کے ہاتھ میں نہ ہو اس وقت ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

☆ ایک اور موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا (مشکوۃ) کہ بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ اور سیرت حضرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور برے ہیں وہ کام جو نئے نئے گھڑے جائیں۔ اس حدیث میں آپ نے اپنی ہدی اور سیرت کا بدعت سے تقابل کر کے یہ واضح فرما دیا ہے کہ آپ کی سنت و سیرت کے خلاف جو کچھ بھی ہو گا وہ بدعت اور گمراہی ہو گا۔

☆ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ کِتَابَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ نَبِیِّہٖ کہ لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ (۱) اللہ کی کتاب قرآن مجید (۲) اسکے نبی کی سنت۔

☆ ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَ عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ (مستدرک) تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم میری اور میرے خلفاء راشدین جو کہ ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو مضبوط پکڑو اور اپنی داڑھوں سے محکم طور پر اس کو قابو رکھو۔

☆ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ (مشکوۃ) کہ کسی زائل شدہ اور مٹی ہوئی سنت کو اگر کوئی زندہ کرتا ہے تو اسے سو شہیدوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

☆ ایک دفعہ چند صحابہ کرامؓ نے بعض ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کی رات کی عبادت کے معمولات پوچھے تاکہ ہم بھی آپ کی پیروی کر کے زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ ازواج مطہرات نے جب رات کے معمولات بتائے تو انہوں نے آپ کی عبادت کو کم سمجھا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا پھر خود ہی اس کا جواب دل میں سوچا کہ آپ تو خدا کے پیغمبر ہیں اور معصوم ہیں اُن سے ہماری کیا نسبت؟ اس لیے ہمیں تو ان سے بھی زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔

پھر ایک کہنے لگا اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا کہ میں ہمیشہ کے لیے ساری رات عبادت کروں گا یعنی رات کی نیند کو عبادت کے لیے قربان کر دوں گا۔ دوسرا بولا وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّھْرَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ کہ میں ہمیشہ کے لیے روزانہ روزہ رکھا کروں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرا کہنے لگا وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ

اٹھا کہ میں ہمیشہ عورتوں سے علیحدگی اختیار کروں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا یعنی اہل و عیال کی فکر سے آزاد ہو کر یکسوئی سے دن رات عبادت میں مشغول رہوں گا۔

جب پیغمبر ﷺ کو ان کی بابت پتہ چلا تو آپؐ نے ان تینوں کو بلوالیا اور سخت تنبیہ فرمائی اور ناگواری کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالا ہوں تم سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں۔ رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے شادیاں بھی کر رکھی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ جو میری سنت سے ہٹ گیا اس کا رشتہ مجھ سے کٹ گیا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں ان صحابہ کرامؓ کے دلوں میں کتنا خلوص اور تقویٰ تھا، عبادت الٰہی کا کتنا سچا جذبہ تھا، مگر آپؐ نے تصریح فرما دی کہ جو اطاعت مصطفےٰ ﷺ سے ہٹ گیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپؐ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اگر دل میں سچی محبت رسول نہیں ہے تو وہ شخص دائرہ ایمان سے خارج ہے۔

## معیار محبت:

آپؐ نے محبت کا معیار بھی بیان فرما دیا اور ارشاد فرمایا مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ جسے میرے ساتھ محبت ہوگی وہ میری اطاعت کرے گا۔ اور جو اطاعت مصطفےٰ ﷺ سے روگردانی کرے گا اس کے دعویٰ محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ سراسر جھوٹا اور فریب خوردہ ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ    هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ
لَوْکُنْتَ فِیْ حُبِّہٖ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ    فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

کیا تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور آپ کی محبت کا دم بھی بھرتا ہے مجھے میری زندگی کی قسم یہ سراسر انہونی اور عجیب بات ہے۔
اگر تو آپ کی محبت میں سچا ہوتا تو یقیناً آپ کی اطاعت کرتا کیونکہ محبّ تو بہرحال محبوب کا مطیع اور فرماں بردار ہوتا ہے اور اس کے اشارہ ابرو پر مر مٹنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

**اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے لازوال نمونے:**

گرامی قدر سامعین! صحابہ کرامؓ چونکہ آپ کے سچے محبّ تھے اس لیے انھوں نے یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ کر آپ کی اطاعت و اتباع کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور ہمارے لیے اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے بے مثال اور لازوال نمونے قائم کر دیے۔

☆ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں تشریف لے گئے، آپ نے ایک نیا تعمیر شدہ بنگلہ دیکھا اور صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ کس کا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فلاں انصاری کا ہے۔ یہ سن کر آپ نے سکوت فرمایا۔

کئی دنوں کے بعد وہی انصاری صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے جیسا التفات نہ فرمایا وہ سخت پریشان ہوئے کہ پتہ نہیں مجھ سے کیوں اعراض فرما رہے ہیں۔ دیگر صحابہ کرامؓ سے اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ اگلے دن تمہارا بنگلہ دیکھ کر پوچھا تھا کہ یہ کس کا ہے ،ہم نے تیرا نام بتایا تو بجائے اظہار مسرت کے خاموشی اختیار فرمائی۔

انصاری صحابی یہ بات سن کر حقیقت تک پہنچ گئے فوراً اٹھے اور کدال لیکر اپنے خوبصورت بنگلہ کو زمین بوس کر دیا کہ جو بنگلہ اور مکان میرے اور میرے محبوب کے درمیان دوری کا باعث بنے میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر کئی دنوں کے بعد آپ کا اس طرف سے دوبارہ گزر ہوا تو آپؐ نے دیکھا کہ اب وہ بنگلہ موجود نہیں ہے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ وہ خوبصورت بنگلہ کہاں گیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ کی بے التفاتی اور اعراض کی وجہ سے اس انصاری نے وہ توڑ پھوڑ دیا۔ آپؐ کے چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے سوائے اسکے جو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہو۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں آپؐ نے اس کو بنگلہ گرانے کا واضح حکم نہیں دیا تھا صرف ناگواری کا اثر رخ انور پر ظاہر ہوا تھا۔ اس خفیف اشارہ پر بھی اس صحابی نے کس طرح اطاعت مصطفےٰ ﷺ کا حق ادا کر دیا۔

☆ ایک دفعہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ ایک وفد لے کر کسریٰ (شاہ ایران) کی دعوت پر اس کے ساتھ مذاکرات کرنے تشریف لے گئے۔ کسریٰ نے انہیں مرعوب کرنے کے لیے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام بھی کیا۔ اس دعوت میں ایران کے تمام وزراء اور امراء موجود تھے ان سب کی نظریں مسلمانوں کے سفیر حضرت حذیفہؓ پر لگی ہوئی تھیں اور وہ ان کی سادگی اور وقار پر حیران ہو رہے تھے۔ خدا کی قدرت کہ کھانا کھاتے کھاتے حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ سے کھانے کا کچھ حصہ گر گیا۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے رزق کے کس حصہ میں برکت رکھی ہے۔

چنانچہ حضرت حذیفہؓ اٹھے اور گرے ہوئے لقمے کو اٹھایا' پھر اس کو جھاڑا اور کھانے لگے آپؓ کے پاس بیٹھے آپؓ کے ایک ساتھی نے آپ ؓکو کہنی ماری کہ یہ کیا حرکت کر رہے ہو؟ تمہیں پتہ نہیں کہاں بیٹھے ہو۔ یہ دنیا کی متمدن اور مہذب ترین سلطنت کے بادشاہ کسریٰ کا دربار ہے۔ لوگ آپؓ کے بارے میں کیا تاثر لیں گے آپؓ کو لالچی اور غیر مہذب سمجھیں گے۔

حضرت حذیفہؓ کی غیرت وحمیت اور اطاعت مصطفےٰ ﷺ کا سچا جذبہ دیکھیے فوراً با آواز بلند فرمایا أَأَتْرُكُ سُنَّةَ حَبِيبِي بِهٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ کہ کیا میں ان بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے محبوب ﷺ کی سنت اور طریقہ چھوڑ دوں؟ لقمہ گر جائے تو اٹھا کر جھاڑ کر کھالینا میرے نبی ﷺ کی سنت اور طریقہ ہے۔ یہ میرے بارے میں کچھ بھی سوچیں میں اطاعت مصطفےٰ ﷺ کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران خطاب کسی شخص سے فرمایا "اِجْلِسُ" "بیٹھ جاؤ" اسی لمحے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ مسجد کے دروازے سے داخل ہو رہے تھے ایک قدم اندر تھا اور ایک باہر۔ جب انکے کانوں میں یہ آواز پڑی تو وہیں بیٹھ گئے۔ کافی دیر بعد آپؐ نے دیکھا اور پوچھا کہ عبداللہ! تم وہاں جوتیوں والی جگہ پر کیوں بیٹھے ہو؟ جواباً عرض کیا کہ آپؐ کی آواز میرے کان میں پڑی تھی "اِجْلِسُ" اس لیے میں فوراً اسی جگہ بیٹھ گیا۔ تاکہ اطاعت مصطفےٰ ﷺ میں دیر نہ لگے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے بندے وہ میں نے کسی اور کو حکم دیا تھا تجھے تو نہیں کہا تھا۔

☆ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا حضرت عثمانؓ کو آپؐ نے مشرکین کے ساتھ مذاکرات کے لیے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ آپؓ نے وہاں اپنے بھائی کے پاس قیام کیا۔ جب مذاکرات کے لیے جانے لگے تو آپؓ کا تہبند سنت کے مطابق

ٹخنوں سے اوپر تھا۔ انکے بھائی نے یہ حالت دیکھ کر مشورہ دیا کہ عرب لوگ تہبند نیچے لٹکانے والے کو معزز سمجھتے ہیں آپ بھی تہبند نیچا کرلیں ورنہ وہ لوگ آپؓ کو عزت اور وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھیں گے۔ اور مذاق اڑائیں گے۔

حضرت عثمانؓ نے اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے جذبے سے سرشار ہوکر نفی میں جواب دیا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا کیونکہ هٰكَذَا اِزْرَةُ صَاحِبِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ میرے محبوب کے تہبند باندھنے کا طریقہ یہی ہے۔ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام۔ میری عزت بنے یا نہ بنے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے میں تو اطاعت مصطفیٰ ﷺ سے سرمو بھی انحراف نہیں کرسکتا۔

گرامی قدر سامعین! میں نے صرف چند واقعات ذکر کیے ہیں ورنہ تاریخ اسلامی میں اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے ایسے سینکڑوں بے مثال اور لازوال نمونے موجود ہیں۔

## بدعات سے اجتناب:

گرامی قدر سامعین! اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا صحیح حق اسی وقت ادا ہوسکتا ہے کہ جب ہم بدعات سے مکمل اجتناب کریں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بدعت سنت کی ضد ہے یعنی آپ ﷺ کی سنت کے خلاف جو کچھ بھی ہوگا وہ بدعت کے زمرے میں آئے گا۔ علماء کرام سے سنا ہے کہ جب بھی کوئی بدعت جاری کی جاتی ہے اس کی جگہ اللہ تعالیٰ ایک سنت اٹھا لیتے ہیں اور بدعتی بدعت کا ارتکاب کر کے ایک سنت سے بھی محروم ہوکر اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس لیے احادیث شریفہ میں بدعت اور بدعتی کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔

☆ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْماً وَلَا صَلٰوةً وَلَا حَجّاً وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَاداً وَلَا صَرْفاً وَلَا عَدْلاً يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ (ابن ماجہ) کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ حج، نہ عمرہ نہ جہاد اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفلی عبادت۔ بدعتی دائرہ اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عِيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثاً اَوْ آوٰى مُحْدِثاً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ (مشکوٰۃ) کہ مدینہ منورہ مقام عیر سے لیکر مقام ثور تک حرم ہے جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ تو اس کی فرضی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفلی عبادت۔

☆ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ (مجمع الزوائد) کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے توبہ کی توفیق کیسے ہو سکتی ہے جبکہ وہ بدعت کو کار ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔

☆ ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ (مشکوٰۃ) کہ جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں اس کی مدد کی۔

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بدعتیوں کے متعلق اس حد تک تہدید فرمائی کہ لَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَا

یُخْوِهُمْ کہ انکے ساتھ نہ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ پیو، اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو۔ بلکہ ایک روایت میں یہاں تک فرمایا لَا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوا مَعَهُمْ نہ انکا جنازہ پڑھو اور نہ انکے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔

☆ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ بدعتیوں کو قیامت والے دن حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر کھڑا اپنی امت کو جام کوثر پلا رہا ہوں گا کہ کچھ لوگ میری طرف آنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اور میرے درمیان پردہ حائل کر دے گا۔ اور انکا رخ موڑ کر حوض کوثر سے انہیں محروم فرمادے گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا یا اللہ! یہ تو میرے ساتھی اور میرے امتی تھے کہاں چلے گئے؟ کیوں محروم کر دیے گئے؟ اللہ تعالیٰ جواباً فرمائیں گے إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ میرے پیغمبر! آپ نہیں جانتے کہ آپؐ کے بعد انہوں نے دین کے اندر کیا کیا بدعات جاری کر لی تھیں۔

پھر شافع محشر ساقی کوثر ﷺ انتہائی ناراضگی اور غصہ کے عالم میں فرمائیں گے سُحْقاً سُحْقاً لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ دِيْنِيْ لعنت اور دوری ہو اس کے لیے جس نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔ اس طرح وہ لوگ بدعات کے ارتکاب کی وجہ سے حوض کوثر سے دھتکار دیے جائیں گے۔

گرامی قدر سامعین! آپ حیران ہو گئے کہ بدعتی پر اتنی سخت وعیدیں کیوں آئی ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا اتنا غصہ کیوں ہے؟ عقلی طور پر مندرجہ ذیل وجوہات سمجھ آتی ہیں۔

۱) قانون بنانا اور حدود مقرر کرنا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ حیثیت نہیں کہ وہ قانون کی کوئی ایک نئی دفعہ ہی تراش لے۔ بدعتی بدعت کا ارتکاب کر کے گویا اللہ تعالیٰ کا یہ منصب چھیننا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی درجہ

میں خدائی کا دعویدار ہے۔

۲) اسی طرح بدعتی جب کوئی نیا کام نکالتا ہے جس کا دین میں حکم نہیں دیا گیا تو گویا وہ اپنے لیے منصب رسالت کے استحقاق کا تصور رکھتا ہے اور اس طرح وہ گستاخی رسول کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔

۳) بدعتی بدعات کا اجراء کر کے گویا اس بات کا مدعی ہے کہ معاذ اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احکام الٰہی پہنچانے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ کچھ باتیں آپؐ نے چھوڑ دی تھیں جن کی تکمیل اب میں کر رہا ہوں۔

۴) اسی طرح گویا وہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ معاذ اللہ آپ کا علم ناقص تھا آپ کو اس نیکی اور کارخیر کا علم نہ تھا اور مجھے علم ہو گیا ہے گویا وہ جہالت رسول کا مدعی ہوتا ہے۔

## اجتناب بدعت اور صحابہ کرامؓ:

☆ ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے قبل نوافل پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے اسے منع فرمایا۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ آپؓ مجھے ایک نیکی کرنے سے منع کر رہے ہیں؟ میرے خیال میں اس نیکی کے کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ مجھے اس پر پکڑ نہ کرے گا۔

حضرت علیؓ نے اسے تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہوئے جواباً ارشاد فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے مخالفت رسول کی وجہ سے سزا دے گا۔ کیونکہ یہ نوافل نہ آپؐ نے خود پڑھے اور نہ ان کی ترغیب دی۔ اس لیے تیرا یہ نوافل پڑھنا فعل عبث اور حرام ہے۔

☆ اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت سعید بن المسیبؒ نے عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے والے کو روکا۔ تو وہ حیران ہو کر کہنے لگا۔ أَيُعَذِّبُنِي اللّٰهُ عَلَى الصَّلٰوةِ؟

کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز کی وجہ سے عذاب دے گا؟ آپ نے برجستہ جواب دیا "لَا" وَلٰكِنْ يُعَذِّبُكَ بِخِلَافِ السُّنَّةِ کہ نماز پڑھنے پر تو سزا نہ دے گا لیکن پیغمبر ﷺ کی سنت کی مخالفت کی وجہ سے ضرور سزا دے گا۔

☆ ایک شخص نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر چھینک ماری اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ آپؓ نے فوراً ارشاد فرمایا اَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (مشکوٰۃ) کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ کے اوپر درود وسلام بھیجنے کا قائل ہوں لیکن آپؐ نے ہمیں اس طرح تعلیم نہیں دی بلکہ یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ہر حال میں الحمدللہ کہیں۔

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک موقعہ پر بعض لوگوں کو صرف اس لیے مسجد سے نکال دیا کہ وہ آواز بلند لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور فرمایا کہ مَا اَرَاكُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ کہ میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

☆ اسی طرح ایک دفعہ آپؓ کو اطلاع ملی کی فلاں مسجد کے نمازی نماز کے بعد تسبیح و تکبیر و تہلیل کنکریوں پر بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آپؓ خود وہاں تشریف لے گئے اور انکو مخاطب ہو کر فرمایا مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ کہ جو مجھ کو جانتا ہے سو جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں عبداللہ بن مسعود صحابی رسول ہوں۔ اور پھر فرمایا تعجب ہے تمہارے اوپر تم کتنی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تک تو بکثرت صحابہ کرامؓ تمہارے اندر موجود ہیں اور ابھی تک تو آنحضرت ﷺ کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے ابھی تک تو آپؐ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے اور تم نے بدعت اور گمراہی کا

دروازہ کھول لیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ سے زیادہ ہدایت پر ہو؟

پھر آپ نے ارشاد فرمایا لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ عُظْمٰی اَوْلَقَدْ فُضِّلْتُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عِلْمًا تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے یا پھر تم آنحضرتؐ کے صحابہ کرامؓ پر علم و دانائی میں فضیلت حاصل کر چکے ہو؟ (احکام الاحکام)

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں! سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر کتنے مبارک کلمات ہیں، کتنے اجر و ثواب کا موجب ہیں؟ مگر جب ان لوگوں نے ایک مخصوص ہیئت اور صورت بنائی اور آواز بلند کی تو صحابی رسول اللہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے ''گمراہی''، ''بدعت سیاہ'' اور بدعت عظمیٰ'' سے تعبیر فرمایا۔

اس لیے یہ بات سمجھ لیں کہ عمل کتنا ہی خوش نما کیوں نہ ہو جب تک اس کا ثبوت پیغمبر ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ سے نہیں ملتا وہ نیکی اور ثواب نہیں ہو سکتا۔ عمل میں جان تب ہی پڑتی ہے جب اس پر تصدیق رسالت موجود ہو۔ اس لیے بعض اعمال شاندار ضرور ہوتے ہیں مگر جاندار نہیں ہوتے۔

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کی تلاوت کردہ آیت سے اطاعت مصطفےٰ ﷺ کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ یہ عظیم دولت مل جانے کی وجہ سے ہمیں کیا ملے گا؟ ''یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ یعنی جو صحیح معنوں میں غلام مصطفےٰ بن گیا وہ گویا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن گیا۔ درحقیقت محبت الٰہی کا راز نقش پائے مصطفےٰ ﷺ میں مضمر ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

اللہ تعالیٰ ہمیں اطاعت مصطفےٰ ﷺ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

## ٦:- فقر مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی نَبِیِّہِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (سورۃ الزخرف) صدق اللہ العظیم.

گرامی قدر سامعین! آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا دارالغرور یعنی دھوکے کا گھر ہے۔ اس کا سارا مال و متاع عارضی اور فانی ہے۔ حقیقی اور باقی رہنے والا گھر "آخرت" ہے۔ اِنَّمَا ھٰذِہِ الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَۃَ ھِیَ دَارُ الْقَرَارِ (سورۃ مومن) کہ دنیا کی زندگی تو محض ایک عارضی فائدہ ہے درحقیقت آخرت ہی "باقی رہنے والا گھر" ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے اندر زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

☆ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَاسَقٰی مِنْھَا کَافِرًا شَرْبَۃَ مَاءٍ (ترمذی) کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ دیتا تو صرف مومنین کو دیتا۔

☆ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا مونڈھا پکڑ کر مجھے ارشاد فرمایا کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ (بخاری) کہ دنیا میں اس طرح گزارہ کر جس طرح کہ تو مسافر اور پردیسی ہے۔

☆ ایک دفعہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی الخ (ترمذی) کہ دنیا اور اس کی سب عیش و عشرت سب مال و متاع ملعون ہے سوائے ذکر الٰہی کے۔

☆ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا الْفُقَرَاءَ الخ (بخاری) کہ میں نے جنت کا معائنہ کیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں امیروں کی نسبت فقیر لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔

گرامی قدر سامعین! آج میں آپ کے سامنے یہی عرض کروں گا کہ نبی اکرمؐ نے دنیا کے مال و دولت' اس کی لذتوں اور راحتوں سے کتنا حصہ لیا اور آیا نبوت و رسالت کے عظیم منصب کیوجہ سے آپؐ نے دنیا میں عیش و آرام اٹھایا یا مصائب اور تکالیف برداشت فرمائیں۔

یاد رکھیے! آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حرص و طمع سے اس حد تک دور رکھا ہوا تھا کہ آپ کی اصل دولت فقر و فاقہ ہی تھی اس لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہ مجھے فقر اور زہد پر فخر ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آپؐ کا زہد اور فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ میرے پیغمبر! اگر آپ چاہیں تو میں آپؐ کے لیے مکہ کی زمین اور پہاڑوں کو سونے سے بھر دوں؟ میں نے عرض کیا کہ "نہیں" بلکہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تاکہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تیرے سامنے عاجزی کروں۔ آپؐ نے خود اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (متفق علیہ) اے اللہ محمد ﷺ کی اولاد کی روزی بقدر کفایت دے یعنی دنیا کی عیش و عشرت کے دروازے میرے اور میری اولاد پر نہ کھولنا۔

کفار کو یہ بات سمجھ نہ آئی وہ آپؐ کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ
قرآن مجید طائف یا مکہ کے کسی امیر ترین آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ انکے خیال
میں امارت اور عیش پرستی عظمت کی دلیل تھی جبکہ آپؐ فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔

گرامی قدر سامعین! تاریخ کا ایک طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ
نبوت کے ابتدائی پندرہ بیس سال تک آپؐ کے حالات واقعی اس طرح رہے کہ
دنیا کے عیش و آرام کا بظاہر امکان بھی نہ تھا لیکن بعد ازاں حالات بدل گئے۔
عرب کا خاصہ رقبہ آپ کے زیر اقتدار آ گیا۔ ملکی فتوحات اور دوسری راہوں سے
دولت کے ڈھیر کے ڈھیر آنے لگے۔ خیبر اور حنین کی فتوحات سے آپؐ کے
قدموں میں دولت کے انبار لگ گئے۔ مگر آپ کے طرز زندگی میں کوئی فرق نہ
آیا۔ وہی غریبانہ اور سادہ زندگی وہی فقر و زہد قائم رہا۔ جو کچھ بھی آپ کے
پاس آیا غرباء اور فقراء میں تقسیم کر کے کپڑا جھاڑ دیا۔

حدیث شریف میں ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَجْوَدَ بِالْخَیْرِ مِنَ
الرِّیْحِ الْمُرْسَلَۃِ کہ آپؐ تیز آندھی سے بھی زیادہ سخی تھے۔ آپؐ خود فرمایا کرتے
تھے کہ لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَھَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّاتَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَ
عِنْدِیْ مِنْہُ شَیْئٌ (متفق علیہ) کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی آ جائے تو
مجھے خوشی اسی بات پر ہوگی کہ تین دن سے پہلے پہلے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر
کے ختم کر دوں۔

☆ ایک مرتبہ آپؐ کے ہاں نوّے ہزار درہم آئے آپؐ نے ایک بورے پر
ڈال دیے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کروا دیے۔ ان کے ختم ہونے کے بعد
ایک سائل آیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میرے پاس تو اب کچھ بھی باقی نہیں رہا
کسی سے میرے نام پر قرض لے لے جب میرے پاس ہوگا تو ادا کر دوں گا۔

☆ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَایَدَّخِرُ شَیْئًا لِغَدٍ کہ آپؐ دوسرے دن کے لیے کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔

☆ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک موقعہ پر آپؐ کی خدمت میں کچھ کھجوریں اور ککڑیاں ہدیہ کیں فَاَعْطَانِیْ مِلْأَ کَفِّہٖ حُلِیًّا وَ ذَھَبًا تو آپؐ نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیورات عطاء فرمائے۔ یہ آپؐ کی شان تھی کہ ہدیہ لیتے بھی تھے اور بدلے میں دیتے بھی تھے۔

گرامی قدر سامعین! زہد و فقر کی یہ دولت اللہ تعالی نے آپ تک محدود نہ رکھی تھی بلکہ آپؐ کے سچے محب بھی اس سے مستفید ہوئے۔

☆ ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ اے اللہ کے رسول ﷺ قسم بخدا میں آپؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھی طرح سوچ لے کیا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس نے تین مرتبہ قسم کھا کر یہی جملہ دہرایا کہ میں آپؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اِنْ کُنْتَ تُحِبُّنِیْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَھَاہُ (ترمذی) کہ اگر تو میرے ساتھ محبت رکھتا ہے تو پھر فقر کے لیے تیار ہو جا۔ کیونکہ میرے ساتھ محبت رکھنے والے کی طرف فقر اس طرح تیزی سے آتا ہے جیسے پہاڑی سیلاب کا پانی تیزی کے ساتھ نیچے آتا ہے۔

کتب حدیث میں آپؐ کے فقیرانہ گزارہ کے بارہ میں بے شمار احادیث موجود ہیں۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا بستر مبارک مِنْ اَدَمٍ حَشْوُہٗ مِنْ لِیْفٍ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں آپؐ کا بستر ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضورؐ کے نیچے

بچھا دیا کرتے تھے۔

☆ ایک دفعہ حضرت انسؓ نے حاضرین کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوھے کے پترے لگے ہوئے تھے دکھایا اور فرمایا هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا۔

☆ آپؐ کے گھر میں اکثر جو کی روٹی کھائی جاتی تھی وَ كَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ اور وہ بھی بغیر چھنے ہوئے آٹے کی بلکہ آپؐ کے زمانہ میں آٹا چھاننے کی چھلنیوں کا رواج ہی نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت سہل بن سعدؓ سے کسی نے پوچھا کہ جب اس دور میں چھلنیاں نہیں تھیں تو تم جو کے آٹے کی روٹی کس طرح پکاتے اور کھاتے تھے؟ انہوں نے جواباً فرمایا نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَاطَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهُ کہ ہم اس آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اڑ جاتے تھے باقی کو گوندھ لیتے تھے۔

گرامی قدر سامعین! اس نوعیت کی جو کی روٹی بھی آپؐ نے متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مَاشَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ (متفق علیہ) کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر والوں نے جو کہ روٹی بھی متواتر دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں لَمْ يَأْكُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ حَتّٰى مَاتَ وَ مَا أَكَلَ خُبْزاً مُرَقَّقاً حَتّٰى مَاتَ (بخاری) کہ آپؐ نے ساری زندگی چوکی (میز) پر کھانا رکھ کر نہیں کھایا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی اور نہ ہی ساری زندگی آپؐ نے میدے کی روٹی (چپاتی) کھائی یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہو گیا۔

☆ غزوہ خندق کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے بھوک کی شکایت کی۔ اور اپنے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے دکھائے فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ تو آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھائے۔ یعنی آپؐ ان سے بھی زیادہ تکلیف اور شدت میں تھے۔

گرامی قدر سامعین! اکثر فاقوں سے رہنا آپ کا معمول تھا اور کبھی کبھار جو کی روٹی مل جاتی تھی تو سالن کیا ہوتا تھا؟ حدیث میں ہے کہ آپؐ اکثر سرکے کو بطور سالن استعمال فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

☆ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کچھ کھانے کو بھی رکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ! سوکھی روٹی ہے جس کو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہی لے آؤ۔ وہ لے آئیں تو حضورؐ نے اس کے ٹکڑے کیے اور پانی میں بھگو کر نمک ملایا۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کچھ سالن بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپؐ نے سرکہ منگوایا اور اس پر ڈال کر نوش فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ام ہانی! جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں۔

☆ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ سفر سے واپس لوٹے تو ان کے گھر والوں نے ان کو کھانا پیش کیا۔ کھانے میں گوشت اور روٹی تھی۔ حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ اس کو دیکھ کر رونے لگے۔ مجلس میں موجود حاضرین نے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے؟ آپؓ نے جواباً فرمایا هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَشْبَعْ ھُوَ وَاَھْلُ بَیْتِہٖ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ کہ مجھے تو حضور اکرم ﷺ کی حالت یاد آ گئی کہ آپؐ نے اور آپؐ کے گھر والوں نے ساری زندگی

جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ تا آنکہ آپ وفات پا گئے اور ہمیں آج گوشت اور گندم کی روٹی میسر ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہم لوگوں کو یہ دولت وثروت کا مل جانا ہمارے حق میں بہتر نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے کر فارغ کر دیا جائے۔

☆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اِنَّا كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَ اَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ کہ ہمارے دیکھتے دیکھتے ایک چاند چڑھ جاتا پھر دوسرا چاند چڑھ جاتا پھر تیسرا چاند چڑھ جاتا' اس طرح دو دو مہینے گزر جاتے وَمَا اُوْقِدَ فِي اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ قَطُّ اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں چولہا گرم ہونے کی نوبت ہی نہ آتی۔ یعنی چولہا تو تب جلے جب گھر میں کھانا پکانے کا سامان موجود ہو۔ حضرت عائشہؓ سے ان کے بھانجے حضرت عروہؓ نے حیران ہو کر پوچھا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ اے خالہ جان! پھر آپ زندہ کس چیز سے رہتے تھے؟ فرمانے لگیں اَلْاَسْوَدَانِ اَلتَّمْرُ وَالْمَاءُ دو ہی چیزیں تھیں پانی اور کھجور کے دانوں پر زندگی کے دن کٹتے تھے۔

☆ حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جماعت کراتے۔ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ تو بعض لوگ بھوک اور فاقوں کی وجہ سے کھڑا ہونے کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے اور نماز کے اندر ہی غش کھا کر گر جایا کرتے تھے۔ اور یہ اصحاب صفہ تھے۔ اعرابی اور دیہاتی لوگ کہتے تھے هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنَ کہ شاید یہ لوگ مجنون ہیں اور انہیں جنون کا دورہ پڑتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں تسلی

دیتے اور فرماتے لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَاللهِ تَعَالٰى کہ اگر تمہیں پتہ چل جائے ان عسرتوں اور تنگیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ تمہیں کیا کچھ دینے والا ہے لَاَ حْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّحَاجَةً (ترمذی) تو یقیناً تم اس سے بھی زیادہ تنگیوں اور فاقوں کی خواہش کرنے لگو۔ لہٰذا ان عسرتوں کو خندہ دلی سے برداشت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطاء فرمائے گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو اس حال میں دیکھا کہ تنگی اور عسرت کیجہ سے ان کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے صرف ایک ہی چادر تھی جسے وہ اپنی گردن میں باندھ کر وجود ڈھانپتے تھے۔ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةً اَنْ تَبْدُوَ عَوْرَتُهٗ (بخاری) اور اپنے ستر کو چھپانے کے لیے اسے ہاتھوں سے پکڑے رکھتے تھے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھوک اور افلاس کی یہ حالت تھی کہ کئی کئی دنوں تک کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا اور ضعف اور کمزوری کی وجہ سے میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو کر نماز بھی نہ پڑھ سکتا تھا بلکہ غش کھا کر گر جاتا تھا۔ اور بار ہا ایسا ہوا کہ میں منبر اور محراب کے درمیان بے ہوش پڑا ہوتا لوگ سمجھتے شاید ابو ہریرہ کو کوئی جنون یا مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔ اور وہ بطور علاج میری گردن پر پاؤں رکھ کر دباتے تھے وَاللهِ مَا بِیْ مِنْ جُنُوْنٍ اللہ کی قسم مجھے کوئی جنون وغیرہ نہ تھا۔ وَاللهِ مَابِیْ اِلَّا الْجُوْعُ (بخاری) اللہ کی قسم یہ سب کچھ بھوک اور فاقوں کی وجہ سے تھا۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین سو صحابہ کرامؓ پر مشتمل ایک سریہ بھیجا اور حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن جراحؓ کو انکا امیر مقرر فرمایا۔ تنگدستی اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس پورے لشکر کو زادراہ کے طور پر صرف کھجوروں

کی ایک تھیلی مہیا فرمائی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں فَكَانَ اَبُوْعُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً کہ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں روزانہ فی کس صرف ایک ایک کھجور کھانے کو دیتے تھے اور ہم اسے کھا کر اوپر سے پانی پی لیتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے لوگوں نے سوال کیا کہ صرف ایک کھجور یومیہ پر آپ کا گزارہ کس طرح ہوتا تھا؟ فرمانے لگے کہ اس کھجور کی قدر بھی اس وقت معلوم ہوئی جب سارا زاد راہ ختم ہو گیا۔ اور اب ہمارا گزارہ صرف گٹھلیوں پر تھا نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا الْمَاءَ ہم ان کو چھوٹے بچوں کی طرح چوس لیتے اور اوپر سے پانی پی لیتے تھے۔ راستے میں ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے تھے اور انہیں پانی کے اندر بھگو کر کھا لیتے تھے۔ درختوں کے پتے اور گٹھلیاں کھانے کی وجہ سے ہمارے منہ اور ہونٹ زخمی ہو گئے اور درختوں کے پتے کھانا اور نگلنا بھی دوبھر ہو گیا۔ ہمارے جسم اتنے کمزور اور خشک ہو گئے کہ ہماری جلد پھٹنے لگی۔ ہمارا پاخانہ اس طرح ہوتا تھا جس طرح بکری کی مینگنیاں۔ مگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور قتال فی سبیل اللہ کے لیے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ ایک مچھلی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہماری غیبی مدد فرمائی۔ (بخاری)

☆ آپؐ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ واقعہ ایلاء ہے وہ یہ کہ جب عرب کے ایک حصہ پر آپ کا حکومتی اقتدار قائم ہو گیا اور مختلف علاقوں سے مال و دولت مدینہ منورہ میں درآمد ہونے لگا اور اطراف و اکناف سے مال غنیمت کھنچ کھنچ کر آپ کے قدموں میں آنے لگا۔ صحابہ کرامؓ کے گھروں کے حالات بدل گئے۔ مالی تنگیاں دور ہو گئیں۔ عسرتیں اور فاقے ختم ہونے لگے اور رفاہیت کا دور دورہ ہو گیا۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کا وہ پرانا نقشہ قائم رہا۔ وہی فقر و فاقہ

، ہی زہد وقناعت وہی افلاس اور تنگدستی بحالہٖ موجود رہی۔
اور یہ سب آپؐ کے جود و کرم کیوجہ سے تھا کہ جو آتا اللہ کی رضاء کے لیے غرباء میں تقسیم فرما دیتے۔ ازواج مطہرات نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ عام مسلمانوں کے گھروں کے حالات بدل گئے ہیں اب وہ پہلے کی سی تنگدستی نہیں رہی تو باہم مشورہ کر کے آپؐ سے درخواست کی کہ اب تو اللہ کا فضل واحسان ہے ہم یہ چاہتی ہیں کہ گھر کے گزارہ میں کچھ آسانی کی صورت پیدا ہو جائے۔ کم از کم ہمارے گھروں میں اتنا راشن ذخیرہ ہونا چاہیے کہ ایک فصل کے بعد دوسری فصل تک با آسانی گزارہ ہو سکے۔ اور بار بار پڑوسیوں سے ادھار وغیرہ نہ مانگنا پڑے۔ اور روز مرہ کی ضرورتیں آسانی سے پوری ہو جائیں۔ آپؐ مہربانی فرما کر اس کا انتظام فرمائیں۔

گرامی قدر سامعین! ازواج مطہرات نے جو مطالبہ کیا وہ یقیناً ناحق مطالبہ نہ تھا نہ تو زیورات کی فرمائش کی اور نہ قیمتی جوڑوں کی۔ صرف نان ونفقہ کے لیے کچھ سامان محفوظ کرنے کی درخواست تھی۔

چونکہ ان کی اس درخواست سے فقر مصطفےٰ ﷺ پر زد پڑتی تھی اس لیے آپؐ نے ان کو قصور وار ٹھہرا کر ان سے ایک ماہ کے لیے ترک تعلق فرمالیا' یہاں تک کہ بات کرنا بھی چھوڑ دی اور ایک بالا خانہ میں تشریف فرما ہو گئے۔

آپؐ جانتے ہیں کہ کوئی محبوب شوہر سب سے بڑی سزا اپنی بیویوں کو یہی دے سکتا ہے۔

منافقین مدینہ نے تو اس صورت حال سے خوب فائدہ اٹھایا اور منفی پروپگنڈہ کیا' مگر مخلص مسلمان نہایت پریشان تھے ازواج کی حالت تو انتہائی کربناک تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ ایک دفعہ اجازت لیکر بالاخانے پر تشریف لے گئے تو
کیا دیکھا کہ آپؐ ایک کھردری چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے جسم مبارک پر
اس کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھائی تو وہاں چند مٹی کے برتن تھے۔
ایک پیالہ پانی پینے کے لیے ایک برتن وضوء کے لیے ایک چھوٹا سا مشکیزہ جس
میں پانی تھا ایک تھیلی جس میں جو کا آٹا تھا۔

یہ اسباب دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ کی چیخ نکل گئی اور رونے لگے اور عرض
کی یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ تو دنیا کے مزے لوٹیں عیش و آرام میں ہوں اور آپؐ
اس تنگی و عسرت میں؟ آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عمرؓ کو انتہائی عجیب نظروں سے
دیکھا اور فرمایا وَاَنْتَ تُرِیْدُ یَا عُمَرُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اے عمر! تو بھی دنیا کی
زیب و زینت کی باتیں کرنے لگا مجھے تجھ سے تو یہ توقع نہ تھی۔ پھر آپؐ نے ارشاد
فرمایا مَالِیْ وَ لِلدُّنْیَا مجھے دنیا سے کیا غرض؟ مَا اَنَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ
شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا میری مثال تو ایک مسافر کی سی ہے جس نے ایک سایہ
دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل پڑا۔

پھر آپؐ نے کفار کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دینا
تھا دنیا میں ہی دے دیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ آخرت میں دے گا۔

یَا عُمَرُ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَھُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَۃُ اے عمرؓ! کیا
تو اس تقسیم اور فیصلہ پر راضی نہیں؟ حضرت عمرؓ رو کر عرض کرنے لگے رَضِیْتُ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول میں راضی ہوں۔

گرامی قدر سامعین! ذرا غور فرمائیں آپؐ نے اپنی ازواج سے یہ
علیحدگی کیوں اختیار فرمائی؟ صرف اس لیے کہ ان کے دل میں دنیا کے مال و متاع
اور اسباب لذت کی طرف رغبت کیوں پیدا ہوئی؟

بالآخر پورا ایک مہینہ گزرنے کے بعد آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اور حکم ہوا کہ اپنی بیویوں کے سامنے اس طرح دوٹوک بات رکھیں۔ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (سورۃ احزاب) یعنی اگر تم میرے اس گھر میں فقر و فاقہ کو برداشت نہیں کر سکتیں اور تم دنیا کا عیش و آرام اور آسائش و زیبائش کی خواہاں ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ فائدہ پہنچا دوں لیکن اس دنیوی مال و متاع کے ساتھ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھنا گوارا نہ کروں گا۔ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا میں تمہیں اچھے انداز میں طلاق دیکر رخصت کر دوں گا۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا عیش و آرام مطلوب ہے تو پھر میرے گھر میں انہی تنگیوں اور عسرتوں میں گزارہ کرنا ہوگا اور آخرت کے اجر و ثواب پر نظر رکھو۔

پیغمبر ﷺ نے جب اس طرح دوٹوک بات ان کے سامنے رکھی تو وہ انتہائی نادم ہوئیں اور رو رو کر عرض کرنے لگیں اِخْتَرْ نَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ اے اللہ کے رسول ہم آپؐ کے ساتھ ہی رہیں گی اور ہر حال میں فقر مصطفےٰ کی لاج رکھیں گی۔

☆ آپ ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر کی یہ حالت تھی کہ عسرت اور تنگی کی وجہ سے گھر کے کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ اپنے ہاتھوں سے چکی میں آٹا پیستی تھیں؛ جس کی وجہ سے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے خود ہی پانی بھرتی تھیں؛ مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے گردن کے پاس نشان پڑ گئے تھے۔ خود ہی گھر میں جھاڑو دیا کرتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہنے لگے۔

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کچھ باندیاں اور غلام آئے تو آپؐ نے ان کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کرنا شروع فرمادیا۔ جب حضرت علیؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو آپؐ کے پاس بھیجا تا کہ اپنے کام کاج کے لیے ایک خادم مانگ کر لائیں۔

حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کے سامنے اپنے گھر کے سارے حالات بیان فرمائے اور خادم طلب کیا تو آپؐ نے خادم دینے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا یَتَامٰی بَدْرٍ کہ بدر کے یتیم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ اور آپؐ نے سب غلام اور باندیاں ایک ایک کر کے صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمادیں۔ اور اپنی بیٹی سے فرمایا کہ میں تجھے خادم سے بہتر ایک چیز بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ رات کو سوتے وقت اور نمازوں کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ تمہارے لیے یہ خادم سے بہتر ہے۔

باقی رہی کاموں کی بات تو فاطمہؓ گھر کے کام کاج خود کر لیا کرو۔ محنت و مشقت خود ہی اٹھایا کرو۔ تمہارے گھر میں نوکر اور نوکرانیاں کام کریں تو فقر مصطفیٰ ﷺ پر حرف آئے گا کیونکہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔

گرامی قدر سامعین! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ آپ شدت جوع سے اس حد تک بے قرار ہوئے کہ گھر سے نکل پڑے۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام شدت کی گرمی میں عین دوپہر کے وقت گھر سے نکل پڑے۔ ادھر سے دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ آرہے ہیں اُدھر دیکھا تو حضرت عمرؓ بھی تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے پوچھا کہ مَا اَخْرَجَکُمَا مِنْ بُیُوْتِکُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ اس وقت تمہارے گھر سے نکلنے کا کیا

سبب ہے؟ دونوں حضرات نے بغیر تکلف کے صاف صاف عرض کر دیا اَلْجُوْعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول ﷺ! بھوک کی شدت اور بے قراری کی وجہ سے گھر میں نہ ٹھہر سکے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا وَ اَنَا وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَخْرَجَنِیْ الَّذِیْ اَخْرَجَکُمَا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے گھر سے بے وقت نکل کھڑا ہوا۔

پھر یہ تینوں حضرات چلتے چلتے ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ ان کا کھجوروں کا ایک بڑا باغ تھا اور اہل ثروت حضرات میں سے تھے۔ گھر کا کام البتہ خادم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی کیا کرتے تھے۔ جب یہ حضرات پہنچے تو وہ میٹھا پانی بھرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ یہ حضرات بیٹھے ہی تھے کہ وہ آ گئے اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگے کہ آج میرے گھر میں کتنے مبارک مہمان تشریف لائے ہیں۔ پیغمبر ﷺ کو دیکھ دیکھ کر قربان ہو رہے تھے۔ فوری طور پر ایک خوشہ جس میں ہر طرح کی کچی پکی اور ادھ کچری کھجوریں تھیں، سامنے حاضر کیا اور عرض کرنے لگے کہ اس خوشہ میں ہر قسم کی کھجوریں موجود ہیں آپ اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق جو تناول فرمانا پسند کریں تناول فرمائیں۔ تینوں حضرات نے کھجوریں کھائیں اوپر سے ٹھنڈا پانی نوش کیا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے عمر! ھٰذَا وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مِنَ النَّعِیْمِ الَّذِیْ تُسْاَلُوْنَ عَنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ خدا کی قسم یہ چیزیں بھی اس نعیم میں داخل ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن سوال ہوگا۔

حضرت عمرؓ ذرا حیران ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا غور تو کرو یہ ٹھنڈا سایہ یہ کچی پکی مختلف قسم کی کھجوریں یہ ٹھنڈا پانی! کتنی عظیم نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطاء فرمائی ہیں۔

☆ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں شدید تنگدستی تھی۔ کہ مسلسل چار دن سے آپ فاقہ فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ بھوک سے بے تاب ہو کر گھر سے باہر نکل گئے۔ بوقت ظہر واپس تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ سے سوال کیا هَلْ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا کیا کوئی چیز گھر میں آئی ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو پھر باہر مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو آپ یُصَلِّیْ هٰهُنَا مَرَّةً وَ یُصَلِّیْ هٰهُنَا مَرَّةً یَدْعُوْ کہ کبھی یہاں نماز پڑھتے ہیں تو کبھی وہاں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ عصر سے پہلے پھر تشریف لائے اور یہی سوال کیا اور جواب نفی میں ملا۔ تو آپ پھر باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مغرب سے پہلے میرے دروازے پر حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور آپؐ کے متعلق پوچھا کہ کہاں ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید حضرت عثمانؓ انہی دعاؤں کا جواب بن کر آئے ہوں۔ میں نے انہیں احترام سے بٹھایا اور انہیں آپ کا سارا حال بیان کر دیا کہ مَا طَعِمَ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ شَیْئًا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔ فَبَکٰی عُثْمَانُ حضرت عثمانؓ رونے لگے آنسو بہاتے ہوئے جلدی سے باہر نکلے اور تھوڑی دیر بعد کافی سارا سامان خورد و نوش لیکر آ گئے۔ سامان کیا تھا؟ آٹے، گندم اور کھجوروں کی کئی بوریاں تھیں، ایک بھنی ہوئی بکری تھی اور ایک تھیلی تھی جس میں تین سو درہم تھے۔ یہ سامان میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ خود بھی کھاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی کھلاؤ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد میں نے کھانا وغیرہ تیار کر دیا اور برتن میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے لیے رکھ دیا کہ جونہی آپ آئیں گے فوراً کھانا پیش کر دوں گی۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے

اور سوال فرمایا هَلْ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا میں نے مسکرا کر عرض کیا" اللہ تعالی نے آپ کی دعاء قبول فرمالی یہ دیکھیے کھانا تیار ہے" پیغمبر ﷺ وہ سارا سامان دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوال فرمایا یَا حُمَیْرَاء مِنْ اَیْنَ هٰذَا؟ اے عائشہ! یہ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ کہ حضرت عثمان نے بھیجا ہے اور پھر میں نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ یہ واقعہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ آپ نے کھانے کا ایک لقمہ بھی نہ توڑا اور فوراً اٹھ کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ آپ مسجد میں دونوں ہاتھ اللہ کے حضور اٹھا کر دعاء مانگ رہے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ قَدْ رَضِیْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْهُ اے اللہ آج میں عثمانؓ سے راضی ہو گیا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ آج عثمان نے مجھے خوش کر دیا تو بھی اسے خوش رکھنا۔ تین دفعہ آپؐ نے یہ دعاء فرمائی اور پھر واپس آ کر کھانا تناول فرمایا۔

گرامی قدر سامعین! پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے فقر اور زہد کو اپنی زندگی کا اوڑھنا اور بچھونا بنا لیا تھا حتیٰ کہ مرض الوفات میں آپؐ نے اپنے تمام غلاموں کو بھی آزاد فرما دیا۔ ان دنوں آپؐ کے گھر میں کہیں سے آئے ہوئے تقریباً سات دینار موجود تھے۔ بیماری کے اندر آپ کو سب سے زیادہ فکر انہی کی تھی۔ بار بار حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرماتے کہ وہ دینار صدقہ کر دیں۔

حضرت عائشہؓ چونکہ آپ کی تیمارداری میں مصروف تھیں اور آپ پر بار بار غشی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی اس وجہ سے ان دیناروں کو صدقہ کرنے میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ آپ کو جب بھی غشی سے افاقہ ہوتا تو پوچھتے کہ کیا وہ دینار صدقہ کر دیے ہیں؟ نہیں پھر فرمایا کہ عائشہ! جلد از جلد ان دیناروں کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دے۔ میں اپنے رب کو اس حال میں نہیں ملنا چاہتا کہ میرے گھر میں

دولت موجود ہو۔ اس طرح تو فقر مصطفیٰ ﷺ پر حرف آئے گا۔ حضرت عائشہؓ نے وہ دینار فوراً صدقہ کر کے آپ کو اطلاع دی تو آپؐ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

گرامی قدر سامعین! زندگی کے آخری دن آپؐ کے گھر میں ایک حبہ بھی موجود نہ تھا' حتیٰ کہ آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کی زندگی کی آخری رات تھی اور ہمارے پاس چراغ میں تیل ڈالنے کے لیے ایک پیسہ بھی موجود نہ تھا۔ اس رات ہم نے چراغ میں جو تیل ڈالا وہ بھی ادھار پر لیا تھا۔

گرامی قدر سامعین! علاوہ ازیں آپ جانتے ہیں کہ اسلامی حکومت کی آمدنی کی سب سے بڑی مد زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اغنیاء سے لی جاتی ہے اور فقراء پر تقسیم کی جاتی ہے۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ بیت المال میں جمع کرائے اور ہر ضرورت مند اور مستحق مسلمان کا حق ہے کہ اس سے اس کی مدد کی جائے۔ لیکن قربان جایئے فقر مصطفیٰ پرؐ آپؐ نے اپنی اولاد اور اپنے خاندان والوں کو ہمیشہ کے لیے اس فائدہ سے محروم فرما دیا۔ اور اعلان فرما دیا کہ میرے خاندان والوں کا اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔

اب اسلامی شریعت کا قانون یہ ہے کہ آپؐ کے خاندان والے اگر غنی ہوں تو ان سے زکوٰۃ وصول تو کی جائے گی لیکن اگر وہ مفلس ہوں تو زکوٰۃ کی مد سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ یہ بھی فقر مصطفیٰ ﷺ کی ایک زبردست دلیل ہے۔

علاوہ ازیں آپؐ جانتے ہیں کہ ساری دنیا کا مسلم قانون ہے اور اسلام کا بھی عام قانون یہی ہے کہ مرنے والا اپنے ترکہ میں جو مال و متاع جو سرمایہ بھی چھوڑ جائے وہ اس کی اولاد اور خاندان والوں کا حق ہے اور انہیں میں وہ مال و متاع

تقسیم کیا جاتا ہے۔

لیکن اس کے بالکل برعکس آپؐ نے یہ اعلان فرما دیا کہ میرا سب ترکہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ میرے ورثاء اور گھر والوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کا گروہ نہ کسی کے وراث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے ہم جو کچھ بھی چھوڑ جائیں سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہوتا ہے۔ ہماری وراثت مالی نہیں ہوتی بلکہ علمی ہوتی ہے۔ آپؐ نے یہ اعلان اس لیے فرمایا کہ دنیا والے یہ نہ کہیں کہ نبی اپنے ورثاء کے لیے مال جمع کرتا رہا اور ان کے لیے جائیداد بنا کر گیا۔ یہ بھی فقر مصطفٰے کی ایک روشن مثال ہے۔

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَۃً وَّلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاءَ الَّتِیْ کَانَ یَرْکَبُھَا وَ سِلَاحَہٗ وَاَرْضًا جَعَلَھَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً (بخاری) کہ آپؐ نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں نہ کوئی درہم چھوڑا نہ کوئی دینار۔ نہ کوئی غلام نہ کوئی باندی۔ اور نہ ہی کوئی اور چیز سوائے ایک سفید خچر کے جو آپ کی سواری کے کام آتا تھا اور کچھ اسلحہ تھا جو جہاد کے لیے کام آتا تھا۔ اور کچھ زمین تھی جس کو آپؐ نے غرباء کے لیے صدقہ کر دیا۔

گرامی قدر سامعین! یہ اس پیغمبرؐ کا جسے سردار کائنات کہا جاتا ہے سید الاولین والآخرین کہا جاتا ہے کل سرمایہ اور کل اثاثہ تھا۔ اس سے بڑی فقر مصطفٰے کی اور دلیل کیا ہو سکتی ہے۔

آپ نے خود دعاء مانگی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا یا اللہ مجھے مسکینی کی حالت پر زندہ رکھنا اور مسکینی کی حالت میں موت دینا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعاء قبول فرمالی۔ اور آپؐ انتہائی زہد وفقر کی

شان لیکر دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت ابوبردہؓ فرماتے ہیں اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ کِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ فِیْ ھٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری) کہ حضرت سیدہ عائشہؓ نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی موٹے دھاگے کی بنی ہوئی چادر دکھائی اور فرمایا کہ اسی چادر میں رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک قبض کی گئی تھی۔ یعنی وفات کے وقت آپ کے وجود مسعود پر کوئی قیمتی کپڑے نہ تھے بس یہ سادہ سی چادر تھی۔

گرامی قدر سامعین! خود اندازہ لگائیں کہ آپ نے نبوت ورسالت کی وجہ سے دنیا کے عیش و آرام کا کتنا حصہ حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا تھا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ. غور فرمائیں! جو کہا اس پر کس طرح عمل کر کے دکھایا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی صحیح قدر کرنے کی اور آپ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

زمیں پہ جھک کے جو عرش بریں پہ پہنچی تھی
ہمیں بلندی مقصود اسی جبیں سے ملی

خدا کے واسطے جینا بھی مرنا بھی
یہ تربیت ادب انداز دل نشیں سے ملی

اسدؔ فیض در مصطفےٰؐ کا کیا کہنا
کہ جس کو جو بھی سعادت ملی یہیں سے ملی

☆☆☆

## ۷:- صلوٰۃ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (سورۃ احزاب) صدق اللہ العظیم.

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر بے انتہاء احسان ہے کہ وہ ہمیں عدم سے وجود میں لایا۔ اور ہمیں اشرف المخلوقات 'انسان' بنایا اور پھر ہمیں مسلمان بنایا اور امت محمدیہ میں سے پیدا فرما کر خیر امۃ کا تاج ہمارے سروں پر سجایا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے اوپر سب سے زیادہ احسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ آپؐ ہمارے لیے وسیلہ رشد و ہدایت ہیں' آپؐ نے بڑی تکالیف اٹھا کر ہمیں خدا کا دین پہنچایا۔ آپؐ کی آمد ہی کی وجہ سے ہمیں اپنے خالق حقیقی کی معرفت حاصل ہوئی اور ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

آپؐ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے اتنی رحمت و رحمت رکھی جس کی نظیر لانا ناممکن ہے۔ آپؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (سورۃ توبہ) کہ امت کا مشقت و تکلیف میں پڑنا آپؐ کے لیے ناقابل برداشت ہے اور آپؐ ہر لحاظ سے امت کے فائدے کے خواہاں ہیں۔

معراج کی رات جب آپؐ پچاس نمازوں کا حکم لیکر واپس آ رہے تھے تو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کرانے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ آپ تو پچاس نمازیں پڑھ لیں گے اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ مگر آپ کی امت اس کی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ اور مفت میں گنہ گار ہوتی رہے گی۔ یہ آپ کی اپنی امت پر شفقت و رأفت ہی تھی کہ آپ نے نماز میں تخفیف کرانے کے لیے نو چکر لگائے۔

حدیث شریف کی کتب میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ کوئی کام مستقل طور پر کرنا چاہتے ہیں مگر امت کی تکلیف و مشقت کی وجہ سے نہیں کرتے لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کی تعبیرات اس پر شاہد ہیں۔

☆ ایک دفعہ آپ نے قربانی فرمائی تو اپنی امت کے غرباء کا خیال آ گیا اور فوراً فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّیْ وَ عَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ (ابوداؤد) کہ یا اللہ! یہ قربانی میری طرف سے بھی قبول فرما اور میرے ان امتیوں کی طرف سے بھی قبول فرما جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

☆ میدان محشر میں جب لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں مختلف انبیاء کرامؑ کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے اور وہ انبیاء معذرت کر لیں گے تو بالآخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے آپ اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک طویل سجدہ کریں گے اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سَلْ تُعْطَیْ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ کہ مانگئے میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ شفاعت کیجیے میں قبولیت کے لیے تیار ہوں تو آپ کی زبان پر ایک ہی لفظ ہو گا یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ اے اللہ میری امت پر رحمت فرما۔

☆ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک دعا ایسی دی ہے کہ اس کا حوالہ دیکر وہ نبی جو کچھ بھی مانگے اللہ تعالیٰ فوراً اس کو قبول فرما لیتے ہیں۔ چاہے وہ نبی اس دعاء کو خیر کی صورت میں

مانگے یا بد دعاء کی شکل میں' اللہ تعالیٰ فوراً شرف قبولیت سے نوازتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ کہ ہر نبی نے دنیا کی مشکل گھڑیوں اور لمحات میں اس دعاء کو استعمال کر لیا۔ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور میں نے اس دعاء کو قیامت والے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

میرے اوپر بڑے بڑے مصائب آئے' تکالیف آئیں مگر میں نے اس دعاء کو اپنی ذات کے لیے استعمال نہیں کیا۔ اسے صرف اور صرف قیامت والے دن اپنی امت کے گناہ گاروں کے حق میں استعمال کروں گا۔ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئاً (مسلم) اور اس دعاء سے میرا ہر وہ امتی فائدہ اٹھائے گا جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا۔

گرامی قدر سامعین! ذرا سوچیں! کیا ہم اتنے شفیق اور مہربان نبی کے احسانات کا بدلہ اتار سکتے ہیں؟ ہمارے پاس صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم آپ ﷺ کی ذات عالی پر درود پاک پڑھیں اور آپ ﷺ کے درجات کی مزید بلندی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اے ایمان والو! آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔

**حکم کا جداگانہ انداز:**

غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے درود پاک کا حکم دینے کے لیے ایک نرالا انداز اپنایا ہے۔ یہ انداز پورے قرآن میں کسی اور عمل کے حکم لیے اختیار نہیں فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ پر درود پاک بھیجنا ایسا عظیم عمل ہے کہ یہ میں بھی کرتا ہوں اور میرے فرشتے بھی کرتے ہیں إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ لہذا تمہیں

بھی یہ عمل کرنا چاہیے۔ اس انداز تعبیر سے درود پاک کی بہت بڑی فضیلت واہمیت ثابت ہو رہی ہے۔ درود پاک بھیجنے کی ترغیب کا اس سے بہتر انداز اور کون سا ہو سکتا ہے۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود بھیجنے اور ہمارے درود بھیجنے میں بڑا فرق ہے۔ الفاظ اگرچہ مشترک ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے "یُصَلُّوْنَ" لہٰذا تم بھی "صَلُّوْا" مگر معنی میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں بھیجتا ہے۔ آپؐ کی عزت وعظمت میں اضافہ کرتا ہے۔ فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کی مزید بلندی مرتبت کی دعاء کرتے ہیں اور رحمتوں اور برکتوں کے پھول آپؐ پر نچھاور کرتے ہیں۔

مؤمنین کے درود بھیجنے کا مطلب واضح ہے کہ آپؐ کی بلندی درجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں کہ اے اللہ آپؐ پر مزید رحمتیں اور عنایتیں فرما کہ آپؐ کی شان اقدس میں مزید اضافہ فرما۔

## درود پاک کی فضیلت:

۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَ حُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَ رُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی) کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں وَ کُتِبَ لَہٗ بِھَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ یعنی اس کے حساب میں دس نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ

آپؐ پر درود پاک پورے اخلاص اور نیک نیتی سے بھیجا جائے مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهٖ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ خدانخواستہ اگر ریاکاری اور دکھاوا مقصود ہوا تو یقیناً اجر، ثواب سے محروم رہے گا۔

۲) حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُ ھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً (ترمذی) کہ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہی امتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔ اس لیے قیامت کے دن ہمیں اگر آپؐ کا خصوصی قرب اور خصوصی شفقت چاہیے تو ہمیں زیادہ سے زیادہ درود بھیجنا چاہیے۔

۳) حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی آبادی سے نکل کر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچے۔ آپ وہاں جا کر اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ قَدْ تَوَفَّاہُ یہاں تک کہ مجھے خطرہ پڑ گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت تو نہیں کر دیا۔

کافی دیر کے بعد جب آپؐ نے سر مبارک اٹھایا تو میں انتہائی مغموم انداز میں آپ کو دیکھ رہا تھا۔ آپؐ نے میری پریشانی اور غم کا سبب پوچھا تو میں نے آپ کو وجہ بتائی کہ مجھے تو یہ شبہ پڑ گیا تھا۔ پھر آپؐ نے اصل وجہ بتائی کہ حضرت جبریل علیہ السلام میری طرف اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام لائے تھے۔

اور وہ پیغام کیا ہے؟ ایک عظیم خوش خبری ہے اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْہِ وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ (رواہ احمد) کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو بندہ آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر خصوصی رحمت بھیجوں گا اور جو آپؐ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ آپؐ

نے ارشاد فرمایا فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ شُكْرًا کہ اللہ تعالیٰ کے اس خصوصی انعام و اکرام کی وجہ سے میں اس کے حضور سجدہ شکر بجالایا۔

(امام بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر کے ثبوت میں میری نظر میں یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے)

۴) حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کہ اے اللہ! اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت کے دن اپنے قریب کی نشست گاہ عطاء فرما وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي (رواہ احمد) تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

ایک حدیث میں یہ الفاظ اس طرح آئے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

گرامی قدر سامعین! کون نہیں چاہتا کہ قیامت والے دن اس کو سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے اس لیے ہمیں چاہیے کہ آپؐ پر کثرت سے درود پاک بھیجا کریں۔

اَلْمَقْعَدُ الْمُقَرَّبُ کی مراد بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے اپنے رسالہ فضائل درود شریف میں لکھا ہے کہ یہ جنت میں آپ کا وہ مقام ہے جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں جس کے متعلق آپؐ نے اپنا خواب یوں بیان فرمایا کہ مجھے دونوں فرشتے ایک گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین اور بہتر مکان میں نے نہیں دیکھا تھا اس میں بہت سے بوڑھے، جوان عورتیں اور بچے تھے۔ اس کے بعد وہ مجھے ایک درخت پر لے گئے وہاں ایک اور مکان کے اندر لے گئے جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ میرے پوچھنے پر

انہوں نے بتایا کہ پہلا مکان عام مسلمانوں کا ہے اور یہ شہداء کا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ذرا سر اٹھایئے تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ابر سا نظر آیا یعنی وہ مکان انتہائی بلندی پر تھا فرشتوں نے مجھے بتایا ذَاکَ مَنْزِلُکَ کہ یہ آپ کا گھر ہے۔ میں نے کہا مجھے اس کے اندر جانے دو تا کہ میں اس کو بھی دیکھ لوں تو ان دونوں فرشتوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جب آپ کی عمر پوری ہو جائے گی تو آپ اس میں تشریف لے جائیں گے۔ (بخاری)

بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے جہاں آپ کا عنداللہ مقام معلوم ہو گیا وہاں یہ بات بھی پتہ چل گئی کہ بتکمیل عمر یعنی وفات کے بعد آپ اس مکان میں تشریف فرما ہوئے۔

٥) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ (ترمذی) کہ دعاء آسمان و زمین کے درمیان رکی رہتی ہے اور نہیں جا سکتی جب تک نبی پاک ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔

گرامی قدر سامعین! اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ درود شریف دعاء کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ درود شریف جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں ایک اعلیٰ واشرف دعا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی قبول فرماتا ہے۔ پھر جب بندہ اپنی دعاء سے پہلے بھی درود پاک پڑھے اور آخر میں بھی درود پاک پڑھے تو اس کے لطف وکرم سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ اول و آخر کی دعائیں تو قبول کر لے اور درمیان کی دعاء قبول نہ کرے۔ اس لیے دعاء کے اول و آخر درود پاک پڑھنے والے کو قبولیت کی پوری امید رکھنی چاہیے۔

٦) حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ

آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ پر زیادہ سے زیادہ درود پاک بھیجا کروں۔ آپؐ مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی دعاء کے اوقات میں سے کتنا حصہ آپؐ پر درود بھیجنے کے لیے مختص کرلوں؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا مَاشِئْتَ کہ جتنا کرسکو کرلو۔ پھر میں نے عرض کیا کہ چوتھائی حصہ آپؐ پر درود بھیجنے کے لئے مختص کرلوں گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌلَّکَ کہ اگر وقت بڑھا لو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا پھر آدھا وقت اس کے لیے مخصوص کرتا ہوں۔ آپؐ نے پھر فرمایا مَاشِئْتَ لَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌلَّکَ کہ جتنا چاہو کرلو اگر وقت اور بڑھا لو تو تمہارے لیے بہتر رہے گا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ دو تہائی وقت مختص کرلوں؟ آپؐ نے پھر بھی ارشاد فرمایا فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌلَّکَ تو میں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی دعاء کا سارا ہی وقت آپؐ پر درود کے لیے مختص کرتا ہوں اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا تو آپؐ نے خوش ہوکر فرمایا اِذًا تُکْفٰی ھَمَّکَ وَ یُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ کہ پھر تو تیری ساری دینی و دنیاوی مہمات کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہوگا اور تیرے سارے گناہ وقصور ختم کر دیے جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ درود پاک پر سارا وقت صرف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے سارے مسائل و مہمات جن کے لیے تم دعاء کرنا چاہتے ہو اپنے کرم سے بن مانگے حل کردے گا اور تمہارے سارے وہ گناہ جن کے لیے تم استغفار کرنا چاہتے ہو بن مانگے معاف فرمادے گا۔

### اگر درود نہ پڑھا جائے تو؟

گرامی قدر سامعین! جس طرح درود شریف پڑھنے کے فضائل کتب حدیث میں موجود ہیں اسی طرح درود نہ پڑھنے پر وعیدیں بھی موجود ہیں۔

۱) حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی) کہ اصلی بخیل اور کنجوس وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

مطلب یہ ہے کہ عام طور پر بخیل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مال و دولت خرچ کرنے میں بخل سے کام لے لیکن اس سے بھی بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے محسن انسانیت ﷺ کا ذکر مبارک آئے اور وہ زبان سے درود کے دو کلمے کہنے میں بھی بخل کرے۔

۲) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ اُذْکَرَ عِنْدَ رَجُلٍ فَلَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ (النمیری) کہ کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو یہ اس کی جفا اور ظلم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے کما حقہ آپ کی قدر نہ کی اور آپ کی قدر و منزلت نہ پہچاننے سے بڑی زیادتی اور کون سی ہو سکتی ہے؟

۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّہِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ تِرَۃً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہُمْ وَ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَہُمْ (ترمذی) کہ جو لوگ کسی جگہ پر بیٹھے اور مجلس و نشست میں انہوں نے نہ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجا تو یہ مجلس قیامت والے دن ان کے لیے حسرت و خسران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف کر دے۔

یعنی ایسی مجلس پر نہ تو اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہوتی ہے اور نہ ہی وہ مجلس باعث برکت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی مجالس کو ذکر اللہ اور درود پاک سے

خالی نہ رکھنا چاہیے۔

۴) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جمع ہونے کا حکم دیا ہم لوگ منبر کے قریب جمع ہو گئے جب آپؐ منبر پر چڑھنے لگے تو پہلی سیڑھی پر اپنے قدم رکھتے ہوئے فرمایا "آمین" پھر اسی طرح دوسری اور تیسری سیڑھی پر "آمین" فرمایا۔

جب آپؐ اپنے خطاب سے فارغ ہو گئے تو ہم نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللهِ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ اے اللہ کے رسول آج ہم نے آپؐ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو پہلے ہم نہیں سنتے تھے۔

(یعنی آپؐ کا بار بار آمین فرمانا)۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا منبر کے ہر درجے پر چڑھتے ہوئے جبریل امین علیہ السلام بد دعاء کرتے تھے اور میں نے آمین کہہ دی۔ صحابہ کرامؓ نے خوف زدہ ہو کر سوال کیا کہ وہ کون بد بخت اور روسیاہ لوگ ہیں جن کو جبریل علیہ السلام نے بد دعا دی اور آپؐ نے آمین فرمائی۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے فرمایا بعد مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ کہ وہ شخص تباہ و برباد ہو اور خائب و خاسر ہو کہ جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کر سکا۔ دوسری مرتبہ حضرت جبریلؑ نے فرمایا بُعْدٌ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ کہ وہ شخص بھی خائب و خاسر اور بد نصیب ہے جس کے سامنے آپؐ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے۔ تیسری مرتبہ جبریل علیہ السلام نے فرمایا بُعْدٌ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَا الْجَنَّةَ کہ وہ شخص بھی خائب و خاسر و نامراد ہے جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت نہ کما سکا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کی ان تینوں بددعاؤں کے جواب میں میں نے آمین کہی کہ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

گرامی قدر سامعین! توجہ فرمائیں بددعاء دینے والے جبریل علیہ السلام نوریوں کے سردار ہیں اور آمین کہنے والے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں بھلا ایسی بددعاء کی قبولیت میں کوئی شک ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تینوں بد دعاؤں سے محفوظ رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

## کیا آپؐ کو درود شریف کی ضرورت ہے؟

ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے؟ کیا ہم درود پڑھیں گے تو تب اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمت نازل فرمائے گا؟ آخر ہمیں آپؐ کے لیے رحمت و برکت مانگنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ آپ ہرگز ہمارے درود کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر روئے زمین کے سارے لوگ درود پڑھنا بالکل بند کردیں تب بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں ہمہ وقت نچھاور کررہا ہے۔ ہر ہر لمحہ آپ کا درجہ بلند سے بلند تر ہورہا ہے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (سورۃ والضحیٰ)

ہم آپ ﷺ پر درود پاک پڑھ کر آپ سے سچی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں تو اس طرح آپؐ سے نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر بھی نظر رحمت فرماتا ہے۔ تو درحقیقت درود پاک پڑھنے میں فائدہ ہمارا ہی ہے۔

## اَللّٰھُمَّ صَلِّ کہنے میں راز:

ہوسکتا ہے آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور ہم بجائے اسکے کہ آپ ؐ پر بذات خود درود بھیجیں الٹا اللہ تعالیٰ کو کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ تو آپ ؐ پر درود بھیج۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "صَلُّوْا" تم صلوٰۃ بھیجو اور ہم جواب میں کہہ رہے ہیں "اَللّٰھُمَّ صَلِّ" اے اللہ تو صلوٰۃ بھیج۔ درحقیقت ہمیں تو یوں کہنا چاہیے تھا "نُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ" یا "اُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ"

اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہر لحاظ سے پاک اور بے عیب ہے۔ اور ہم انتہائی گنہگار' خطاکار اور عیب دار ہیں۔ پس جو خود سراپا عیب ونقائص ہو اس کی کیا مجال کہ آپ کی تعریف وتوصیف کا حق ادا کر سکے۔ اس لیے ہم اپنی عجز و انکساری اور درماندگی کا اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تو خود ہی اپنے نبی کی شایان شان ان پر رحمت بھیج۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزا شتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

یہ ایسے ہی ہے جیسے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ کہ یا اللہ میں تیری تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے۔

یہاں بھی مطلب یہی ہے کہ اے اللہ! ہماری کیا مجال کہ ہم تیرے نبی کے شایان شان تعریف وتوصیف کر سکیں۔ تو ہی اپنے نبی کی تعریف وثناء کا حق ادا

کرسکتا ہے۔

خدا در انتظار حمد مانیست      محمد چشم براہ ثنا نیست
خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس      محمد حامد حمد خدا بس

### درود سے شرک کا خاتمہ:

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ درود شریف ایک دعاء ہے جو ہم اللہ تعالیٰ سے پیغمبر ﷺ کے حق میں مانگتے ہیں۔ پیغمبر ﷺ کے مرتبہ اور شان سے کون واقف نہیں آپؐ کے بارے میں بالکل بجا کہا گیا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی آپؐ کی اتنی عظمت اور شان کے باوجود ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ سے نہیں مانگنا بلکہ آپؐ کے لیے مانگنا ہے۔ صرف اگر اسی ایک نکتے پر غور کیا جائے تو خالق اور مخلوق کا فرق واضح ہوجاتا ہے اور شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

اسی طرح اذان کے بعد کی دعا ہے جس میں ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا مقام طلب کرتے ہیں۔ وہاں بھی یہی سبق دیا گیا ہے کہ آپؐ سے نہیں مانگنا بلکہ آپؐ کے لیے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے۔ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ کہ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ (جنت کا اعلیٰ مقام) طلب کیا کرو۔

### کونسا درود پڑھیں؟

گرامی قدر سامعین! ہمارے معاشرہ میں مختلف قسم کے درود رائج ہیں تقریباً ہر مسجد اور ہر مولوی کا درود جدا ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ آیت کریمہ کی رو سے ہم اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے کونسا درود پڑھیں؟

اس کا فیصلہ خود کرنے کی بجائے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے کروالیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ ؐ کے مبارک فیصلہ کے بعد ایک مسلمان کے لیے چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ احزاب کی یہ آیت (اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ الخ) نازل فرمائی تو اس وقت صحابہ کرامؓ نے آپ ؐ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت میں دو حکم ارشاد فرمائے ہیں (۱) صَلُّوْا یعنی صلوٰۃ بھیجو (۲) سَلِّمُوْا یعنی سلام بھیجو۔

اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ؐ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو آپ کی معرفت بتا دیا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ یعنی نماز میں ہم تشہد کے بعد آپ ؐ کے فرمان کے مطابق آپ ؐ پر یوں سلام بھیجتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اب آپ ہمیں ارشاد فرمائیں کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ کہ ہم آپ ؐ پر درود کس طرح بھیجا کریں؟

پیغمبر ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اس سوال کے جواب میں فرمایا قُوْلُوْا کہ یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (بخاری ومسلم)

گرامی قدر سامعین! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ ؐ کے حکم کے مطابق درود پڑھنے والا کون ہے اور نہ پڑھنے والا کون ہے؟ کون ہے جو اس درود ابراہیمی کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ اور آپ ؐ کا حکم بجالاتا ہے؟ اور کون ہے جو من گھڑت الفاظ کو درود کا درجہ دیکر آپ ؐ کی حکم عدولی کرتا ہے؟

**افضل درود:**

حدیث شریف کی کتب میں درود شریف کے اور صیغے بھی آئے ہیں مگر ان تمام صیغوں میں سے افضل درود یہی ہے کیونکہ یہ آیت شریفہ کے امتثال امر میں سکھایا گیا ہے۔ امام نوویؒ نے اپنی کتاب "روضہ" میں یہاں تک لکھ دیا کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھا بیٹھے کہ میں سب سے افضل درود پڑھوں گا تو اس درود (درود ابراہیمی) کے پڑھنے سے قسم پوری ہو جائے گی۔

اس درود پاک کی افضلیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اسے نماز میں جگہ دی گئی ہے۔

پھر یہ اتنا جامع درود ہے کہ اس میں آپ کی آل کا بھی ذکر ہے برکات کا بھی ذکر ہے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی تذکرہ ہے اور اَللّٰھُمَّ کے لفظ سے اللہ تعالیٰ سے درخواست بھی کی گئی ہے۔ برخلاف اس کے جو درود آج کل اذان سے اول لاؤڈ سپیکروں پر پڑھا جا رہا ہے نہ تو وہ حضور کا بتایا ہوا ہے' نہ اس میں آل کا ذکر ہے' نہ برکات کا' نہ ہی ابراہیم علیہ السلام کا' اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے۔

ہمارے والد مکرم شیخ التفسیر حضرت مولانا بشیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہ عوام کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اس درود ابراہیمی میں "اَللّٰہ" کا لفظ سب سے پہلے آیا ہے اور جو لوگوں نے تجویز کر رکھا ہے اس میں لفظ "اَللّٰہ" سب سے آخر میں آیا ہے۔ اب بتاؤ افضل کونسا درود ہے؟

گرامی قدر سامعین! ذرا غور فرمائیں ایک درود وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے اور ایک درود وہ ہے جو مولویوں نے بذات خود تجویز کر لیا ہے۔ نبوت کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات زیادہ قیمتی ہیں یا مولوی

صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے؟

حدیث شریف میں ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعہ پر حضرت سیدنا براء بن عازبؓ کو ایک دعاء سکھائی جس میں یہ الفاظ تھے "آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ" حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دعاء یاد کر کے جب آپ کو سنائی تو بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ کی بجائے بِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ کہا۔ مگر آپؐ نے میری غلطی نکالی اور فرمایا وہی کہو جو میں نے سکھایا تھا بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔ (بخاری و مسلم)

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں! الفاظ بالکل ہم معنیٰ ہیں نبی کی بجائے رسول کہہ دیا۔ معنیٰ میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ مگر آپؐ نے غلطی کیوں نکالی؟ غلطی اسی لیے نکالی کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ جاندار بھی ہیں اور بابرکت بھی ہیں اسی طرح ہم وہی درود پاک پڑھیں گے جس کے الفاظ لسان نبوت نے سکھا دیے ہیں۔

## سلام کہاں گیا؟

بعض اہل بدعت یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت میں تو دو حکم ہیں ایک صلوٰۃ کا دوسرا سلام کا اور درود ابراہیمی میں تو سلام ہے ہی نہیں یہ تو ناقص ہے اس سے بہتر تو ہمارا درود ہے جس میں صلوٰۃ بھی ہے اور سلام بھی ہے۔ "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" اس لیے یہ درود پڑھنا چاہیے تاکہ بیک وقت دونوں کام ہو جائیں۔

جواباً عرض ہے کہ حدیث پاک کی رو سے بتایا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سلام بھیجنے کا کیا طریقہ سکھایا تھا۔ اسی لیے تو صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ سلام کا طریقہ تو ہمیں بتایا جا چکا ہے کہ ہم نماز میں حالت قعدہ میں پڑھتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ثابت ہوا کہ آپؐ نے صحابہ کرام کو سلام کا طریقہ بھی سکھا دیا اور صلوٰۃ کا بھی۔

یہ ضروری نہیں کہ دونوں کو بیک وقت ایک ہی جملہ میں ادا کیا جائے۔ دیکھیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ بیک وقت دونوں کام کرو۔ جب بھی نماز پڑھو ساتھ زکوٰۃ بھی دو؟ آپ جانتے ہیں کہ دونوں کا موقعہ جدا جدا ہے نماز تو دن میں پانچ مرتبہ اور سال میں اٹھارہ سو مرتبہ پڑھی جاتی ہے جبکہ زکوٰۃ سال میں صرف ایک دفعہ دی جاتی ہے۔

## درود پہنچتا ہے:

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا پڑھا ہوا درود وسلام پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقیناً پہنچتا ہے۔ پہنچانے کی ذمہ داری ہماری نہیں اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں بھی اور بعد از وفات بھی ہمارا درود وسلام آپ کو پہنچتا ہے۔ مگر سمجھنے والی بات یہ ہے کہ پہنچنے کا مطلب کیا ہے؟ کیا ہر درود پڑھنے والے کا نام لے کر آپ کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے آپؐ پر درود پڑھا ہے؟ محقق علماء کرام بیان فرماتے ہیں کہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ درود پڑھنے والے کی دعاء آپؐ کے حق میں قبول ہوتی ہے۔

گرامی قدر سامعین! ذرا سوچئے آپؐ کی زندگی میں آپ کو درود کس طرح پہنچتا تھا۔ اگر زندگی میں نام لیکر اطلاع دی جاتی تھی تو اب بھی نام لیکر اطلاع دی جاتی ہوگی۔ اگر زندگی میں یہ طریقہ نہیں تھا تو یقیناً اب بھی نہیں ہے۔ ہمارے پاس ایسے قرائن ہیں کہ زندگی میں آپ کو درود پڑھنے والے کا نام و پتہ نہیں بتایا جاتا تھا۔

☆ ۶ھ میں آپ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ نے مزاحمت کا ارادہ کیا تو آپ حدیبیہ کے مقام پر رک گئے طرفین میں بات چیت چلنے لگی تو آپ نے حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ مشرکین مکہ نے آپؓ کو قید کر لیا اور افواہ اڑا دی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ غالباً یہ افواہ پھیلانے سے وہ مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ لگانا چاہتے تھے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس افواہ کو سچا سمجھ کر ان کے قصاص کے لیے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے بعد میں آپ کو پتہ چلا کہ یہ افواہ تو جھوٹی تھی اور حضرت عثمانؓ تو مکہ میں زندہ موجود ہیں پھر آپؐ نے ان کو بھی بیعت میں شامل فرمایا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ جب زندہ تھے تو یقیناً نماز بھی پڑھتے تھے اور نماز میں آپؐ پر درود و سلام بھی پڑھتے تھے اگر آپؐ کو نام لیکر اطلاع دی جاتی ہوتی تو حضرت عثمانؓ کے درود پڑھنے سے آپ کو پتہ چل جاتا کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں اور درود پڑھ رہے ہیں۔

سوچیے! پھر آپؐ نے ان کو مقتول سمجھ کر ان کے قصاص کے لیے بعیت کیوں لی؟

اسی طرح بیر معونہ کا المناک واقعہ ہے کہ جب کفار نے ایک منصوبہ کے تحت آپؐ سے مبلغ اور قاری طلب کیے اور بہانہ یہ کیا کہ یہ مبلغ ہمارے علاقے میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے اور احکام دین سکھائیں گے۔ آپؐ نے ان کے ساتھ ستر قاری صحابہ روانہ فرما دیے۔ جو انتہائی اعلیٰ درجے کے قاری متقی اور پرہیزگار تھے دن کو اپنی گزران کے لیے جنگل سے لکڑیاں چنتے اور رات خدا کی عبادت میں گزار دیتے تھے۔

جب یہ لوگ بیر معونہ کے مقام پر پہنچے تو کفار نے انتہائی بے دردی کے ساتھ ان کو شہید کر دیا۔ کافی عرصہ تک ان کی شہادت کا آپ کو علم نہ ہو سکا۔ بالآخر حضرت جبریلؑ نے آ کر بحکم خداوندی اطلاع دی کہ وہ تو اپنے رب کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ پھر کافی عرصہ تک آپؐ ان کفار کے لیے بددعاء فرماتے رہے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اگر نام بنام درود پہنچتا تو ان ستر صحابہ کرامؓ کی وفات کے بعد جب ان کا درود پہنچنا بند ہو گیا تو آپ کو معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ وہ دنیا میں زندہ نہیں رہے۔ اگر زندہ ہوتے تو یقیناً نماز پڑھتے اور درود بھی پڑھتے۔ مگر آپؐ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ درود و سلام یقیناً آپ تک پہنچتا ہے مگر نام بنام خبر ملنا ضروری نہیں ہے۔

☆ اسی طرح حدیث پاک میں ہے کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو التحیات کے الفاظ سکھائے اور عباداللہ الصالحین پر سلام بھیجنے کے الفاظ بھی سکھائے کہ اس طرح کہا کرو "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" پھر آپؐ نے فرمایا کہ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْھَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدٍ لِلّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (بخاری) کہ جب تم اس طرح سلام پڑھو گے تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے تک تمہارا سلام پہنچ جائیگا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں! کیا ہر نیک بندے کو اس سلام کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے یہ سلام بھیجا ہے؟ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اسی نماز اور اسی صف میں بیٹھے ہوئے ساتھ والے نمازی کو بھی پتہ نہیں چلتا اور حدیث کہتی ہے "اَصَابَتْ" سلام پہنچتا ہے۔

معلوم ہوا کہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دعاء اس نیک آدمی کے حق میں

قبول ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر سلامتی نچھاور کرتا ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر جب سلام پڑھا جاتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ الخ یا بعد میں درود شریف پڑھا جاتا ہے تو یہ دعائیہ کلمات یقیناً آپؐ کے حق میں قبول ہوتے ہیں اور آپؐ کے درجات بلند سے بلند تر ہو جاتے ہیں اور پڑھنے والے کو بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

☆ ایک اور ضروری بات ہے کہ جب ہم نے کہہ دیا اَللّٰهُمَّ صَلِّ الخ تو ہم اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر درود پہنچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اب آگے اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے وہ جس طرح پہنچائے اس کی مرضی ہے ہمیں اس میں بحث و تجسس اور فکر و تشویش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا کام ہے کہ اخلاص و وفاداری کے ساتھ درود پاک پڑھیں اور بس۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی سچی محبت عطاء فرمائے اور آپؐ پر زیادہ سے زیادہ درود پاک پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

---

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمدؐ چشم براہ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفیٰؐ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس

محمدؐ از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفیٰؐ را

## ۸:- معجزاتِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (سورۃ بنی اسرائیل) صدق اللہ العظیم

گرامی قدر سامعین! ''معجزہ'' کا لفظ ''عجز'' سے نکلا ہے جس کا لغوی معنی ہے عاجز کر دینے والا۔ یعنی وہ کام جس کے کرنے سے لوگ عاجز ہوں۔ اسکی کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ معجزہ خدا تعالیٰ کا وہ خرقِ عادت فعل ہے جو انبیاء کرام کی تائید و نصرت کے لیے انکے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ ایک بنیادی بات ہے کہ معجزہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اُسی کی قدرت کاملہ اور مشیت سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اسکے وقوع میں نبی اور رسول کا ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا۔ وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ مومنون) یعنی کسی نبی اور رسول کی طاقت نہیں کہ وہ کوئی معجزہ خدا تعالیٰ کی مرضی و اجازت کے بغیر ظاہر کر سکے۔ انبیاء کرامؑ سے کفار نے منہ مانگے معجزات طلب کیے تو انہوں نے یہی جواب دیا وَمَا کَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَکُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ ابراہیم) کہ یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکیں۔

### تقابلی جائزہ:

ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے حالات اور ضرورت کے مطابق معجزات عطاء

فرمائے۔ اسی طرح آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطاء فرمائے۔ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کے معجزات میں ایک فرق یہ ہے کہ آپ کے معجزے تعداد میں ان سے زیادہ ہیں' حتیٰ کہ بعض علماء کرام نے آپ کے معجزات کی تعداد تقریباً تین ہزار بیان فرمائی ہے۔ اور بعض نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف فرمائیں ہیں۔ ایک اور فرق یہ ہے کہ آپ کے معجزات میں تنوع پایا جاتا ہے جبکہ دیگر انبیاء کے وہی معجزے بار بار دہرائے جاتے رہے۔ پھر اگر ہم دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور آپ ﷺ کے معجزات کا تقابلی جائزہ لیں تو آپ کو دیے گئے معجزات ان سے زیادہ اقویٰ اور حیران کن ہیں اور ان میں اعجازی پہلو زیادہ نمایاں اور واضح ہے۔

ذرا غور فرمائیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک مشہور معجزہ ہے کہ آپ کی قوم نے جب پانی کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر پر اپنے عصاء کی ضرب لگائی۔ ضرب کا لگنا تھا کہ پتھر کی اس چٹان سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (سورۃ البقرہ) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے خدا تعالیٰ سے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

گرامی قدر سامعین! پتھر کی ایک چٹان سے پانی نکلنا واقعی ایک اعجاز ہے' لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ چشمے عموماً پہاڑوں اور پتھروں سے ہی برآمد ہوتے ہیں۔ کرنے والوں نے تو اس کی یہ تاویل بھی کر دی کہ چشمے پہلے سے موجود تھے' ان کے منہ پر مٹی جمی ہوئی تھی' لاٹھی مارنے سے وہ مٹی ہٹ گئی تو پانی بہنا شروع ہو گیا۔ اگرچہ منکرین معجزات کی یہ تاویل سراسر باطل ہے مگر انہوں نے

بہر حال انکار کا ایک پہلو نکال لیا۔

اس سے زیادہ محیر العقول معجزہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے جبکہ آپ اپنے پندرہ سو صحابہ کرام ؓ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے۔ پانی کا ذخیرہ اس حد تک ختم ہو گیا کہ صحابہ کرام ؓ ایک گھونٹ کے لیے بھی ترس کر رہ گئے۔ پیغمبر ﷺ کو حالات سے آگاہ کیا گیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ جتنا پانی پورے لشکر سے اکٹھا کیا جا سکتا ہے لے کر آؤ۔ چنانچہ مشکیزوں کو نچوڑ نچوڑ کر قطرہ قطرہ ایک چھوٹے سے برتن میں جمع کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ سینکڑوں صحابہ کرام ؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جونہی آپ ؐ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈبو کر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائی فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ تو پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔

صحابہ کرام ؓ نے اپنے مشکیزے بھر لیے جانوروں کو پلا لیا سب ضروریات پوری کر لیں مگر پانی ختم نہ ہوا۔ گرامی قدر سامعین! انگلیاں تو گوشت پوست ہڈی اور خون کا مجموعہ ہیں ان سے تو پانی نکلنا ناممکن ہے۔ اب دونوں معجزوں کا موازنہ کیجئے کہ زیادہ محیر العقول اور اقوی معجزہ کونسا ہے۔

اسی طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

احیاء موتی کا یہ معجزہ واقعی بڑا حیران کن ہے کہ جس شخص پر موت وارد ہو چکی اور روح اس کے جسم سے خارج ہو چکی وہ دوبارہ زندہ ہو جائے! لیکن اگر غور کیا جائے تو بات صرف اتنی ہے کہ خارج شدہ روح دوبارہ اس جسم میں داخل ہو گئی۔ جس محل سے نکل چکی تھی اسی محل میں لوٹ آئی۔

اس سے زیادہ محیر العقول معجزہ میرے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا

ہے۔ کہ جب آپ نے لکڑی کا منبر تیار ہونے کے بعد مسجد نبوی میں موجود کھجور کے اس خشک ستون کا سہارا چھوڑ دیا جس کے ساتھ مدتوں سے کھڑے ہوتے تھے تو وہ ستون بچوں کی طرح فراق نبوی میں بلک بلک کر رونے لگا۔ سینکڑوں صحابہؓ نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کے رونے کی درد ناک آواز اپنے کانوں سے سنی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ستون اب پھٹ جائے گا۔ آپؐ اس کی یہ حالت دیکھ کر منبر سے اترے اس کے قریب آئے اس پر ہاتھ رکھا بلکہ اس کو سینے سے لگایا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔ اسی لیے اس ستون کا نام اسطوانہ حنانہ پڑ گیا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں کھجور کے اس خشک تنے میں کس طرح زندگی آ گئی۔ اگر صرف اتنی زندگی آتی کہ وہ ہرا ہو جاتا اس پر پتے اور پھل وغیرہ لگ جاتے تو تب بھی بڑی عجیب بات تھی۔ مگر نباتی زندگی آنے کی بجائے اس میں حیوانی زندگی آ گئی کہ وہ فراق ووصل کو محسوس کرنے لگا۔ بلکہ انسانی زندگی آ گئی کہ وہ رونے لگا۔ بلکہ عرفانی زندگی آ گئی کہ اس میں عشق نبوی کا قیمتی جذبہ ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

اب اس معجزے کا حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کے ساتھ موازنہ فرمائیں کہ زندگی وہاں بھی آئی مگر اس وجود میں جو روح کا محل اور مسکن تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے روح اس کے اندر تھی پھر نکلی اور پھر واپس آ گئی اور یہاں زندگی اس وجود میں آ رہی ہے جو روح کا محل نہ تھا۔ صرف زندگی نہیں آئی بلکہ فراق ووصل کا احساس بھی پیدا ہو گیا اور درد والم سے رونے بھی لگا۔

اب بتایئے دونوں معجزوں میں سے زیادہ محیر العقول معجزہ کونسا ہے؟

اسی طرح حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام اور انکے والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے کہ وہ پرندوں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے وَ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (سورۂ نمل) پرندوں کی بولیاں سمجھ لینا واقعی ایک حیران کن بات ہے اور عجیب معجزہ ہے۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک موقعہ پر ایک چیونٹی کی نحیف سی آواز کو سن کر سمجھ لیا تھا یہ بھی بڑی حیران کن بات ہے۔

اس کے بالمقابل ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ ایک موقعہ پر ابوجہل اپنی بند مٹھی میں چند کنکریاں لے کر آپ کی خدمت میں آیا اور طعنہ آمیز لہجے میں آپؐ سے سوال کرنے لگا کہ اگر آپؐ اللہ کے پیغمبر ہیں تو بتائیں میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

آپؐ نے اللہ کے حکم سے جواب دیا کہ ابوجہل! کیا میں بتاؤں کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے یا وہ چیز خود بولے جو تیرے ہاتھ میں موجود ہے۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ کیا میری مٹھی کے اندر والی چیز بھی بول سکتی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ پھر سب حاضرین نے سنا کہ اس کی بند مٹھی میں بے جان کنکریاں کلمہ پڑھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کرنے لگیں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں کہ یہ معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ سے زیادہ قوت والا نہیں ہے؟ وہاں تو صرف پرندوں کی چہچہاہٹ کو سمجھنے کی بات تھی اور یہاں بے جان پتھر بولنے لگے اور ان کی تسبیح سب لوگ سننے لگے۔

گرامی قدر سامعین! یہ چند مثالیں میں نے اس لیے بطور نمونہ عرض کی ہیں کہ آپ کو بتایا جاسکے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں دیگر انبیاء

کرام کے معجزات کی نسبت اعجازی پہلو زیادہ نمایاں اور واضح ہے۔

### آپؐ کے عظیم معجزات:

قرآن وحدیث میں اگر غور کیا جائے تو آپؐ کے چار معجزات باقی سب معجزات سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ (ا) قرآن مجید (ب) معراج (ج) شق قمر (د) شق صدر۔

### ا) قرآن مجید:

یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا علمی اور دائمی معجزہ ہے۔ جس طرح آپؐ کی نبوت دائمی اور ابدی ہے اسی طرح آپؐ کی نبوت کی دلیل (قرآن مجید) بھی دائمی اور ابدی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے کہ ہر نبی کو اس کے زمانہ کے مطابق معجزات عطاء فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بڑا زور تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عصاء اور ید بیضاء کے معجزے دیئے جنہوں نے جادو کو مات کر دیا اور ماہر جادوگر آپؐ کا مقابلہ کرنے سے عاجز آگئے فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا آمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى۔

اسی طرح سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت اور حکمت کا بڑا زور تھا اور یہ فن پورے عروج پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی نوعیت کے معجزات عطاء فرما کر حکماء اور اطباء کو عاجز کر دیا۔ مادرزاد اندھے اور برص کے مریض محض ہاتھ پھیرنے سے شفاء پانے لگے حتیٰ کہ مردے زندہ ہو گئے۔

اسی طرح ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دور میں فصاحت و

بلاغت کا زور تھا۔ اہل عرب اس فن میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور انہیں اس پر اتنا ناز تھا کہ غیر عربوں کو گونگا سمجھتے تھے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام امی محض تھے' نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا۔ آپؐ نے ان کے سامنے ایک ایسا کلام پیش فرمایا کہ جس کے سامنے ان کی ساری فصاحت و بلاغت' علم و ادب' نظم ونثر ہیچ نظر آنے لگی۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

اس پر مستزاد یہ کہ پھر انہیں چیلنج بھی دیا گیا کہ اس کلام جیسی ایک سورت' ایک آیت' ایک جملہ ہی پیش کر دو۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ کفار عرب اس چیلنج کو ہرگز قبول نہ کر سکے۔ بلکہ ان کے بڑے بڑے شعراء اور ادباء اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ یہ چیلنج صرف زمانہ نبوی تک محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک آنے والے کفار کے لیے چیلنج موجود ہے۔ دشمنان پیغمبر اسلام ہر قسم کا معارضہ' مقابلہ اور مخالفت کر رہے ہیں اور کریں گے' مگر اس چیلنج کو قبول کرنے کا راستہ ہرگز اختیار نہ کریں گے۔

گرامی قدر سامعین! بالفرض والمحال اگر قرآن مجید کی مثل کلام پیش کر دیا جائے تو قرآن کی اعجازی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور قرآن کی اعجازی حیثیت ختم ہو جائے تو آپ کی نبوت ورسالت پر براہ راست زد پڑتی ہے اس لیے یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی اس کلام کا مقابلہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل) اعلان فرما دیجیے کہ اگر سارے انسان اور جنات اس بات پر

اکٹھے ہو جائیں کہ قرآن جیسی کتاب بنا کر لائیں تو ہرگز نہ لاسکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار اور معاون ہی کیوں نہ بن جائیں۔

**ب) معراج النبی ﷺ:**

یہ آپ کا دوسرا اہم معجزہ ہے کہ آپ ایک رات براق پر سوار ہو کر جبریلؑ کی ہمراہی میں پلک جھپکنے کی دیر میں سینکڑوں میل کا سفر کر کے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچ کر انبیاء کرام علیہم السلام کے امام بنتے ہیں اور انبیاء کرامؑ آپؐ کے مقتدی بن کر اپنا وعدہ میثاق پورا کرتے ہیں۔

پھر وہاں سے ایک سنہری زینے کے ذریعے آسمانوں کی طرف عروج شروع ہوتا ہے۔ آناً فاناً پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو آدم علیہ السلام استقبال کے لیے موجود ہیں اور وہ آپؐ پر تہنیت و ترحیب کے پھول برساتے ہیں مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

پھر اسی طرح دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلامؑ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے پاس جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ سب انبیاء کرامؑ آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور آپ کو تحیہ و سلام پیش کرتے ہیں۔

پھر بیت المعمور سے آگے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے جاتے ہیں جبریل علیہ السلام وہاں سے آگے جانے کی معذرت کر لیتے ہیں کہ میری پرواز کی حد یہاں تک ہی ہے۔

اگر یکسر موئے برتر پرم     فروغ تجلی بسوزد پرم

یہاں آپؐ جنت و جہنم کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ پھر اس سے بھی آگے مقام صریف الاقلام سے گزرتے ہوئے بارگاہ قدس میں پہنچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل کرتے ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں آپؐ تین تحفے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ پیش کرتے ہیں۔ جواباً آپؐ پر تین انعامات نچھاور کیے جاتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر واپسی پر امت کے لیے بھی تین تحفے ملتے ہیں۔ (۱) پانچ نمازیں جو پہلے پچاس تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپؐ نے تخفیف کی درخواست کی تو تخفیف ہوتے ہوتے بالآخر پانچ رہ گئیں۔ (۲) خواتیم سورۃ البقرہ یعنی سورہ بقرہ کی آخری آیات۔ (۳) امت کے ہر اس آدمی کی مغفرت کی خوش خبری جس نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تمام منازل طے کرنے کے بعد چند لمحات میں آپؐ واپس زمین پر بھی تشریف لے آتے ہیں۔ دروازے کی کنڈی اسی طرح مل رہی ہے وضو کا پانی چل رہا ہے۔ بستر اسی طرح گرم ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے زمان و مکان کے تمام مادی احکام و قوانین اس عظیم موقعہ پر کچھ عرصہ کے لیے معطل کر دیے تھے۔ جونہی آپؐ واپس تشریف لائے نظام کائنات پھر چلا دیا گیا۔

## کفار کی تکذیب اور تائید ربانی:

صبح جب آپؐ نے یہ سارا واقعہ اہل مکہ کے سامنے بیان کیا تو کفار نے اس کا خوب مذاق اڑایا اور اس کی تکذیب کر دی۔ بعض نے مختلف قسم کے سوالات کرنا شروع کر دیے۔ ان میں سے اکثر لوگ تجارت کی غرض سے شام سفر کر چکے تھے اور بیت المقدس کو بار بار دیکھ چکے تھے۔ آخر میں خاتمہ دلائل کے طور پر سب

نے کہا کہ آسانوں کے حالات تو ہم نہیں جانتے۔ البتہ بیت المقدس ہم کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ اگر واقعی آپ بیت المقدس گئے ہیں تو ہمیں بتایئے اس کے دروازے کتنے ہیں؟ کھڑکیاں کتنی ہیں؟ اس کی چھت کیسی ہے چھت کی کڑیاں کتنی ہیں اس میں ستون کتنے ہیں؟

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ میں کوئی بیت المقدس کے دروازے کھڑکیاں اور کڑیاں تو نہیں گنتا رہا تھا اور نہ ہی مجھے اس کے ساتھ کوئی غرض تھی جب انہوں نے اس طرح سوالات شروع کر دیے فَكَرِبْتُ كَرْبًا مَا كَرِبْتُ مِثْلَهُ تو مجھے اتنی اذیت ہوئی کہ اتنی کبھی نہ ہوئی تھی۔

پھر اللہ تعالی نے میری مدد اور تائید فرماتے ہوئے بیت المقدس کو میری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر فرما دیا۔ وہ سوال کرتے جاتے تھے اور میں بیت المقدس کا نقشہ دیکھ دیکھ کر جواب دیتا جاتا تھا۔

**ج) شق القمر:**

ایک موقعہ پر مشرکین مکہ آپ کے پاس جمع ہو کر کہنے لگے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمیں اپنی نبوت کی تائید میں کوئی خاص نشان دکھائیں اور کہنے لگے کہ ہمیں معلوم ہے کہ جادو کا اثر زمین تک محدود رہتا ہے۔ آپ ہمیں آسمانی نشان دکھائیں۔ چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔

رات کا وقت تھا چودھویں کا چاند آسمان پر جلوہ گر تھا۔ آپ نے اللہ تعالی سے دعاء کرتے ہوئے اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو اس وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر تھا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَ فِرْقَۃٌ دُوْنَہٗ
آپؐ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا اس کے ورے تھا۔ لوگ حیرانی کے عالم میں دیر تک کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے۔ حیرانی کا یہ عالم تھا کہ بار بار اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے۔ آپؐ برابر فرما رہے تھے اِشْھَدُوْا اِشْھَدُوْا اے لوگو! گواہ رہو گواہ رہو۔ کافی دیر تک چاند اس حالت پر رہا اور پھر ویسا ہی ہو گیا۔

مشرکین مکہ نے ایمان لانے کی بجائے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد تو بہت بڑے جادوگر ہیں ان کا جادو تو آسمانوں پر بھی چل گیا ہے۔ مشرکین مکہ یہ کہنے لگے کہ باہر سے آنے والوں مسافروں سے ہم پوچھیں گے کہ وہ اپنا مشاہدہ بیان کریں۔ ہو سکتا ہے آپؐ نے ہماری نظر پر جادو کر دیا ہو۔ چنانچہ باہر سے آنے والے مختلف قافلوں سے اسکے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بھی تصدیق کر دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے۔ مگر افسوس کہ ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین دولت ایمان سے محروم رہے۔

قرآن مجید میں اس عظیم اور بے مثال معجزے کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (سورۃ قمر) کہ قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا اور کفار جب بھی کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک چلتا ہوا جادو ہے۔

(نوٹ) آج کے اس جدید دور میں جب چاند کی قریب سے تصویر لی گئی تو دو ٹکڑے جڑنے کا واضح نشان اس میں موجود پایا گیا۔ اور غیر مسلم ماہرین فلکیات بھی یہ حقیقت ماننے پر مجبور ہو گئے کہ کسی دور میں چاند دو ٹکڑے کر کے دوبارہ جوڑا

گیا ہے۔

**د) شق صدر:**

یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چوتھا عظیم الشان معجزہ ہے۔ بعض علماء کرام کی تحقیق یہ ہے کہ شق صدر کا واقعہ متعدد دفعہ پیش آیا۔ ہم صرف لیلۃ المعراج والا واقعہ عرض کریں گے۔

وہ اس طرح کہ معراج کی رات حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ نے آ کر آپؐ کو جگایا اور آپؐ کو بیر زمزم پر لے گئے آپؐ کے سینہ مبارک کو اوپر سے اسفل بطن تک چاک کیا گیا پھر آپؐ کا قلب مبارک نکالا گیا اور جنت سے آئے ہوئے سونے کے ایک طشت میں رکھ کر اسے آب زمزم سے دھویا گیا۔ پھر ایک اور طشت جو ایمان و حکمت سے معمور تھا لایا گیا اس سے آپؐ کے قلب مبارک اور سینہ کو ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ اور قلب مبارک کو اس کے اصلی مقام پر رکھ کر سینہ برابر کر دیا گیا (فتح الباری) اگرچہ آپؐ کا قلب اور سینہ مبارک پہلے ہی مصفّٰی اور مجلّٰی تھا مگر اس عمل سے اس میں مزید ترقی اور اضافہ ہو گیا۔

گرامی قدر سامعین! آپؐ کے یہ اہم معجزات بیان کرنے کے بعد میں آپؐ کے سامنے چند مزید معجزات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مشتے نمونہ از خروارے چند نوعیات کے معجزات پیش خدمت ہیں۔

## معجزات انقلاب

(یعنی ایسے معجزات جن سے کسی چیز کی ماہیت اور وصف اصلی میں تبدیلی آ گئی)

**اونٹ کی شکایت:**

آپؐ ایک دفعہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ جونہی اس

کے اونٹ نے آپ کو دیکھا تو بے قرار ہو کر زور زور سے ڈکارنا شروع کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے اپنی گردن آپؐ کے قدموں پر رکھ دی اور رونا شروع کر دیا آپؐ نے اپنا دست شفقت اس کے سر پر پھیرا تو وہ خاموش ہوا۔ پھر آپؐ نے اس کے مالک کو بلایا اور فرمایا اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھِیْمَۃِ کیا تو اس جانور کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا؟ وہ انصاری حیران ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا فَاِنَّہٗ اشْتَکٰی اِلَیَّ اِنَّکَ تُجِیْعُہٗ وَ تُدْئِبُہٗ کہ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تو اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور کھانا کم دیتا ہے۔ چنانچہ انصاری نے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ دیکھئے کس طرح ایک اونٹ نے آپ کو پہچان لیا اور پھر کس طرح اپنی شکایت آپ تک پہنچا دی۔

## بتوں کا گرنا:

فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ حرم کعبہ میں تشریف لے گئے۔ کفار مکہ نے وہاں تین سو ساٹھ بت نصب کر رکھے تھے۔ آپؐ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اور زبان پر یہ آیت جاری تھی جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (بنی اسرائیل) کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا باطل تو مٹنے ہی کے لیے آیا تھا۔ آپؐ اس چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے وہ بے چھوئے دھم سے نیچے گر پڑتا تھا (ابن حبان) آپؐ کے اشارہ سے پتھر کے ایک وزنی بت کے اندر حرکت پیدا ہونا اور پھر اس کا گرنا ایک عجیب امر ہے۔

## درختوں اور پہاڑوں کا سلام کرنا:

حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آپؐ کے ہمراہ مکہ مکرمہ

کے اطراف میں نکلا۔ میں نے دیکھا کہ جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آیا وہ آپؐ کو سلام عرض کرتا اور میں ان درختوں اور پتھروں کی آواز کو سن رہا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں مکہ کے ان پتھروں کو اب بھی پہچانتا ہوں جو قبل از بعثت مجھے سلام عرض کیا کرتے تھے (بخاری)

(درختوں اور پہاڑوں کا بولنا اور کلام کرنا ایک عجیب امر ہے)

**درختوں کا چلنا:**

ایک دفعہ آپؐ قضائے حاجت کے لیے باہر نکلے جبکہ حضرت جابرؓ پانی لیے ہوئے آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے میدان میں ادھر ادھر دیکھا تو کوئی چیز پردہ کے لیے موجود نہ تھی۔ میدان کے کنارے صرف دو درخت تھے آپؐ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کی ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا خدا کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ فرماں بردار اونٹ کی طرح آپؐ کے ساتھ ہولیا۔ پھر اسی طرح دوسرے کو پکڑ کر فرمایا وہ بھی ساتھ ہولیا آپؐ نے دونوں کو جمع کر کے فرمایا کہ باہم جڑ جاؤ۔ آپؐ نے ان کی آڑ میں بیٹھ کر جب فراغت کر لی تو وہ دونوں اپنی اپنی جگہ چلے گئے (بخاری)۔ (درختوں کا چلنا واقعۃً ایک عجیب امر ہے)

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

**اندھیرے میں روشنی:**

ایک دفعہ آپؐ کے دو صحابی رات کو دیر تک آپؐ کی خدمت میں حاضر رہے۔ جب واپس ہوئے تو سخت اندھیرا اور تاریکی تھی خدا کی قدرت کہ ان کی لاٹھی میں سے ایک روشنی نمودار ہونے لگی اور وہ اس روشنی میں بلا جھجک چلتے گئے۔ جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوا تو دونوں کی لاٹھیوں میں سے بجلی کے چراغ کی

طرح روشنی نمودار ہونے لگی۔ یہاں تک کہ دونوں بخیر و عافیت اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ (بخاری)

## معجزات یمن و برکت

(یعنی ایسے معجزات کہ جن سے کسی چیز میں حیرت انگیز اضافہ اور برکت پیدا ہوگئی)

### پانی میں برکت:

ایک دفعہ آپؐ بمعہ صحابہ کرامؓ سفر میں تھے کہ پانی کی شدید قلت پیدا ہو گئی۔ آپؐ نے چند صحابہ کو پانی کی تلاش کے لیے روانہ فرمایا۔ راستے میں انہیں ایک عورت ملی جو دو مشکیزوں میں پانی بھر کر اپنے گھر لے جا رہی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے اس سے پانی کے چشمہ کا پتہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہاں سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر پانی کا چشمہ ہے۔ صحابہ کرامؓ اس عورت کو آپؐ کی خدمت میں لے آئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے مشکیزوں کو چھو دیا اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جتنا پانی درکار ہے بھر لو۔

صحابہ کرامؓ نے خوب سیر ہو کر پانی پی بھی لیا اور اپنے تمام مشکیزے اور برتن بھی بھر لیے مگر خدا کی قدرت کہ اس عورت کے مشکیزوں میں ایک گھونٹ پانی کی بھی کمی پیدا نہ ہوئی۔ آپؐ نے وہ مشکیزے بھی اس کے حوالے کیے اور اس کے بال بچوں کیلئے کھانا بھی مرحمت فرمایا۔ اور فرمایا کہ بی بی دیکھ لے تیرے مشکیزے ویسے ہی بھرے ہیں۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے پانی پلایا ہے۔ اس نے گھر آ کر آپؐ کی بابت سارا حال بیان کیا اور اپنے قبیلہ سمیت خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگئی۔ (بخاری)

**دودھ میں برکت:**

ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر راستہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا گزر ہوا تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ کا گزر ہوا ان دونوں حضرات سے حضرت ابو ہریرہؓ نے کوئی مسئلہ پوچھا انہوں نے مسئلہ بتا دیا اور چلے گئے مگر حضرت ابو ہریرہؓ کا اصل مسئلہ نہ سمجھ سکے۔

پھر آنحضرت ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپؐ ان کے چہرے کو دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گئے اور ابو ہریرہؓ کو ساتھ لیکر گھر تشریف لائے۔ گھر میں سے صرف ایک پیالہ دودھ کا ملا۔ آپؐ وہ پیالہ باہر لے آئے اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ جاؤ! اصحاب صفہ کو بلا کر لے آؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ آخر ایک پیالہ ہی تو صرف دودھ کا ہے۔ حق تو بنتا ہے کہ صرف مجھے دے دیا جائے اور میں اپنی بھوک مٹا سکوں۔ مگر آپؐ کے حکم سے چارہ نہ تھا۔ مجبوراً اصحاب صفہ کو بلا کر لے آیا تو وہ تقریباً ستر آدمی تھے۔

آپؐ نے سب کو بیٹھنے کا حکم دیا اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ یہ دودھ ان کو پلاؤ۔ آپؓ ایک ایک کے سامنے وہ پیالہ پیش کرتے رہے جب وہ سیر ہو جاتا تو پیالہ دوسرے کو دیتے۔ وہ سیر ہو جاتا تو تیسرے کو علی ہذا القیاس۔

خدا کی قدرت کہ ستر اصحاب صفہ کے پینے کے باوجود پیالے میں جوں کا توں دودھ موجود تھا۔

پھر آپؐ نے وہ پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ابو ہریرہؓ کی طرف دیکھ کر

مسکرائے اور فرمایا کہ اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ پھر آپؐ نے وہ دودھ حضرت ابو ہریرہؓ کو پلایا۔ جب یہ سیر ہو گئے تو فرمایا اور پیو۔ پھر سیر ہو گئے تو فرمایا اور پیو۔ اس طرح آپ وہ دودھ حضرت ابو ہریرہؓ کو پلاتے رہے یہاں تک کہ ابو ہریرہؓ خود بول اٹھے کہ اب تو میں اتنا سیر ہو گیا ہوں کہ ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ بالآخر آپؐ نے وہ پیالہ لیکر خود سب کا جوٹھا دودھ بسم اللہ کہہ کر پی لیا (بخاری)

**کھانے میں برکت:**

غزوہ احزاب کے موقعہ پر آپؐ اور مہاجرین وانصار سخت عسرت اور فاقہ کی حالت میں پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھود رہے تھے۔

حضرت جابرؓ نے گھر جا کر بیوی سے کہا کہ کچھ کھانے کا انتظام کرو۔ گھر میں صرف ایک صاع جو تھے اور ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ تھا۔ حضرت جابرؓ نے اس کو ذبح کر کے گوشت بنایا اور ان کی بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا۔ گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر چڑھایا گیا تو حضرت جابرؓ آپ کو لینے کے لیے آ گئے۔ آپ کو علیحدہ بلا کر چپکے سے آپؐ کے کان میں کہا کہ میں نے آپ کی خاطر کھانا تیار کیا ہے صرف چند آدمیوں کی مزید گنجائش ہے آپ اپنے چند صحابہؓ کو لیکر میرے گھر تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر سب اہل خندق کو دعوت دے دی کہ جابرؓ کے گھر کھانا تیار ہے آ جاؤ۔

حضرت جابرؓ انتہائی پریشان ہو کر گھر پہنچے۔ بیوی کو سارے ماجرا سے آگاہ کیا تو اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ جب تو نے حضورؐ کو کھانے کی مقدار سے آگاہ فرما دیا ہے تو اب آپؐ جانیں اور آپ کا خدا جانے۔

پیغمبر ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں چولہے

سے ہانڈی نہ اتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانا۔ پھر آپ ﷺ تمام صحابہ کرام کو لے کر جن کی تعداد ہزار پندرہ سو کے لگ بھگ تھی ان کے گھر پہنچے اور ہانڈی اور آٹا منگوا کر اس میں اپنا لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعاء فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ کرامؓ گروہ درگروہ اندر جاتے رہے اور خوب سیر ہو کر کھانا کھاتے رہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ سب اہل خندق کے کھانا کھانے کے بعد بھی ہانڈی میں اسی طرح سالن اور چنگیر میں روٹیاں موجود تھیں۔ ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی تھی۔ (بخاری)

## حضرت جابرؓ کا قرضہ:

حضرت جابرؓ کے والد گرامی اپنے اوپر یہودیوں کا کافی قرضہ چھوڑ کر وفات پا گئے۔ قرض داروں نے تقاضا کیا تو حضرت جابرؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنی حالت زار بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ بجز کھجوروں کی تھوڑی سی پیداوار کے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ اور اس پیداوار سے تو کئی سالوں تک قرضہ ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے ساتھ چل کر سفارش فرمائیں کہ قرض دار مجھ پر سختی نہ کریں۔

آپ ﷺ ان کے ساتھ ان کے نخلستان میں تشریف لے گئے۔ اور کھجوروں کے ڈھیر کے گرد چکر لگا کر برکت کی دعاء فرمائی اور پھر وہاں بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ تمام قرض داروں کو بلوا لو۔ جب وہ سارے آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا اپنا قرضہ وصول کرتے جاؤ۔ وہ لوگ بوریوں پر بوریاں بھرتے گئے۔

آپ ﷺ کی دعاء کی وجہ سے ان کھجوروں میں اتنی برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور کھجوریں ابھی اسی طرح موجود تھیں۔ (بخاری)

## حضرت ابو ہریرہؓ کا توشہ دان:

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دور اسلام میں مجھ پر تین ایسی سخت مصیبتیں آئی ہیں کہ میں زندگی بھر نہ بھول سکوں گا۔

۱) رسول اللہ ﷺ کی وفات۔ (۲) حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت۔ (۳) میرا توشہ دان گم ہو جانا۔

لوگوں نے سوال کیا کہ توشہ دان کا کیا معاملہ ہے۔ فرمانے لگے کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہماری خوراک وغیرہ بالکل ختم ہو گئی تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ ہے تو لے آؤ۔ میری تھیلی میں چند کھجوریں تھیں جن کی تعداد صرف اکیس تھی' میں نے خدمت اقدس میں پیش کر دیں تو آپؐ نے ان کو دسترخوان پر بچھا کر برکت کی دعا فرمائی اور سب لوگوں کو بلایا کہ دس دس آدمی آتے جائیں اور بیٹھ کر کھاتے جائیں۔ اس طرح ساری فوج نے سیر ہو کر کھا لیا اور کھجوریں ابھی باقی تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ان کھجوروں پر میرے لیے برکت کی دعاء فرمادیں۔ آپؐ نے دعاء فرما دی تو میں نے ان کو تھیلے میں ڈال لیا۔ ان کھجوروں میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت فرما دی کہ میں جب بھی اس تھیلی میں ہاتھ ڈالتا کھجوریں نکل آتی تھیں۔ تقریباً دو سو من کھجوریں میں نے اس سے نکال کر خیرات بھی کیں۔

آپؐ کے عہد مبارک میں میں اس توشہ دان سے کھاتا رہا پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی میں اس تھیلے سے کھجوریں نکال کر کھاتا رہا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے ہنگامے میں جہاں اور چیزیں گم ہو گئیں میرا وہ توشہ دان بھی کہیں گم ہو گیا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ مجھے اس کا بھی بڑا غم ہے۔ (ترمذی)

آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَّاحِدٌ وَّلِیْ هَمَّانِ ﴿﴾ لِفِقْدَانُ جِرَابٍ وَّقَتْلُ عُثْمَانٍ

## معجزات شفائے امراض

(یعنی ایسے معجزات جن سے لوگوں کو مختلف بیماریوں سے شفاء نصیب ہوئی)

### لعاب دھن سے شفاء:

بار ہا ایسے مواقع آئے کہ آپؐ کے لعاب دھن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مریضوں کو شفاء عطاء فرما دی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ غار ثور میں آپؓ کو سانپ نے ڈس لیا اور آپ شدت الم سے آنسو بہانے لگے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کا نام لیکر ان کی ایڑی پر اپنا لعاب دھن لگایا تو سانپ کے زہر کا اثر کافور ہو گیا اور انکو شفائے کاملہ مل گئی۔

اسی طرح سیدنا حضرت علیؓ کا واقعہ ہے کہ جب غزوہ خیبر کے موقعہ پر آپؐ نے ان کو علم عطاء فرمانے کے لیے بلایا تو ان کی آنکھیں مرض آشوب چشم کی وجہ سے شدید درد کر رہی تھیں اور اتنی متورم تھیں کہ ان کا کھلنا محال ہو چکا تھا۔ آپؐ نے اللہ کا نام لیکر ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دھن لگایا تو فوراً شفاء ہو گئی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے کبھی درد تھا ہی نہیں۔ (بخاری)

### حضرت قتادہؓ کی آنکھ:

حضرت قتادہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد میں آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے دشمن کا ایک تیر میری آنکھ پر اس طرح لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل آیا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ آپؐ یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے پھر آپؐ نے اپنے دست مبارک سے وہ آنکھ کا ڈھیلہ اپنی

جگہ پر رکھ دیا اور میرے لیے دعاء فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح قتادہؓ نے تیرے نبیؐ کے چہرہ کی حفاظت کی ہے اس طرح تو بھی اس کے چہرے کی حفاظت فرما۔ اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَعْطِهٗ جَمَالًا اے اللہ! اسے خوبصورتی عطاء فرما۔

حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری وہ آنکھ اسی وقت بالکل صحیح اور سالم ہوگئی پہلے سے نظر بھی زیادہ تیز ہوگئی اور خوب صورتی میں بھی اضافہ ہوگیا۔

### حضرت ابوھریرہؓ کا نسیان:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آپؐ کی احادیث حفظ کرنے کا شدید شوق تھا مگر مرض نسیان کی وجہ سے بھول جاتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے خدمت اقدس میں اپنی اس بیماری کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ابوہریرہؓ چادر بچھاؤ! میں نے بچھا دی تو آپؐ نے کچھ پڑھا اور دونوں ہاتھوں سے کچھ ڈالنے کا اشارہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ ابوہریرہؓ! یہ چادر سمیت کر سینے سے لگا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو وَاللّٰهِ مَانَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے آپؐ سے جو کچھ بھی سنا وہ دل پر نقش ہوگیا اور میں کبھی کسی حدیث کا ایک لفظ بھی نہیں بھولا (بخاری)

### اندھا بینا ھو گیا:

حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری خدمت کے لیے کوئی آدمی نہیں ہے۔ میں بصارت سے محروم ہونے کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ دعاء مانگو۔ چنانچہ اس نے اسی طرح کیا۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے ہی نہ تھے کہ وہ نابینا دعاء مانگ کر بینا ہو کر واپس آ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس

کو یہ بیماری کبھی تھی ہی نہیں (حاکم)

## ایک جلا ہوا بچہ:

محمد بن حاطبؓ ایک صحابیؓ تھے۔ بچپن میں وہ ایک دفعہ اپنی ماں کے ہاتھ سے گرے اور سیدھے آگ میں جا پڑے۔ ان کے جسم کا کافی حصہ جل گیا۔ ان کی ماں ان کو پیغمبرﷺ کی خدمت میں لائی۔ آپؐ نے اپنا لعاب دھن ان پر ملا اور دعاء پڑھ کر دم کیا۔ ان کی ماں خود بیان کرتی ہے کہ بچہ کو لیکر ابھی میں وہاں سے اٹھنے بھی نہ پائی تھی کہ بچے کے زخم مکمل طور پر ٹھیک ہو گئے اور بچہ صحت یاب ہو گیا۔ (مسند احمد)

## معجزات قبولیت دعاء

(آپ کی ایسی دعائیں جو حیرت انگیز طریقے پر قبول ہوگئیں)

## بارش کے لیے دعاء:

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلَکَ الْمَالُ وَ جَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا اے اللہ کے رسولؐ! مال و منال سب ہلاک ہو رہے ہیں' بچے بھوکے مر رہے ہیں' باران رحمت کے لیے دعاء کیجئے۔ آپؐ نے اسی وقت دعاء کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے ہاتھ اٹھائے تو اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ادنی سا ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ آپؐ نے ابھی ہاتھ اپنے چہرے پر نہیں پھیرے تھے کہ پہاڑوں کی مانند بادل امڈ آئے پھر آپؐ ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ بارش برسنے لگی۔

یہاں تک کہ بارش کے قطرات آپ کی داڑھی مبارک سے ٹپکنے لگے۔لوگ بارش کی وجہ سے بھاگ رہے تھے اور آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ابھی تو بارش طلب کی اب خود ہی اس سے بھاگنے لگے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ بارش وقفے وقفے سے پورا ہفتہ ہوتی رہی یہاں تک کہ اگلے جمعہ کو وہی اعرابی یا کوئی اور آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یَا رَسُوْلَ اللہِ تَھَدَّمَ الْبِنَاءُ وَ غَرَقَ الْمَالُ فَادْعُ اللہَ لَنَا کہ یارسول اللہ! اب تو بارش کی کثرت کی وجہ سے مکان بھی گرنے لگے مال ومتاع برباد ہونے لگا۔اب بارش کے تھمنے کے لیے دعاء فرمایئے۔

آپ نے پھر اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا دیے اور کہا اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا آپ اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور دعاء مانگتے جاتے تھے۔آپ نے جونہی ہاتھ پھیلائے ادھر کا بادل ادھر چلا گیا اور ادھر کا ادھر چلا گیا اور مطلع بالکل صاف ہوگیا۔صحابہؓ کہتے ہیں کہ ابھی آپ نے ہاتھ منہ پر نہیں پھیرے تھے کہ بادل بالکل رخصت ہو گئے اور سورج پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا اور مکمل طور پر دھوپ نکل آئی۔(بخاری)

## ابوھریرہؓ کی ماں کیلئے دعا:

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھی۔ابو ہریرہؓ ان کو دعوت اسلام دیتے تو وہ نہ مانتی۔الٹا ضد کرتی کہ ابو ہریرہؓ واپس حالت کفر میں آجائے۔ایک دفعہ تو اس بوڑھی نے پیغمبر ﷺ کو سخت برا بھلا کہا اور چیلنج دے دیا کہ یا تو تو واپس آبائی دین میں آجائے گا یا میں بھوکی پیاسی مرجاؤں گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ اس کی یہ حالت دیکھ کر بوجھل قدموں سے باہر نکل آئے اور سیدھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سارا

واقعہ تفصیل سے عرض کر کے درخواست کی کہ میری والدہ کے لیے ہدایت کی دعاء فرمایئے۔ آپؐ نے فوراً بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا دیے اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ کہ اے اللہ! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔

آپؐ ابھی دعاء مانگ ہی رہے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ پر مسرت انداز میں تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چل پڑے۔ لوگوں نے پوچھا ابوہریرہؓ اتنی جلدی کیا ہے؟ کہنے لگے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آج میں پہلے گھر پہنچتا ہوں یا آپ کی دعاء پہنچی ہے۔

جب گھر کے دروازے پر گئے تو دروازہ اندر سے بند تھا اور پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ آپؓ کو اندازہ ہو گیا کہ میری ماں غسل کر رہی ہے۔ ماں نے غسل کر کے دروازہ کھولا اور کہنے لگی کہ میں نے سوچا کہ کلمہ پڑھنے سے پہلے غسل کرلوں اور پھر کلمہ پڑھ کر فوراً اعلان اسلام کر دیا۔ (مسلم)

## حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا:

مکی دور میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ انتہائی کٹھن حالات سے دوچار تھے۔ مسلمانوں کی مظلومیت انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ ایک رات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر اللہ کے حضور دعاء کی اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَدِ الْعُمَرَیْنِ بِعَمْرِو بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ کہ اے اللہ مکہ مکرمہ کے دو عمروں میں سے ایک کو اسلام کی توفیق عطاء فرما کر اسلام کو عزت و سربلندی عطاء فرما۔ یا تو ابوجہل کو توفیق ہدایت دے دے یا پھر عمر بن خطاب کو۔

دوسرے ہی دن کو حضرت عمرؓ تلوار لے کر آپ کو قتل کرنے کے لیے نکلے راستہ میں پتہ چلا کہ میری بہن اور بہنوئی بھی تو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپؓ شدید غصہ کے عالم میں اپنی بہن کے گھر گئے انہیں مارا پیٹا اور زخمی کر دیا۔ جب

غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو پوچھنے لگے کہ جو کلام تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے دکھاؤ تو سہی سناؤ تو سہی۔ بالآخر بہن سے وہ اوراق لیکر پڑھنا شروع کر دیے۔ سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تھیں اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً پکار اٹھے مَاأَحْسَنَ الْكَلَامَ کہ یہ کتنا خوبصورت کلام ہے۔

بعدازاں آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے آپؓ کا اس طرح ایمان لانا یقیناً پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء کا اثر تھا۔

## حضرت انسؓ کے لیے دعاء:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہ ان کو آپ کی خدمت میں لائیں اور عرض کرنے لگیں کہ یہ بچہ میں نے آپ کو بطور خادم پیش کیا ہے آپؐ اسے قبول بھی فرمالیں اور اس کے حق میں دعاء بھی کریں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے حق میں دعاء کرتے ہوئے فرمایا اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْ مَا أَعْطَيْتَهٗ کہ اے اللہ! اس کے مال اولاد اور رزق میں برکت عطاء فرما۔

حضرت انسؓ کا اپنا بیان ہے کہ آج اس دعاء کی برکت سے میرے پاس بکثرت دولت موجود ہے۔ اور میرے لڑکوں اور پوتوں کی تعداد سو (۱۰۰) کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اسی برکت کی دعاء کی وجہ سے حضرت انسؓ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا اور اس باغ میں ایک پودا ایسا بھی تھا جس کے پھولوں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (ترمذی)

**ہاتھ شل ہو جانا:**

پیغمبر ﷺ کے سامنے ایک مغرور شخص نے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو آپ ؐ نے منع فرمایا اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی ترغیب دی۔ کُلْ بِیَمِیْنِکَ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ وہ شخص تکبر میں آ کر کہنے لگا لَا اَسْتَطِیْعُ کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ آپ ؐ نے فرمایا خدا کرے ایسا ہی ہو۔

اس بد دعاء کا اثر تھا کہ اس کا ہاتھ وہیں شل ہو گیا اور وہ ساری زندگی اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر منہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔

## معجزات اطلاع علیٰ الغیب

(ایسے معجزات کہ آپ ؐ نے غیب کی خبر دے دی یا پیش گوئی فرما دی)

**عمیر اور صفوان کا مشورہ:**

غزوہ بدر کے بعد ایک دن حطیم کعبہ میں بیٹھ کر عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ نے انتہائی راز داری کے ساتھ آپ ؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ عمیر کے قرضہ اور بال بچوں کی ساری ذمہ داری صفوان نے اٹھالی اور عمیر انتہائی راز داری سے تلوار کو زہر میں بجھا کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ یہ اتنا خفیہ راز تھا کہ پورے مکہ میں سوائے صفوان کے کسی کو اس کا علم نہ تھا۔

عمیر مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں گھوم رہا تھا کہ حضرت عمرؓ کو شک پڑ گیا اور اسے پکڑ کر خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ آپ ؐ نے اس سے سوال کیا کہ مدینہ میں تو کیسے آیا؟ اس نے آگے سے انتہائی معقول بہانہ پیش کیا کہ میں تو اپنے جنگی قیدی بیٹے کو چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ آپ ؐ نے معاً فرمایا کہ تو نے حطیم میں بیٹھ کر صفوان سے کیا پروگرام بنایا ہے؟

عمیر نے جب یہ بات سنی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور تھوڑی دیر کے بعد بولا اَشْهَدُ اَنَّکَ لَرَسُوْلُ اللہِ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (صور من حیاۃ الصحابہ)

## نام بنام مقتولین کی خبر:

بدر کی لڑائی سے ایک دن پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کو لیکر میدان بدر میں تشریف لے گئے اور میدان میں کچھ دائرے کھینچ کر ارشاد فرمایا کہ یہاں ابوجہل قتل ہوگا۔ یہاں عتبہ قتل ہوگا' یہاں شیبہ' یہاں امیہ' یہاں نضر بن حارث قتل ہوگا۔

یہ عجیب پیش گوئی تھی جو اپنے نہتے ساتھیوں کو اپنے سے تین گنا مسلح فوج کے بارے میں دی جارہی تھی ظاہری حالات کے اعتبار سے یہ ناممکن الوقوع تھی۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جو جگہ آپؐ نے جس مشرک کے لیے بتائی تھی وہ عین اسی جگہ پر قتل ہوا اس کی لاش اس سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہ تھی۔ (مسلم)

## موتہ کی لڑائی:

۸ھ میں آپؐ نے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں موتہ کی طرف شرحبیل کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ دشمن کی دو لاکھ فوج سے اس مختصر سے لشکر کا مقابلہ ہوا۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو آپؐ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر صحابہ کرامؓ کو اس جنگ کے حالات اس طرح بتاتے رہے کہ گویا اپنی آنکھوں سے سارا منظر دیکھ رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا اب زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے۔ اب علم حضرت جعفرؓ بن

ابی طالب نے اٹھالیا ہے۔ اب وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے لشکر کی کمان سنبھال لی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ نے علم اٹھالیا ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمادی (بخاری)

یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح حجابات اٹھادیے کہ آپ سینکڑوں میل دور بیٹھ کر سارے حالات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے رہے۔

**غلبہ روم کی پیش گوئی:**

بعثت نبوی کے پانچویں سال روم و فارس کی دو سپر طاقتوں میں جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ رومی اہل کتاب تھے اور اہل فارس مجوسی تھے۔ اس لیے قدرتی طور پر مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ اور کفار مکہ کی ہمدردیاں فارسیوں کے ساتھ تھیں۔ خدا کی قدرت کے اس جنگ میں اہل فارس کو فتح ہوگئی۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کو طعنے دینے شروع کر دیے کہ دیکھو ہمارے جیسا مذہب رکھنے والے جیت گئے اور تمہارے جیسا مذہب رکھنے والے ہار گئے۔ اس طرح ہم بھی ایک دن تمہارے اوپر تسلط قائم کرلیں گے۔

عین ان حالات میں آپؐ نے باعلامِ اللہ ایک خبر دے دی کہ رومی چند ہی سالوں میں دوبارہ غالب آ جائیں گے الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ الخ

کفار مکہ نے اس عجیب و غریب پیش گوئی کا از حد مذاق اڑایا، طعنے مارے اور شرطیں لگائیں۔ مگر خدا کی قدرت کہ ٹھیک آٹھ سال بعد وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا تھا رومی دوبارہ اہل فارس پر غالب آ گئے۔

- اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جس دن رومیوں کے غلبہ کی مسلمانوں کو خبر ملی یہ عین وہی دن تھا جس دن میدان بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی تھی وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ (سورہ روم)

## کسریٰ کی موت کی خبر:

کسریٰ شاہ ایران کو جب آپ کا دعوتی خط ملا تو اس نے غرور وتکبر میں آ کر نامہ مبارک کو پھاڑ دیا۔ بعدازاں اس نے اپنے نائب باذان (یمن کے گورنر) کو لکھا کہ حجاز کے اس رسول کو گرفتار کر کے میرے دربار میں پیش کرو۔

باذان نے دو قوی ہیکل فوجی آپ کی گرفتاری کے لیے مدینہ منورہ بھیج دیے۔ دونوں فوجیوں نے آپ تک کسریٰ کا حکم نامہ پہنچا کر کہا کہ آپؐ ہمارے ساتھ چلیں۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ آج رات تو آپ یہاں گزاریں کل مجھے ملیں۔

صبح جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ تو آج رات اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ دونوں فوجی حیران ہو کر کہنے لگے کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کس کے متعلق کہہ رہے ہیں؟ کیا ہم یہ بات ڈائری میں نوٹ کر کے باذان تک پہنچا دیں؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا آج کی تاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ نوٹ کر لیں اور باذان کو یہ بھی بتا دینا کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک کسریٰ کی حکومت ہے۔

دونوں فوجیوں نے جا کر باذان کو ان باتوں کی اطلاع دے دی۔ باذان کہنے لگا کہ یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں ہے انتظار کرو۔ اگر یہ بات سچی نکلی تو واقعی وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔

یمن سے ایران تک کئی دنوں کا فاصلہ تھا۔ کچھ دن گزرے تو باذان کے نام کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط آ گیا کہ میں نے اپنے باپ کسریٰ کو اس کے مظالم کیوجہ سے فلاں تاریخ کو قتل کر دیا ہے۔ آج کے بعد آپ میرے زیر نگیں ہونگے اور کسریٰ کے سابقہ تمام آرڈر منسوخ سمجھیں۔ باذان نے تاریخ ملائی اور فوراً مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ (صور من حیاۃ الصحابہ)

گرامی قدر سامعین! میں نے آپ کے سامنے آپؐ کے تقریباً تیس معجزات بیان کیے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی عظمت کی معرفت عطاء فرما کر آپؐ کی سچی اطاعت نصیب فرمائے۔ آمین

---

وہ دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی یاسیں، وہی طاھا

---

حضورؐ آئے تو سر آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گئی دنیا

سے چہروں کا زنگ اترا، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضورؐ آئے تو انسانیت کو جینے کا شعور آیا

☆☆☆☆

## ۹:- نورانیت مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَ مُبَشِّراً وَ نَذِیْراً وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجاً مُّنِیْراً (سورۃ الاحزاب)
صدق اللہ العظیم.

گرامی قدر سامعین! یوں تو قرآن مجید میں بیسوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف فرمائی ہے مگر اس آیت میں بیک وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی اکٹھی پانچ صفات بیان فرما کر گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

قرآن و حدیث میں آپؐ کے بے شمار نام بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے آپؐ کے پانچ صفاتی نام یہاں اس آیت میں مذکور ہیں۔ (۱) شَاھِدٌ. (۲) مُبَشِّرٌ. (۳) نَذِیْرٌ. (۴) دَاعِیٌ اِلَی اللّٰہِ. (۵) سِرَاجٌ مُّنِیْرٌ.

عربی زبان کا مقولہ ہے کَثْرَۃُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰی شَرْفِ الْمُسَمّٰی کہ ناموں کی کثرت مسمّی کے شرف و عظمت کی بہت بڑی دلیل ہوتی ہے۔ اگر آیت ہذا میں موجود آپ کی پانچوں صفات پر سیر حاصل گفتگو کی جائے تو سلسلہ کلام بہت طول پکڑ جائیگا۔

آج ہمارا اصل بحث آپ کی ایک صفت ''سراج منیر'' ہے۔ باقی صفات کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جائیگا۔ ''شَاھِدٌ'' کا معنی ہے گواہ بیان کرنے والا۔

یعنی آپؐ اللہ کی توحید کی گواہی دینے والے بھی ہیں اور اس کو کھول کھول کر بیان کرنے والے بھی ہیں۔ اللہ کی توحید کو جتنی وضاحت وتفصیل سے آپؐ نے بیان فرمایا جتنی اس کی گواہی آپؐ نے دی اتنی کسی اور نے نہیں دی۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی ایک مرحلہ پر آپؐ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے۔

یہاں میں یہ بات بیان کرتا چلوں کہ بعض حضرات نے اس لفظ سے غلط استدلال کرتے ہوئے اس کا معنیٰ کیا ہے کہ آپ حاضر ناظر ہیں اور اس معنیٰ کی تائید وتقویت کے لیے ایک من پسند اصول وضع کر لیا کہ گواہ وہی ہوتا ہے جو موقعہ پر موجود ہو' جو سب کچھ دیکھ رہا ہو۔ چونکہ آپ بھی اپنی امت کے گواہ ہیں اس لیے آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ حالانکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ نہ تو شاہد کا معنیٰ حاضر ناظر ہے اور نہ ہی اس اصول کا کوئی سر پاؤں ہے۔

شاہد اور شہید کی صفت آپ کے لیے سورۃ احزاب' سورۃ فتح' سورۃ مزمل' سورۃ بقرہ' سورۃ النساء' سورۃ النحل اور سورۃ الحج میں موجود ہے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ نزول کے اعتبار سے ان میں سے کوئی سورت بھی آخری نہیں ہے۔ ان سورتوں کے نزول کے بعد بھی قرآن مجید نازل ہوتا رہا اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ سورۃ منافقون' سورۃ تحریم اور سورۃ توبہ مذکورہ سورتوں کے بعد نازل ہوئیں۔ ان بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں عقیدہ حاضر ناظر کی تردید ہے۔

سورۃ منافقون میں حضرت زیدؓ بن ارقم اور عبداللہ بن ابی کا واقعہ' سورۃ تحریم میں واقعہ تحریم عسل اور سورۃ توبہ میں مسجد ضرار کی تعمیر کا واقعہ ہے۔ یہ تینوں واقعات آپؐ کے حاضر و ناظر نہ ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

اگر شاہد اور شہید کا معنیٰ حاضر ناظر والا ہوتا تو ان بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں اس کی تردید ہرگز نہ ہوتی۔

گرامی قدر سامعین! میں نے یہاں اجمالاً یہ بات عرض کی ہے تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب "شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے"

"مُبَشِّراً" کا معنی ہے بشارت دینے والے خوشخبری دینے والے۔ اور یقیناً اہل ایمان کو جتنی خوش خبریاں اور تسلیاں آپؐ نے دی ہیں کسی اور نے نہیں دیں۔

"نَذِيْراً" کا معنی ہے ڈرانے والے۔ خبردار کرنے والے۔ اور یقیناً نہ ماننے والوں کو جتنی تنبیہات آپؐ نے فرمائی ہیں جتنا آپؐ نے خدائی عذاب و احتساب سے ڈرایا ہے اتنا کسی اور نے نہیں ڈرایا۔ آپؐ نے کوہ صفاء پر چڑھ کر جو پہلا وعظ فرمایا تھا اس میں بھی یہ دو عنصر موجود تھے۔ ماننے والوں کو خوشخبری دی تھی تُطِيْعُكُمُ الْعَرَبُ وَالْعَجَمُ اور نہ ماننے والوں کو ڈرایا تھا فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔

اگر آپ غور فرمائیں تو آپؐ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آپؐ کی پوری تعلیمات میں دونوں پہلو ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ تبشیر بھی اور تنذیر بھی' ترغیب بھی اور ترہیب بھی۔ اور انہی دو چیزوں سے کسی کو اعمال سیۂ سے ہٹا کر اعمال صالحہ کی طرف لایا جا سکتا ہے۔

"دَاعِياً اِلَى اللّٰهِ" کا معنی ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلانے والے تھے۔ یعنی مخلوق کو مخلوق کی عبادت سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق جوڑنا آپؐ کا خاص وصف تھا۔ وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔

"سِرَاجاً مُّنِيْراً" کا معنی ہے آفتاب روشن۔ اور یہی لفظ ہماری آج کی اس گفتگو کا موضوع ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بات سامعین کو جلد سمجھ نہ آسکتی ہو یا انکے عقل وفہم سے بالاتر ہوتو اس کو سمجھانے کے لیے تشبیہ اور تمثیل کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ چونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصل مقام اور علو مرتبت کا ادراک کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو سمجھانے کے لیے تشبیہ کا طریقہ استعمال کیا ہے۔ یعنی مقامات نبوت مشاہداتی امور نہیں بلکہ کیفیاتی امور ہیں جن کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آفتاب کی مثال دی ہے۔

**سراج منیر:**

غور فرمائیں! یہاں اللہ تعالیٰ نے تشبیہ کے لیے دو لفظ استعمال کیے ہیں۔

(۱) سراج (۲) منیر

سراج کے بہت سارے معانی ہیں مگر قرآنی زبان میں یہ لفظ سورج کے لیے بولا گیا ہے۔ سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا تَبَارَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَاءِ بُرُوْجاً وَ جَعَلَ فِيْهَا سِرَاجاً وَ قَمَراً مُّنِيْراً کہ بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے۔ اور رکھا اس میں سراج (یعنی سورج) اور چاند اجالا کرنیوالا۔ ظاہر ہے یہاں سراج بول کر سورج مراد لیا گیا ہے۔

اسی طرح سورۂ نوح میں ارشاد فرمایا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقاً وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْراً وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجاً کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان تہہ در تہہ بنائے اور ان میں روشن چاند کو رکھا اور سورج کو سراج یعنی چراغ بنا کر رکھا۔ (یہاں بھی سورج کو سراج کہا گیا ہے)

اسی طرح سورۂ نباء میں فرمایا وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعاً شِدَادًا وَّ جَعَلْنَا

سِرَاجاً وَّ هَاجاً کہ ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور بنایا چمکتا ہوا سراج (یہاں بھی سراج سے مراد سورج ہے) میرے خیال میں سراج اور سورج کی لفظی مماثلت بھی اس پر دال ہے کہ سراج سورج ہی کو کہا جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ چونکہ چراغ میں بھی سورج کی طرح آگ حدت تپش اور روشنی پائی جاتی ہے اس لیے چراغ کو بھی بعض اوقات سراج کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ سراج سورج ہی ہے۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ نے اپنے دلائل قدرت بیان کرتے ہوئے جس طرح قرآن مجید میں سورج کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح قمر یعنی چاند کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

سورۃ یونس میں فرمایا هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا کہ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا۔ سورۃ نوح میں ہے وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا۔ اور سورۃ فرقان میں ہے وَجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجاً وَّ قَمَراً مُّنِیْراً. ظاہر ہے یہاں چاند کو نور اور منیر کہا گیا ہے۔

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورج کی صفت وہاج بیان فرمائی ہے جیسا کہ سورۃ النباء کی آیت میں ہے وَجَعَلْنَا سِرَاجاً وَّهَّاجاً "وَهَّاج" کا معنیٰ ہوتا ہے روشنی مع الحرارت' یعنی جلا دینے والی حرارت اور روشنی اور اتنی حرارت کہ وہ ہر چیز کو بھسم کر کے رکھ دے۔ یہ سورج ہی کا خاصہ ہے کہ اگر چہ وہ پورے عالم کو روشن کر رہا ہے مگر اس کی روشنی میں آگ ہی آگ ہے' حرارت ہی حرارت ہے۔ تو سورج میں دو صفات پائی گئیں ایک اس کی روشنی کا کامل و مکمل ہونا اور دوسرا اس کے اندر شدید قسم کی حرارت اور گرمی ہونا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چاند کی صفت ''منیر'' بیان فرمائی

ہے جیسا کہ سورۃ فرقان میں ہے وَ قَمَرًا مُّنِیْرًا۔ اور "منیر" نور سے مشتق ہے۔ نور اس روشنی کو کہا جاتا ہے جس میں حرارت اور گرمی نہ ہو۔ جس میں لطافت ہی لطافت ہو کسی قسم کی تکلیف اور ایذاء کا خدشہ نہ ہو۔ تو سورج وہاج ہے یعنی روشنی بھی ہے اور جلن اور تپش بھی ہے۔ اور چاند منیر ہے یعنی روشنی بھی ہے اور لطافت و نزاکت بھی ہے۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سمجھانے کے لیے دو لفظ استعمال فرمائے "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" ایک صفت سورج کی لے لی اور ایک چاند کی لے لی۔ اور دونوں صفات کو اکٹھا کر کے اپنے محبوب کا وصف بیان فرما دیا۔ کہ آپ سراج منیر ہیں یعنی جامعیت و اکملیت میں تو سورج کی طرح ہیں اور لطافت و نزاکت میں چاند کی طرح ہیں۔

گرامی قدر سامعین! بعض لوگ آپ کو نور کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے آپ کی بڑی شان بیان کر دی جبکہ قرآن نے آپ کو منیر کہا ہے نور کا معنی ہے روشنی اور منیر اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کو بھی نور والا بنا دے اور روشن کر دے تو آپ فقط نور نہیں بلکہ منیر ہیں۔ فافہم وتدبر۔

گرامی قدر سامعین! آپ کی اس قدر سمع خراشی کے بعد میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ اگر آپ "سراج منیر" کا مطلب سمجھ چکے ہیں تو یقیناً آپ پر عظمت مصطفےٰ کا ایک پہلو روشن ہو چکا ہے۔ اب اس بات کو میں آگے بڑھاؤں گا۔

## سورج کی خصوصیات:

آسمان میں جتنے سیارے اور ستارے ہیں ان سب میں سے سورج کو جو کمال اور اتمام حاصل ہے وہ کسی اور سیارہ کو حاصل نہیں ہے۔ جتنی روشنی اور جلالت اللہ نے اس کو عطاء فرمائی ہے اتنی کسی اور سیارہ کو عطاء نہیں فرمائی۔

(سائنس دان کہتے ہیں کہ اگر سورج کے صرف ایک شعلے کی انرجی کو محفوظ کر لیا جائے تو اس سے دس کروڑ سال تک پوری دنیا کا نظام چل سکتا ہے) یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ باقی جتنے ستارے ہیں ان کی روشنی دراصل سورج سے مستعار ہے' وہ خود اپنی ذات سے روشن نہیں ہیں بلکہ سورج ہی کی روشنی کو منعکس کر رہے ہیں سورج گویا ان تمام ستاروں میں بمنزل بادشاہ کے ہے جس کی روشنی اور تاثیر سے کوئی ستارہ مستغنی نہیں ہے۔

اسی طرح تمام انبیاء میں سے جو کمال اور اتمام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمایا ہے وہ کسی اور کو عطاء نہیں فرمایا۔ آپؐ اگر سورج کی مانند ہیں تو باقی انبیاء کرامؑ ستاروں کی مانند ہیں۔ تمام انبیاءؑ کے علوم وکمالات اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات عالی میں جمع کر دیے ہیں۔ گویا دیگر انبیاء کی تعلیمات اسی مخزن ومنبع سے ماخوذ ہیں اور کوئی پیغمبر بھی آپ کی ذات عالی سے مستغنی نہیں ہے۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِى الظُّلَمِ

## سورج کی عظمت سے دھوکا:

بعض کوتاہ فہم قسم کے لوگوں کو سورج کی جلالت' روشنی اور اکملیت سے دھوکا لگا اور اسے اپنا معبود سمجھ لیا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ معبود تو وہ ہے جس نے اس سورج کو شرف عظمت عطاء کیا۔

مجوس جیسی باشعور قوم نے اس کی عالمگیر رفعت وعظمت اور ہمہ گیر تاثیر دیکھ کر اس کی عبادت کرنا شروع کر دی۔ انہوں نے ستارہ پرستی کے سلسلہ میں جو عبادت گاہیں تعمیر کیں ان میں سے سب سے بڑی عبادت گاہ اسی سورج کے نام پر تھی۔ پوری عبادت گاہ سنہری رنگ کی بنائی گئی اور اس میں آفتاب کی مثالی صورت کا بت بنا کر رکھا گیا۔ جو خالص سونے کا تھا اور اس میں منوں سونا کھپایا گیا

تھا۔

اسی طرح ملکہ بلقیس جیسی عظیم ملکہ جس نے عورت ہو کر اپنی مدبرانہ اور سیاسیانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور کتنا عرصہ ایک متمدن ریاست پر حکومت کر کے دکھائی۔ اس نے بھی اسی سورج کی آب و تاب کے سامنے جبین نیاز جھکا دی اور سر عبودیت خم کر دیا اور اس کو اپنا دیوتا تسلیم کر لیا۔

قرآن مجید میں اس کی شہادت موجود ہے يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللهِ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سورج کو سجدہ کرتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی ستارہ پرستی اور سورج پرستی کی مریض تھی۔ آپ نے ان کو سمجھاتے ہوئے اسی سورج ہی کے متعلق سوال فرمایا تھا هٰذَا رَبِّیْ هٰذَا اَکْبَرُ کیا تمہارے خیال میں یہی میرا رب ہے یہی سب سے بڑا ہے؟ پھر انہیں هٰذَا اَکْبَرُ کے راستے سے اَللهُ اَکْبَرُ کا جلوہ دکھا کر دعوت توحید پیش فرمائی۔

نجومیوں جیسی فلسفی قوم نے بھی اگر دنیا میں کسی کی تاثیر اور تصرف تسلیم کیا تو اسی سورج کا۔ وہ عالم میں ستاروں کی تاثیر مانتے ہیں اور ستاروں میں سورج کی تاثیر کے قائل ہیں گویا ان کے نزدیک بھی سورج تاثیر و تصرف کا شہنشاہ ہے۔

اسی طرح روحانی آفتاب (سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) کی رفعت و عظمت شان دیکھ کر بعض لوگوں کو دھوکا لگا۔ آپؐ کے بے مثال علمی و عملی معجزات دیکھ کر لوگوں نے آپ کو عالم الغیب اور مختار کل سمجھ لیا۔ آپ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر مصائب و بلیات میں آپ کی سو رو پکار کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں آپ کو شریک سمجھ لیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگرچہ آپ کی شکل بشر

کی سی ہے مگر درحقیقت آپ نور وحدت کا ٹکڑا اور حصہ ہیں (معاذ اللہ)

## سورج کی بے چارگی کا اعلان:

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ اقدس اور ذات عالی کے مقابلہ میں اس عظیم الشان سیارے کی بے چارگی اور بے بسی کا اعلان فرما دیا۔ تاکہ لوگ اس کی عظمت شان سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اَلَمْ تَرَاَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ الخ (سورۃ حج) کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند بھی اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

یعنی جب وہ سورج خود ہماری بارگاہ میں سجدہ ریز ہے ہمارے سامنے عجز وانکساری کرتا ہے تو وہ تمہارا معبود کس طرح بن سکتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ الخ (سورۃ حم سجدہ) کہ نہ تو تم سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ تو اس اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہے۔ جس نے ان کو تخلیق فرمایا یعنی یہ تو مخلوق ہیں سجدہ مخلوق کے لیے نہیں خالق کے لیے ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ (سورۃ الاعراف) کہ سورج چاند اور ستارے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں یعنی ان پر بھی سارا اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

ایک مقام پر فرمایا لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَا اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ (سورۃ یٰسین) کہ سورج کی مجال نہیں کہ چاند کو پالے اور نہ ہی رات دن سے سبقت کر سکتی ہے۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ نے سورج کی نقل وحرکت میں اس کی بے

بسی اور بے چارگی کا اظہار اور پھر اس کی عبدیت واطاعت کا واضح اعلان اسی لیے فرمایا ہے کہ کوئی اس کا جاہ وجلال دیکھ کر اس کی پرستش نہ کرنے پائے۔

اسی طرح آفتاب نبوت (سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کروایا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ کہ لوگو! میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر وحی نازل فرما کر میرے سر پر نبوت کا تاج سجا دیا ہے مگر اس کے باوجود بھی میں فوق البشری طاقتوں کا مالک نہیں ہوں اس کے باوجود میرا اعلان ہے اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ کہف) کہ تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے۔

ایک موقعہ پر جب کفار مکہ نے آپؐ سے کچھ من پسند معجزات اور مافوق الاسباب امور دکھانے کی فرمائش کی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے وضاحت کے ساتھ اعلان کروا دیا کہ آپؐ بتا دیں کہ یہ سب کام میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہیں اور میرا اللہ ہر قسم کے شرک اور شریکوں سے پاک ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورۃ اسراء) فرما دیجئے کہ میرا رب پاک ہے میں تو ایک بشر اور رسول ہوں۔

ایک اور موقعہ پر اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (سورۃ اعراف) لوگو! میں تو اپنے نفع اور نقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتا مگر ہوتا وہی ہے جو خدا تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے لیے سب منافع جمع کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ یعنی میں اتنی عظمت اور اتنی شان رکھنے کے باوجود اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ میں تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز، بے بس اور لاچار ہوں میں تو خود اس کے حکم کا پابند ہوں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا

یُوْحیٰ اِلَیَّ۔

گرامی قدر سامعین! آفتاب نبوت کی زبانی یہ اعلان عبدیت اس لیے کروائے جارہے ہیں تاکہ کوئی ان کی عظمتِ شان سے دھوکہ کھا کر انہیں الٰہ اور معبود نہ سمجھ بیٹھے۔

**فلک آفتاب:**

آپ جانتے ہیں کہ مادی سورج کے لیے ایک مدار اور محور ضروری ہے جس پر وہ حرکت کرے اور وہ فلک ہے اور اس پر بے شمار چمکنے والے ستارے موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح آفتاب نبوت جس فلک پر چمکے گا اسے آسمان نبوۃ کہا جائیگا اور دیگر انبیاء کرامؑ کو آسمان نبوت پر چمکنے والے ستارے کہا جائیگا۔

آپ جانتے ہیں کہ ابتداء شب میں آسمان کے نیچے زمین پر سخت اندھیرا اور تاریکی چھائی ہوتی ہے۔ اور وہ تاریکی پوری دنیا پر اس طرح مسلط ہو جاتی ہے کہ کام کاج تقریباً معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ لوگ اپنی بساط کے مطابق محدود روشنیوں کا انتظام کرتے ہیں مگر وہ روشنیاں مکمل اور ہمہ گیر نہیں ہوتیں۔ کچھ مقامات کسی حد تک ضرور روشن ہو جاتے ہیں مگر باقی مقامات اسی طرح تاریک پڑے رہتے ہیں اور زمین ظلمت کے تسلط سے آزاد نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح آسمان نبوت کے نیچے زمین قلب پر سخت اندھیرا اور تاریکی چھا چکی تھی۔ بعض لوگوں نے اس ظلمت و تاریکی میں راہ طے کرنے کے لیے عقل وفہم کی قندیلوں اور قمقموں سے مدد لی۔ فلسفیت کے مصنوعی لالٹینوں سے کام چلانے کی کوشش کی۔ مگر اس ساری محنت کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور روحانیت کی سر زمین ظلمت کے تسلط سے آزاد نہ ہو سکی۔

آخر کار رات کے مناسب حال اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اور قدرت بالغہ

سے خود روشنی کا بندوبست فرما دیتا ہے اور تدریجی طور پر آسمان دنیا پر ستارے نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پہلے ایک نکلا' پھر دوسرا' پھر تیسرا' یہاں تک کہ پے در پے ستارے ہجوم کر کے آسمان دنیا کو گھیر لیتے ہیں اور پورا آسمان ان ستاروں سے جگمگا اٹھتا ہے۔جس سے رات کی اندھیری و تاریکی کی شدت میں کسی حد تک کمی آ جاتی ہے اور یہ حالت نہیں رہتی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔ بلکہ ایک حد تک شہروں' دیہاتوں' بیابانوں' جنگلوں' پہاڑوں' میدانوں' دریاؤں اور سمندروں پر ہلکی ہلکی روشنی آ جاتی ہے۔ مگر ظلمت کا مکمل طور پر استیصال نہیں ہو پاتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت وشفقت سے قلوب انسانی کی سرزمین کے لیے کچھ روشنی کا انتظام فرما دیا۔ آسمان نبوت پر ستاروں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلا ستارہ آدم علیہ السلام طلوع ہوا' پھر شیث علیہ السلام آئے' پھر نوح علیہ السلام آئے' پھر ہودؑ اور صالحؑ آئے' پھر ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام آئے یہاں تک کہ آسمان نبوت پر پے در پے نجوم نبوت کا ظہور شروع ہو گیا۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰی (سورۃ مومنون) کہ پھر ہم نے پیاپے رسول بھیجے۔

ان نجوم نبوت کے طلوع ہونے سے کسی حد تک سرزمین قلب روشن ہوئی۔ حق و باطل میں امتیاز ضرور نظر آنے لگا۔ مگر یہ سب ستارے اور مصنوعی روشنیاں مل کر بھی زمین قلب پر چھائی ہوئی ظلمت کا مکمل استیصال نہ کر سکے۔

### شب ظلمت کی فریاد:

پھر آپ جانتے ہیں کہ آخر شب میں ظلمت اپنے شباب پر پہنچ جاتی ہے۔ مادی آفتاب سے پہلے عجیب قسم کا سخت اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔ لوگ مکمل طور پر غفلت کا شکار ہوتے ہیں۔ مجرم لوگ اسی وقت واردات کرتے ہیں رات کی پھیلی ہوئی تاریکی اور ستاروں کا ناتمام نور گویا زبان حال سے فریاد کرتا ہے کہ اس

کی تکمیل کر دی جائے۔ ایسا کامل نور عطاء کیا جائے جو رات کو دن بنا دے۔

اسی طرح روحانی آفتاب کے طلوع سے پہلے شب ظلمت مکمل طور پر حاوی تھی۔ جزیرہ عرب کے چاروں طرف شرک ہی شرک تھا۔ عرب کے ایک جانب خلیج فارس تھا۔ جس کے کنارے ایران فارس کی حکومت تھی وہاں ستارہ پرستی، سورج پرستی عام تھی۔ لوگ ایک خدا کی بجائے دو خداؤں کا عقیدہ اپنائے ہوئے تھے۔ دوسری سمت بحیرہ روم تھا جس کے کنارے روم کی سلطنت تھی وہاں بھی مکمل طور پر بے دینی چھائی ہوئی تھی۔ عیسائیت کا زور تھا ایک خدا کی بجائے لوگ تین خداؤں کا عقیدہ لیے ہوئے تھے۔ تیسری سمت بحر ہند تھا جس کے کنارے ہندوستان تھا۔ یہاں خداؤں کی تعداد کروڑوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ چوتھی جانب خشکی تھی جہاں مصر، سوڈان اور افریقہ کی آبادیاں تھیں وہاں سرے سے خدا کا تصور ہی نہ تھا بدعملی اور شہوت پرستی عام تھی۔

گویا زمین قلب فریاد کناں تھی کہ اسے ایسا کامل نور عطاء کیا جائے جو رات کو دن بنا دے۔

## صبح صادق کی آمد:

پھر رحمت ایزدی متوجہ ہوتی ہے اور آسمان دنیا پر پو پھوٹتی ہے اور روشنی کی ایک ہلکی سی کرن صبح صادق کی شکل میں نمودار ہو کر آفتاب عالم تاب کی خوشخبری دیتی ہے کہ عنقریب وہ منبع نور، سرچشمہ ضیاء جس کے سب منتظر تھے اور جس کی آمد کے بعد پھر کسی اور روشنی اور نور کی ضرورت نہ رہے گی طلوع ہونے والا ہے۔

اسی طرح آسمان نبوت پر پو پھوٹی اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات صبح صادق کی شکل میں نمودار ہوئی اور دنیا کو یہ خوشخبری دے دی کہ اب آسمان نبوت پر آفتاب نبوت کی آمد آمد ہے۔ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰا

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (سورۃ الصف) کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں۔ میں سامنے کی تورات کا تصدیق کنندہ ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی اسم گرامی احمدؐ ہو گا۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ جس طرح بارہ گھنٹے کے دن کے لیے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی صبح صادق ہوتی ہے اسی طرح بعثت نبوی سے لیکر قیامت تک کے اس دن کے لیے صبح صادق بھی لمبی ہے جس کی مدت تقریباً پونے چھ سو برس بنتی ہے۔

**طلوع آفتاب:**

پھر صبح صادق کے آخر میں طلوع آفتاب سے قبل شفق نمودار ہوتی ہے اور آسمان ایک دم سرخی مائل روشنی سے سرخ ہو جاتا ہے یہ طلوع شفق طلوع آفتاب کی قریبی علامت ہوتی ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کی صبح صادق کے بعد شفق کی صورت میں کچھ ارہاصات اور محیر العقول واقعات دنیا کے سامنے آئے بحیرہ ساوہ یہ خشک ہو گیا' آتش کدہ ایران ٹھنڈا ہو گیا اور دنیا کو اندازہ ہو گیا کہ طلوع ہونے والا ستارہ کوئی چھوٹا موٹا یا معمولی نہیں ہے بلکہ کوئی عظیم ترین سیارہ ہے۔

پھر اس کی آمد پر زمین کے لالٹین اور قمقمے بجھنے لگے کہ ان کی اب ضرورت ہی نہ رہی۔ حتیٰ کہ ستارے بھی ایک دم منہ چھپانے لگے ان کی چھوٹی چھوٹی نورانی ہستیاں اس نیر اعظم کے انوارات کے سامنے معدوم ہونے لگیں۔

اسی طرح آپ کی آمد پر سابقہ شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور آخری کتاب کے سامنے ان کے صحف اور کتب کی ضرورت باقی نہ رہی۔

آمد آمد کی خبر سن کر حسینانِ جہاں
شرم سے مُنہ چھپاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

پھر جس طرح سورج مشرقی افق کے بلند ترین کنارہ سے نمودار ہوتا ہے تاکہ اس کی کرنیں ہر طرف یکسانیت سے پہنچیں اور کسی کو محرومی کا گلہ نہ رہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت دنیا کے مرکزی مقام (سُرّۃ الارض) یعنی مکہ مکرمہ سے نمودار ہوا۔

پھر جس طرح طلوع ہوتے ہی سورج اپنی نورانی کرنیں نقطہ طلوع پر ڈالتا ہے اور عین مقام طلوع کو روشن کرتا ہے اسی طرح آفتاب نبوت نے بھی سب سے پہلے اپنے نقطہ طلوع یعنی خاندان کو منور کیا جیسا کہ حکم خداوندی ہے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (سورۃ الشعراء) کہ اپنے کنبے قبیلے اور خاندان والوں کو ڈرایئے۔ چنانچہ آپ نے کوہ صفاء پر چڑھ کر وعظ فرمایا۔

پھر سورج ذرا اور بلند ہوتا ہے اور مطلع کے ماحول کو روشن کرتا ہے۔ آس پاس کی ساری فضاء منور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت نے بعد ازاں مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں پر ضو فشانی فرمائی۔ جیسا کہ حکم خداوندی ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا (سورۃ الشوریٰ) کہ آپ ام القریٰ اور اس کے گرد نواح والوں کو ڈرایئے۔

پھر سورج ذرا اور بلند ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی کرنیں پوری دنیا پر حاوی ہو جاتی ہیں اور ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو جاتی ہے۔ اندھیروں کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح آفتاب نبوت مکہ کے افق سے کچھ اس انداز سے

بلند ہوا کہ اس کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں۔ سلاطین عالم اور سب اقوام وملل تک اس کی دعوت اور اس کی آواز پہنچ گئی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان) تا کہ ہمارا پیغمبر تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔

**ذرہ ذرہ روشن ہو گیا:**

پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ سورج کی لمبی لمبی شعاعوں اور کرنوں نے دنیا کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا۔ ہر طرف اسی سرچشمہ نور کی نورانی چادریں چھا گئیں اور اس طرح چھا گئیں کہ ظلمت کا کہیں ڈھونڈنے سے بھی نشان نہیں ملتا۔ اور جو کام اربوں کھربوں ستارے مل کر نہ کر سکے وہ تنہا سورج اور اس کی روشنی نے کر دیا۔ حتیٰ کہ بند کمروں کے اندر اگر ڈائریکٹ سورج کی شعاعیں نہ بھی پہنچ سکیں تو ان کے عکس اور پرتو نے اتنا اجالا ضرور کر دیا کہ کسی لالٹین اور چراغ کی ضرورت نہ رہی۔
اسی طرح آسمان نبوت پر آفتاب نبوت کچھ اس انداز سے چمکا کہ ہر کچے اور پکے گھر میں اس کی روشنی اور دعوت پہنچ گئی اور اس کی رحمت تمام جہانوں پر چھا گئی۔
وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ' وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ۔
دیگر انبیاء کی نبوت محدود تھی دائرہ کار بھی محدود تھا مگر آپ کی نبوت عالمگیر اور جہانگیر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً کہ پہلے نبی اپنی اپنی قوموں کی طرف خاص کر کے بھیجے جاتے تھے (کیونکہ وہ ہدایت کے ستارے تھے) اور میں ساری دنیا کے انسانوں کے لیے (بلاتفریق قوم و وطن) بھیجا گیا ہوں (کیونکہ میں آفتاب نبوت ہوں)

اس لیے دیگر انبیاء کرامؑ کی دعوت کا انداز یہ تھا "یَا قَوْمِ" "یَا قَوْمِ" اور آپ کی دعوت کا انداز یہ ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کہ

لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پھر جس طرح سورج کے طلوع ہو کر چمکنے کے بعد کسی چراغ اور لالٹین کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ سورج کی موجودگی میں چراغ اور لالٹین کی حیثیت بھی کچھ نہیں ہوتی۔ الٹا چراغ جلانے والے کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے زمانہ میں کسی اور کتاب اور شریعت کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ اگر وہ کتب موجود بھی ہیں تو بھی قرآن کے مقابلہ میں ان کی جاندار حیثیت نہیں ہے۔

حدیث شریف کی کتب میں حضرت عمرؓ کا واقعہ موجود ہے کہ انہیں تورات کے کچھ اوراق کہیں سے ملے تو بڑے خوش ہوئے اور یہ اوراق لیکر سیدھے خدمت نبوی میں حاضر ہو گئے اور خوشی خوشی ان کو پڑھنا شروع کر دیا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور رخ انور پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اس بات پر متنبہ فرمایا کہ دیکھو تو سہی! آپ کے اس طرز عمل سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ناخوش ہو رہے ہیں۔ پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے عمر! کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب (قرآن مجید) کی آمد کے بعد بھی تورات کی تلاوت کی کچھ ضرورت باقی رہ سکتی ہے؟ جب آخری پیغمبرؐ آ گئے تو سابقہ کتب اور سابقہ شرائع منسوخ ہو گئیں۔ اب حکم قرآن کا چلے گا اور محمد ذی شان کا۔ پھر آپؐ نے زوردار الفاظ میں فرمایا لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَّ اَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ کہ آج اگر خود صاحب تورات پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر آ جائیں تو ان کو بھی میری اتباع اور پیروی کے بغیر نجات نہ ملے گی۔

حضرت عمرؓ نے معذرت بھرے انداز میں عرض کیا رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِالْقُرْاٰنِ هُدًى وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت

اسلام کی صداقت قرآن کی ہدایت اور آپ کی نبوت پر دل و جان سے راضی اور خوش ہوں۔

گرامی قدر سامعین! آفتاب نبوت کی جامعیت اور عالمگیری کا اندازہ صرف اس بات سے لگائیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام بھی یہی ہے کہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں اور آخری پیغمبر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بھی یہی ہے مگر دونوں کی رینج اور حدود الگ الگ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام صرف اپنی قوم کو اندھیرے سے نکالنے والے تھے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورہ ابراہیم) کہ ہم نے حضرت موسیٰ کو اپنی آیات دیکر بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں اس کے بالمقابل ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والے ہیں۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورۃ ابراہیم) کہ ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف اس لیے بھیجی ہے کہ آپ تمام لوگوں کو ظلمات سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔

گرامی قدر سامعین! نورانیت مصطفےٰ کی جامعیت کا اندازہ ان دو آیات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

پھر سوچیے! مادی آفتاب پر تو زوال بھی آتا ہے مگر آفتاب نبوت زوال سے پاک ہے یہ لحظہ لحظہ اوج و کمال کی طرف بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ یہ زوال و افول سے یکسر پاک ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ فَشَمْسُنَا ابَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ والضحیٰ میں وقت چاشت کی قسم اسی لیے اٹھائی ہے کہ

آفتاب نبوت اب بڑھتا ہی جائیگا اس کا نور پھیلتا ہی جائے گا۔ حتیٰ کہ دنیا بھر کے کونے کونے میں اس کی نورانی کرنیں پہنچ کر رہیں گی۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کا مفہوم یہی ہے کہ آپ کا ہر پچھلا لمحہ پہلے لمحہ سے بہتر ہی بہتر ہوتا جارہا ہے۔ ہر لمحہ آپ کی نورانیت میں اضافہ ہی اضافہ ہو رہا ہے۔

حدیث کی کتب میں آپ کی ایک دعاء منقول ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ قَلْبِيْ نُوْراً وَ فِيْ بَصَرِيْ نُوْراً وَ فِيْ سَمْعِيْ نُوْراً وَ عَنْ يَمِيْنِيْ نُوْراً وَ عَنْ شِمَالِيْ نُوْراً وَ خَلْفِيْ نُوْراً وَ مِنْ اَمَامِيْ نُوْراً وَ اجْعَلْ لِّيْ نُوْراً وَ فِيْ عَصَبِيْ نُوْراً وَ فِيْ لَحْمِيْ نُوْراً وَ فِيْ دَمِيْ نُوْراً وَ فِيْ شَعْرِيْ نُوْراً وَ فِيْ بَشَرِيْ نُوْراً وَ فِيْ لِسَانِيْ نُوْراً وَ اجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْراً وَ اَعْظِمْ لِيْ نُوْراً وَاجْعَلْنِيْ نُوْراً وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِيْ نُوْراً وَ مِنْ تَحْتِيْ نُوْراً اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْراً (مسلم) اے اللہ میرے دل میں نور پیدا فرما دے۔ میری بینائی میں بھی نور اور میری شنوائی میں بھی نور پیدا فرما دے۔ میری داہنی طرف بھی نور اور بائیں طرف بھی نور اور میرے پیچھے بھی نور اور میرے سامنے بھی نور فرما دے۔ میرے لیے ایک خاص نور پیدا فرما دے میرے پٹھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری پوست میں نور اور میری زبان میں نور ہی نور بنا دے اور میری جان میں بھی نور بھر دے اور مجھے نور عظیم عطاء فرما دے اور مجھے سراپا نور فرما دے۔ میرے اوپر بھی نور اور میرے نیچے بھی نور بنا دے یا اللہ مجھے نور عطاء فرما دے۔

میرا ایمان ہے کہ آپ کی یہ دعاء اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر آپ کو اور آپ کے ماحول کو نور سے بھر دیا ہے۔

(یاد رکھیے یہاں حقیقی حسی نور مراد نہیں بلکہ مجازی نور مراد ہے)

گرامی سامعین! جس طرح سورج کی شعاعوں اور روشنی سے کوئی مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے نور سے بھی کوئی مستغنی نہیں ہوسکتا۔

یہ بات یاد رکھیں کہ آپ ﷺ خود صرف نور نہیں بلکہ آپ مُنیر ہیں یعنی آپ ﷺ کے ساتھ جو لگ گیا، جو جڑ گیا، جس کو بھی نسبت مل گئی وہ بھی روشن ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نورانیت مصطفیٰ ﷺ کی سچی قدر اور اس سے حظ وافر نصیب فرمائے۔ آمین

---

جہاں روشن است از جمالِ محمدؐ
دلم زندہ شد از خیالِ محمدؐ

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قالِ محمدؐ

---

نازاں ہے جس پہ حُسن وہ حُسن رسولؐ ہے
یہ کہکشاں تو آپؐ کے قدموں کی دھول ہے

اے راہ روانِ شوق! سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا کانٹا بھی پھول ہے

☆☆☆☆☆

## ۱۰:- انقلاب مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ آل عمران)

صدق اللہ العظیم.

گرامی قدر سامعین! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے ہیں۔(۱) تلاوت آیات (۲) تزکیہ نفوس (۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم حکمت۔ اگر چاروں مقاصد میں گہرائی سے غور کیا جائے تو یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ بنیادی مقصد تزکیہ نفوس ہی ہے۔ اور یہی آج ہماری اس گفتگو کا موضوع ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس معاشرے کا کس طرح تزکیہ فرما کر ان کے اندر کس حد تک انقلاب پیدا فرمایا۔

وہ لوگ کیا تھے؟ اور آپؐ نے اپنی تعلیمات سے ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں انہیں کہاں تک پہنچایا۔

### شب ظلمت:

تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ آپؐ کی بعثت کے وقت دنیا کی اور خاص طور پر اہل عرب کی مجموعی حالت کیا تھی اور ان پر کیسی شب ظلمت چھائی ہوئی تھی۔

عرب کے ایک جانب خلیج فارس تھی جس کے کنارے ایران اور فارس کی حکومت تھی وہاں ستارہ پرستی۔ سورج پرستی اور آتش پرستی کا زور تھا۔ وہ لوگ ایک خدا کی بجائے دو خداؤں کے قائل تھے۔ نیکی کا خدا الگ اور بدی کا خدا الگ مانتے تھے۔ ایک کو یزدان اور دوسرے کو اہرمن کہتے تھے۔

عرب کی دوسری سمت بحیرہ روم تھا جس کے کنارے روم کی سلطنت تھی وہاں عیسائیت کا زور تھا۔ لیکن وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو چھوڑ چکے تھے۔ نہ ان کے پاس اپنی اصل کتاب تھی اور نہ ہی اصل تعلیم۔ وہ ایک خدا کی بجائے تین خداؤں کی پوجا کرتے تھے اور آسمانی دین کے دعویدار ہونے کے باوجود کفر و شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے۔

عرب کی تیسری سمت بحر ہند تھا جس کے کنارے ہندوستان کا علاقہ تھا یہ بت پرستی کا مخزن تھا۔ یہاں خداؤں کی تعداد ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ پتھر، پانی، درخت، انسانی اعضاء، جانور، آلات حتیٰ کہ کھانے پینے کی اشیاء تک کو لوگوں نے خدا بنا کر ان کی عبادت شروع کر رکھی تھی۔

عرب کی چوتھی سمت خشکی تھی جہاں مصر، سوڈان اور افریقہ کی آبادیاں تھیں۔ وہاں سرے سے خدا کا تصور ہی نہ تھا۔ بدعملی، سیہ کاری، شہوت پرستی اور من مانی کا دور دورہ تھا۔

خود عرب کی سرزمین اس وقت مختلف باطل مذاہب کی جولان گاہ بنی ہوئی تھی۔ یہودیت، مجوسیت، عیسائیت، ستارہ پرستی اور بت پرستی نمایاں مذاہب تھے۔ اہل عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے اور فرشتوں کی الوہیت کے قائل تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا (سورۃ آل عمران) حتیٰ کہ یہ لوگ جنات کی الوہیت کے بھی قائل تھے جیسا کہ

قرآن مجید میں ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ (سورۃ انعام) ستارہ پرستی اتنی عام تھی کہ اپنے امور میں وہ لوگ ستاروں کو دخیل سمجھتے تھے اور ان کی الوہیت اور اثر و نفوذ کے قائل تھے۔ کہانت اور اوہام پرستی کا غلبہ تھا۔ کاہنوں کی غیب دانی کا عقیدہ عام تھا اور ان کا ہر کام کہانت اور اوہام پرستی کا مرہون منت تھا۔

بت پرستی کا غلبہ اس حد تک تھا کہ وہ تقریباً ہر چیز کی عبادت کرتے تھے مگر خدائے واحد کی خالص عبادت سے محروم تھے۔ مرکز توحید خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ طواف کعبہ بھی کرتے جاتے اور ساتھ ساتھ ان بتوں کی عبادت بھی کرتے جاتے تھے۔ ایک بڑا بت خانہ کعبہ کے دروازے پر رکھا ہوا تھا۔ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو وہاں پوجنے کو مزید بت موجود تھے۔

ہر قوم کا بت جدا تھا اور ہر ضرورت اور موقعہ کا بت جدا تھا۔ ہر گھر میں ایک ایک بت رکھا تھا اور اس کی پوجا کرتے تھے۔ سفر میں نکلتے تو خدا کو جیب میں ڈال لیتے۔ اور اگر راستے میں کوئی خوشنما پتھر نظر آ تا تو اسے اٹھا کر خدا بنا لیتے تھے اور پہلے کو پھینک دیتے تھے۔ غرض ہر خاندان بلکہ خاندان کے ہر فرد کا خدا جدا جدا تھا۔ سفر کا الگ خدا اور حضر کا الگ خدا تھا۔ پوجنے والوں کی تعداد اتنی نہ تھی جتنی خداؤں کی تھی۔

افتراق و انتشار کی یہ حالت تھی کہ ایک ایک لڑائی پچاس پچاس برس چلتی رہتی تھی۔ نسلوں کی نسلیں ضائع ہو جاتی تھیں مگر لڑائی کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ تاریخ دانوں نے ان کی ایسی طویل ترین لڑائیوں کی تعداد ۱۳۲ لکھی ہے۔

بے رحمی اور قساوت قلبی کا یہ عالم تھا کہ خود اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے لڑکی کی پیدائش کو عار اور بے عزتی سمجھا جاتا تھا۔ اور باپ خود اسے زمین میں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتا تھا۔ اگر چار بیٹے ہیں اور رزق کی تنگی ہے تو باپ دو جوان

بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا۔ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (سورۃ اسراء)

بے غیرتی اتنی تھی کہ سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتے تھے۔ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا ان کا عام معمول تھا۔

بے انصافی اتنی تھی کہ لوٹ مار' چوری' سفاکی اور ڈاکہ زنی کر کے دوسرے کے مال کو چھین لینا بہادری سمجھا جاتا تھا۔ حرام خوری اتنی عام تھی کہ سود خوری حتیٰ کہ مردار خوری کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔

حلال و حرام کی تمیز مفقود تھی چھپکلی اور گدھے کا گوشت حتیٰ کہ دم مسفوح تک کھا جایا کرتے تھے۔

قمار بازی اور شراب خوری عام تھی۔ دن رات نشہ میں دھت رہتے تھے حتیٰ کہ بوقت عبادت بھی اکثر نشہ میں ہوتے تھے۔ بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ اللہ کے گھر کا طواف کرتے ہوئے کپڑے اتار دیتے تھے۔ اور مرد اور عورتیں اکٹھے ننگا طواف کرتے تھے۔

تہذیب و تمدن' امن و انتظام نام کا نہ تھا۔ بدامنی پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی نہ انکا کوئی بادشاہ تھا نہ امیر۔ تعلیم و تعلم ان میں نام کا بھی نہ تھا پرلے درجے کے جاہل اور اجڈ تھے۔

دنیا کی قوموں میں ان کی کوئی عزت اور وقار نہ تھا ان کو انتہائی ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کوئی کہتا تھا اونٹوں کو چرانے والے۔ کوئی کہتا مینگنی میں کھیلنے والے۔ مختلف اوقات میں دنیا کی قومیں ان پر چھاپہ مارتی رہیں۔ کبھی رومیوں نے چھاپہ مارا تو کبھی فارسیوں نے' ہر ایک کی غلامی انہیں قبول کرنی پڑتی تھی۔ نہ دن میں چین تھا نہ رات میں۔ گویا کہ حقیقی معنوں میں وہ پرلے درجے کی ضلالت اور ذلالت کا شکار تھے۔

گرامی قدر سامعین! یہ اس معاشرے کا ایک ادنیٰ سا اجمالی خاکہ میں نے عرض کیا ہے ورنہ ان کی داستان جہالت وضلالت تو بڑی طویل ہے۔

## مقصد آمد رسول ﷺ:

ایسے معاشرہ اور ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اپنا عظیم الشان رسول بھیجا اور اس رسول کی آمد کا مقصد وحید کیا بیان فرمایا؟ کہ وہ اس معاشرے میں انقلاب لائے۔ وَيُزَكِّيهِمْ انکو ہر لحاظ سے مزکیٰ مجلی اور مصفیٰ بنائے۔ اس مقصد کو حدیث پاک میں آپ نے اس طرح بیان فرمایا ہے بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ کہ میری آمد کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہارے اخلاق و کردار کو نکھار دوں اور سنوار دوں۔

پھر دیکھیے آپ نے اس معاشرے کے اندر کیسا عظیم انقلاب بپا فرمایا اور وہ بھی ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں۔ حالانکہ کسی قوم میں اعتقادی سیاسی اخلاقی اور تمدنی ہر لحاظ سے انقلاب لانے کے لیے یہ عرصہ انتہائی مختصر اور ناکافی ہے۔

کیا دنیا کے اندر اس کی کوئی نظیر اور مثال موجود ہے کہ ایک شخص اپنی محنت سے اتنے قلیل عرصہ میں اتنا عظیم انقلاب لا کر ایک بدترین معاشرہ کو کائنات کا ایک بہترین معاشرہ بنا دے؟ یہ انقلاب لانا بھی آپ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔

## انقلاب مصطفیٰ:

آیئے انقلاب مصطفیٰ ﷺ کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے اس معاشرہ میں اس حد تک فسق و فجور گمراہی اور ضلالت تھی کہ اس دور کا نام بھی دور جاہلیت پڑ گیا۔ لفظ ''جاہلیت'' ہمہ قسم کی برائیوں کی ترجمانی کر رہا ہے۔

آپ ﷺ کی آمد کے بعد اتنا عظیم انقلاب آیا کہ وہ زمانہ سب زمانوں سے بہتر شمار ہونے لگا جیسا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ کہ تمام قرون اور ادوار سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ پھر اس کے بعد والے زمانہ کا نمبر ہے یعنی دور صحابہ کرامؓ۔ پھر اس کے بعد والے زمانے کا نمبر ہے یعنی دور تابعینؒ۔ انقلاب مصطفےٰ ﷺ کا کیا کہنا! کہ "اَلْقَرْنُ الْجَاھِلِیَّۃ" اب "خَیْرُ الْقُرُوْنِ" بن گیا۔

۲) پہلے ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تھے۔ خدا تعالیٰ کے ذکر کی بجائے اپنے کنبہ قبیلہ اور آباؤ اجداد کا ذکر ان کی زبانوں پر ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ حج جیسی عبادت میں بھی وہ بجائے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ آبَائَکُمْ الخ کہ تمہیں چاہیے کہ جتنا ذکر اپنے آباء واجداد کا کرتے ہو کم از کم اتنا ہی خدا تعالیٰ کا کرلو۔ گویا وہ اس آیت کا مصداق تھے لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کی آمد کے بعد اتنا عظیم انقلاب آیا کہ انہی لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (سورۃ نور) کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ دوران تجارت وسوداگری بھی خدا کے ذکر سے غافل نہیں رہتے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ الخ (سورۃ آل عمران) کہ یہ لوگ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔

۳) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ جب ان کے سامنے خدا تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا ذکر کیا جاتا تو ان کے دل منقبض ہو جاتے تھے۔ یعنی انتہائی تنگ دل

اور پریشان ہو جاتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا تو خوش ہو جاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (سورۃ زمر)

آپ کی آمد کے بعد اتنا عظیم انقلاب آیا کہ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا الخ (سورۃ انفال) کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خشیت الٰہی کی وجہ سے نرم پڑ جاتے ہیں اور ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو انکا ایمان بڑھ جاتا ہے اور سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارنے لگ جاتا ہے۔

(۴) پہلے ان کی یہ حالت تھی وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے اور پرلے درجے کے گم گشتہ راہ تھے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ آل عمران) کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے کبھی انہی کے بارے میں ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کا لفظ استعمال کیا تو کبھی ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ کا۔ مقصد یہی ہے کہ وہ لوگ گمراہی کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔

آپ کی آمد کے بعد اتنا انقلاب آیا کہ وہی لوگ جو کل تک خود ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کا شکار تھے آج ہدایت کے مینار اور معیار بن گئے۔ آج ہدایت اور ایمان انہی لوگوں کے لیے تسلیم کیا گیا جوان کے معیار پر پورا اتریں۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (سورۃ البقرہ) کہ اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو تب یہ لوگ ہدایت یافتہ شمار ہوں گے۔ اسی حقیقت کو آپ نے حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمایا ہے اَصْحَابِیْ

كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی تابع داری کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

خود نہ تھے جو راہ پر عالم کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

۵) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہو گئے تھے جہنم اوران کے درمیان گویا کچھ بھی فاصلہ باقی نہ تھا كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ کہ تم گویا جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیج کر تمہیں جہنم میں گرنے سے بچالیا۔

آپ ﷺ کی آمد کے بعد اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا (توبہ) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت تیار کی انہی کے لیے کی ہے۔ وہ ایسے باغات ہیں کہ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

گویا جو لوگ جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے اب جنت کے وارث بن گئے۔

۶) پہلے ان کے دلوں کی یہ حالت تھی کہ دل کفر وشرک کی وجہ سے سیاہ ہو چکے تھے دلوں کے اندر کفر بھر چکا تھا۔ دلوں پر تالے لگ چکے تھے اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (سورۃ محمد) دل سخت ہو چکے تھے۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ (البقرہ) دلوں پہ مہر لگ چکی تھی۔ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (غافر) كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (اعراف) خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرہ) قرآن مجید کے اندر اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن میں کفار کے دلوں کی حالت بیان کی گئی ہے۔

آپ ﷺ کی آمد کے بعد اتنا انقلاب آیا کہ وہی دل جو کل تک ہدایت سے خالی تھے جن پر مہریں لگ چکی تھیں۔ جو پتھروں سے زیادہ سخت ہو چکے تھے آج ان دلوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ حجرات) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایمان کو پسند کر لیا اور اسے تمہارے دلوں کے اندر سجا دیا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (سورۃ المجادلہ) کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے پتھر پر لکیر کی طرح ایمان تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی گئی۔

۷) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ صبح و شام زنا اور بدکاری میں ملوث تھے اور اسے اپنے لیے بہت بڑا اعزاز اور فخر سمجھتے تھے کہ میں نے اتنی عورتوں سے زنا کیا ہے۔ اپنے اشعار اور اپنی نظموں میں اپنی بدکاریوں کا ذکر کر کے اترانا اور فخر کرنا ان کا معمول تھا۔

آپ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اگر کسی موقعہ پر ایسی غلطی ہو گئی تو ندامت سے پانی پانی ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کا خوف اتنا غالب ہوا کہ دنیا میں ہی اس کی سزا بھگتنے کے لیے بے قرار ہو گئے۔

حدیث کی کتب میں ایک عورت کا اسی طرح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر بعد زاری اور منت عرض کرنے لگی یا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ اے اللہ کے رسول! مجھ سے بدکاری ہو گئی ہے۔ میرے اوپر حد جاری کیجئے۔ آپؐ نے اعراض فرمایا کہ شاید تیرا گناہ حد جاری کرنے کی حد تک نہ ہو۔ وہ اعتراف کرنے لگی کہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں اب تو میرے پیٹ میں ناجائز بچہ بھی موجود ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک

بچہ پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک تجھے سزا نہیں دی جا سکتی۔ بچے کی پیدائش کے بعد آ نا وہ عورت روتی ہوئی چلی گئی کہ پتہ نہیں زندگی وفا کرے یا نہ کرے۔ بچے کی پیدائش کے بعد پھر خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر حد جاری کرنے کا مطالبہ کرنے لگی آپؐ نے ارشاد فرمایا جب اس کا دودھ چھڑالے تب آنا۔ کچھ عرصہ گزرا تو پھر حاضر خدمت ہو گئی۔ اس کے بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! دیکھیے اب یہ خود روٹی کھا رہا ہے میں نے اس کا دودھ بھی چھڑا دیا ہے براہ مہربانی مجھے پاک کیجئے۔

آپ ﷺ نے بچے کی کفالت کا انتظام فرما کر اس پر حد جاری فرمائی اور اس کو سنگسار کیا گیا۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ تو حضرت عمرؓ نے حیران ہو کر سوال کیا تُصَلِّیْ عَلَیْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایک زانیہ عورت کا جنازہ کیسے پڑھا دیا؟ آپ نے جوابًا فرمایا لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ کہ اس عورت نے ایسی بے مثال توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ مدینہ منورہ کے ستر مستحق عذاب گنہ گاروں پر تقسیم کر دی جائے تو ان کی بخشش کا بھی سامان ہو جائے۔

۸) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ پتھروں کی تعظیم اور پوجا کرتے تھے۔ وہ ہر وقت خوبصورت پتھروں کی تلاش میں رہتے جہاں سے بھی کوئی خوبصورت پتھر ملا اسے اٹھا لیا اور اپنے معبود کا تصور باندھ کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ اپنی تقدیر اور نفع و نقصان کو پتھروں سے وابستہ سمجھتے تھے۔

آپ کی آمد کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ دوران طواف حجر اسود کو چومنے لگے تو ٹھٹک گئے اور جذبہ توحید خداوندی

سے سرشار ہو کر یوں گویا ہوئے یَا حَجَرُ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ فَلَوْ لَا اِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے نہ تو نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان! اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو کبھی تیرا بوسہ نہ لیتا۔ یہ تو آپ کا فرمان اور طریقہ ہے ورنہ پتھروں کی عظمت تو ہمارے دلوں سے آپ کی تعلیمات نے کھرچ کھرچ کر نکال دی ہے۔ درحقیقت یہ آپ کے بوسہ کو بوسہ ہے۔

۹) پہلے ان کی قساوت قلبی کا یہ عالم تھا کہ رزق کی تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ بیٹی کی پیدائش کو عار اور ذلت سمجھتے ہوئے اسے زندہ درگور کر دیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّ ھُوَ کَظِیْمٌ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَابُشِّرَبِہٖ اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ (سورہ النحل) کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ غم کی وجہ سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ اور اس خبر بد کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ آیا یہ ذلت برداشت کر لوں یا پھر اس لڑکی کو زمین میں دفن کر دوں؟

آپ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اس طرح اپنی کئی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والا ایک شخص اب اتنا رحمدل اور رقیق القلب ہو گیا کہ زمین پر چلتے ہوئے پورا پاؤں نہیں رکھتا بلکہ ایڑیوں کے بل چلتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی چیونٹی کوئی کیڑا مکوڑا میرے پاؤں کے نیچے روندا جائے۔

۱۰) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ عزتوں کو لوٹنے والے تھے، بر سر عام ایک عورت کی عزت کو پامال کر دینا ان کا شیوہ تھا۔

آپ کی آمد کے بعد وہ عزتوں کے محافظ بن گئے۔ حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے گھر پہنچانے کے لیے صحابہ کرامؓ ساتھ بھیجے تو اس کا بھائی عدی انتہائی حیران اور پریشان ہوگیا اور کہنے لگا کہ بہن! سفر میں تو اتنے دنوں تک غیروں کے ساتھ رہی۔ دن بھی گزرے اور راتیں بھی گزریں۔ اغیار کے ہاتھوں میں کیا تیری عزت تو بچ گئی؟ سفانہ جواب دیتی ہے کہ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تیری حویلی اور چاردیواری کے اندر میری عزت اتنی محفوظ نہیں تھی جتنی حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کے ہاتھوں میں محفوظ رہی۔

۱۱) پہلے ان کی حالت یہ تھی کہ سالہا سال تک لڑائیاں جاری رہتی تھیں۔ قتل و غارت اور باہمی لڑائی ان کے لیے بہادری کا نشان اور وجہ عزت تھی اور ایک دوسرے کا کوئی پاس اور لحاظ نہ تھا۔

آپ کی آمد کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ اب وہی لوگ بھائی بھائی بن گئے۔ فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (سورة آل عمران) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت والفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔ اب ان کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کہ وہ آپس میں رحم دل بن گئے ہیں۔

۱۲) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ گھوڑے اور اونٹ کو پانی پلانے میں جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑے کی بنیاد صرف یہ بنی کہ پہلے میں نے پانی پلانا تھا تو نے کیوں پلایا؟ اور پھر یہ بات اتنی بڑھی کہ سالہا سال تک دونوں قبیلے باہم لڑتے رہے اور سینکڑوں جانیں ضائع ہوگئیں۔

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

آپؐ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہو گئی یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ (سورۃ حشر) کہ وہ دوسروں کو اپنی جانوں سے بھی مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود کتنے ہی ضرورت مند ہوں۔

حضرت ابوجہم بن حذیفہ فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں تھوڑا سا پانی لیکر اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ اگر وہ مجھے زندہ مل گیا تو میں اس کو پانی پلاؤں گا۔ چنانچہ وہ مجھے زخمیوں میں اس حالت میں ملا کہ موت و حیات کی کشمکش میں تھا۔ میں نے اس سے پانی پلانے کا پوچھا تو اسنے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا۔ جونہی میں اس کو پانی پلانے لگا تو قریب پڑے ایک زخمی نے "آہ" کی۔ میرے چچازاد بھائی نے اشارہ کر دیا کہ پہلے یہ پانی ان صاحب کو پلائیں۔ میں دوڑ کر اس کے قریب گیا تو اس کی جان بھی لبوں پر تھی۔ جب میں اس کو پانی پلانے لگا تو ایک اور زخمی نے آہ بھری چنانچہ اس نے بھی یہی اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ میں دوڑ کر جب تیسرے زخمی کے قریب گیا اور پانی اس کے منہ سے لگانے لگا تو وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میں جلدی میں دوسرے زخمی کی طرف آیا کہ کم از کم اس کو تو پلا دوں مگر جب اس کے قریب آیا تو وہ بھی جان بحق ہو چکا تھا۔ پھر میں دوڑ کر اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو اتنے میں وہ بھی شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ اس طرح تینوں نے ایثار سے کام لیتے ہوئے پیاس کی حالت میں جان دے دی۔

۱۳) پہلے یہی لوگ بدو۔ وحشی اور غیر منظم تھے۔ دوسری حکومتیں ان کو اپنا محکوم سمجھ کر پریشان کرتی تھیں۔

آپ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہوگئی کہ چند سالوں میں نصف دنیا پر اُن کی حکومت قائم ہوگئی۔ بڑی بڑی سپر طاقتیں ان کے زیر نگیں آ گئیں اور بڑی بڑی متمدن حکومتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو کر رہ گئیں۔

بات کیا تھی کہ نہ ایران اور روماں سے دبے　　وہ چند بے تربیت اونٹوں کو چرانے والے
جن کو ہوتا تھا کافور پہ نمک کا دھوکا　　بن گئے وہ دنیا کو اکسیر بنانے والے

(۱۴) پہلے یہی لوگ شراب کے اس حد تک رسیا اور عادی تھے کہ گویا یہ ان کی گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ وہ پورے کا پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں تھا۔ کوئی محفل کوئی دعوت اور کوئی پروگرام اس کے بغیر نامکمل تھا۔ شراب ایک نشہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ نشہ چھوڑنا کتنا مشکل کام ہے۔

آپ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہوگئی کہ جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو اہل مدینہ نے شراب کے سب مٹکے گلیوں میں آ کر توڑ دیے صرف مٹکے نہیں بلکہ شراب پینے پلانے کے برتن اور جام بھی توڑ دیے۔ ایک محفل میں شراب کا دور چل رہا تھا ان کو جب حرمت شراب کی نبوی اطلاع ملی تو جنہوں نے پیالہ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا فوری طور پر نیچے گرا دیا۔

ایک صحابی شراب کے بہت بڑے تاجر تھے ملک شام سے قیمتی شراب درآمد کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنی تجارت کی غرض سے لاکھوں دینار کی شراب مدینہ منورہ میں لے آئے۔ ابھی ان کا قافلہ مدینہ منورہ سے باہر ہی تھا کہ انہیں اطلاع مل گئی کہ شراب تو حرام ہو چکی ہے۔ انہوں نے وہیں سارا مال اتار کر سب مشکوں کو پھوڑ دیا اور ساری شراب ضائع کر دی۔ اہل مدینہ بیان کرتے ہیں کہ کتنے عرصہ تک شراب کی تیزابیت کی وجہ سے وہاں سے شور اٹھتا رہا اور کئی ماہ بعد بھی جب بارش ہوتی تو زمین سے بلبلے نکلتے تھے۔

۱۵) پہلے یہ لوگ انتہائی قسم کے بخیل اور کنجوس تھے۔ ایک ایک پیسے پر جان دیتے تھے مال جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا ان کا شیوہ تھا اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّ عَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ (سورہ ہمزہ) خدا کے نام پر خرچ کرنے کا تصور ان کے لیے جان لیوا تھا۔

آپ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہوگئی کہ حضرت جابرؓ نے صرف ایک ہی رات میں چھ لاکھ روپیہ اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور تب چین آیا۔ حضرت ابوطلحہؓ کی نماز میں اپنے خوبصورت باغ کی وجہ سے خلل پیدا ہوا تو انہوں نے وہ سارا باغ ہی اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کو ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ نے کئی لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے ایک ہی مجلس میں وہ سب دراہم اللہ کے راستہ میں تقسیم کر دیے۔ حالانکہ خود ان کو تین دن سے فاقہ تھا۔ اپنے لیے کوئی چیز رکھنا بھی یاد نہ رہا۔

۱۶) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ ان کی بدکرداریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے فرشتے ان سے نفرت کرتے اور دور رہتے تھے۔

آپ کی آمد کے بعد حالت یہ ہوگئی کہ حضرت حنظلہؓ حالت جنابت میں غزوہ اُحد میں شہادت پاتے ہیں تو ان کو غسل دینے کے لیے آسمانوں سے فرشتوں کا نزول ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے خود اپنی آنکھوں سے ان کے وجود پر غسل کے آثار دیکھے۔

۱۷) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ یہ جنگلوں سے گزرتے وقت اس حد تک ڈرتے تھے کہ جنگلی جانوروں سے بچاؤ کے لیے اس وادی کے جنوں کو اپنی مدد کے لیے پکارا کرتے تھے وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (سورۃ الجن) کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑتے تھے اس

وجہ سے جنات اور زیادہ سرکش ہو گئے۔

آپ کی آمد کے بعد ان کی یہ حالت ہو گئی کہ جنگل کے شیر بھی ان کے مطیع ہو گئے۔ حضرت سفینہؓ نے خوفناک جنگل میں جب شیر کو دیکھا تو اس کا کان پکڑ کر کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں' راستہ بھول چکا ہوں مجھے راستہ دکھا' تو شیر دم ہلا کر ان کے آگے آگے چل پڑا اور جنگل سے پار پہنچا آیا۔

حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں حضرت عقبہ بن نافعؓ نے جب افریقہ کے ایک خوفناک قسم کے جنگل میں فوجی چھاؤنی تعمیر کرنا چاہی تو جنگل کو سانپوں اور درندوں سے خالی کرنے کے لیے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ اَيَّتُهَا الْحَيَّاتُ وَالسِّبَاعُ اِنَّا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْحَلُوْا عَنَّا فَاِنَّا نَازِلُوْنَ وَ مَنْ وَّجَدْنَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قَتَلْنَاهُ کہ اے جنگل کے سانپو اور درندو! ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں ہم اس جنگل کو اپنا ٹھکانہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد جو جانور یہاں پایا گیا ہم اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ تاریخ شاہد ہے ایک نہیں ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تمام موذی جانور اپنے بچوں کو ساتھ لیے وہاں سے نکل گئے اور شام تک وہ جنگل موذی جانوروں اور درندوں سے یکسر خالی ہو گیا۔

(۱۸) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ ان کی وفا اور دوستی پر کسی کو اعتماد نہ تھا۔ منافقت اور خود غرضی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ موقعہ کے مطابق دوستی اور وفاداری بدلنا ان کا روز کا معمول تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ سے گفت و شنید کے لیے قریش مکہ کی طرف سے ان کا ایک بااثر اور جہاں دیدہ آدمی عروہ بن مسعود ثقفی آیا' وہ دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے اپنی ابتدائی گفتگو میں

صحابہ کرامؓ کے بارے میں آپؐ سے کہا کہ خدا کی قسم میں کسی وجیہ اور شریف آدمی کو آپؐ کے پاس نہیں دیکھتا یہ سب آپؐ کے ساتھی انتہائی گھٹیا اور خود غرض قسم کے لوگ ہیں جو اپنے مفاد کے لیے آپؐ کے ارد گرد جمع ہو چکے ہیں' ان کے بھروسہ پر نہ رہیے یہ تو آڑے وقت میں آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے ابتدائی گفتگو میں یہ بات تو آپؐ سے کر دی مگر دوران گفتگو اپنی نکھیوں سے صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کو دیکھتا رہا۔

جب آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے حالات دیکھ کر واپس اپنی قوم میں گیا تو اس کی رائے بدل چکی تھی۔ اپنی قوم سے جا کر یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَ وَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَ كِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ مَارَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُ اَصْحَابُهٗ مَايُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا کہ اے میری قوم! میں بلا شبہ بہت بادشاہوں کی طرف' قیصر و کسریٰ و نجاشی کی طرف قاصد بن کر گیا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی وہ تعظیم کرتے ہوں' جو تعظیم اصحاب محمد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم آپؐ کے دہن مبارک کا لعاب گرے تو یہ لوگ اسے بھی ہاتھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ دوران وضو جو پانی آپؐ کے وجود کو لگ کر گرتا ہے اس کو لینے کے لیے اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ شاید لڑائی ہو جائے گی۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو آوازوں کو پست کر لیتے ہیں۔ جب آپؐ کا کوئی بال گرتا ہے تو اسے بھی ہاتھوں میں لے لیتے ہیں پھر عروہ پروانگان شمع رسالت کی جاں سپاری اور جانثاری دیکھ کر اپنی پہلی رائے کے بالکل برعکس یوں گویا ہوتا ہے لَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِمُوْنَهٗ لِشَيْءٍ اَبَدًا (سیرت ابن ہشام) میں نے صحابہؓ کی ایسی جماعت دیکھی ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی آپ کا بال بیکا نہ

ہونے دینگے۔

گرامی قدر سامعین! اگر آپ عروہ کی پہلی اور دوسری رائے کا موازنہ کریں تو انقلاب مصطفیٰ ﷺ کی ایک عظیم جھلک نظر آ رہی ہے۔

(۱۹) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ خنساء نے اپنے بھائی صخر کی موت پر سالہا سال تک نوحہ کیا۔ وہ بہت بڑی مرثیہ گو شاعرہ تھی بڑے بڑے مجمعوں میں مرثیے پڑھتی، خود بھی روتی اور عوام کو بھی رلاتی۔ تقریباً بیس سال تک اس نے اس طرح بے صبری کا مظاہرہ کیا۔

آپ کی آمد کے بعد اسی خنساء کی یہ حالت ہوگئی کہ جنگ قادسیہ میں اس کے چاروں بیٹے جاں نثاری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر حضرت خنساءؓ کے منہ سے بے صبری کا کوئی کلمہ نکلنے کی بجائے یہی نکلا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنِیْ بِقَتْلِھِمْ کہ اللہ کا بے پناہ شکر ہے کہ اس نے میرے بیٹوں کو شہادت دیکر مجھے یہ عظیم شرف بخشا۔

(۲۰) پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ خود غرضی اور مفاد پرستی اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایثار نام و نشان کا نہ تھا۔

آپ کی آمد کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ حضرت ابوطلحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مہمان کو گھر لے گئے گھر میں ماسوائے ایک آدمی کے کھانے کے اور کچھ نہ تھا۔ انہوں نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور وہ کھانا میرے اور مہمان کے سامنے پیش کر دو۔ اور خود چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے بجھا دینا۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ دونوں میاں بیوی اندھیرے میں خالی منہ ہلاتے رہے تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے۔ اس طرح وہ خود بھی اور ان کے بچے بھی بھوکے رہے اور مہمان کو کھانا کھلا کر ایثار کی اعلیٰ روایت قائم کر دی۔

(۲۱) پہلے ان کی بدکرداریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ہر وقت ان پر شیطان کا تسلط تھا وہ شیطان کے اشاروں پر ناچتے تھے اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (سورہ مریم) کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کفار پر شیاطین کو مسلط کر دیا ہے وہ ان کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔

اب آپؐ کی آمد کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ انہی میں سے ایک شخص (سیدنا عمر بن خطابؓ) کے بارے میں آپؐ نے فرمایا اِیْهًا یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَالَقِیَکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّاقَطُّ اِلَّاسَلَکَ فَجًّاغَیْرَ فَجِّکَ (بخاری) اے ابن خطاب! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے شیطان رأستہ میں اگر تیرے سامنے آ جائے تو وہ تیری ہیبت اور رعب کی وجہ سے راستہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! وہ پہلے کیا تھے اور نبوی تعلیمات سے کیا بن گئے؟ یہ بہت طویل مضمون ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ آپؐ کی تعلیمات سے ایسا عظیم انقلاب آیا کہ آج ان کے قدموں کی آواز جنت میں سنی جا رہی ہے۔ آج انہی میں سے ایک نابینا کی طرف آپؐ ملال سے دیکھتے ہیں تو فوراً آسمان سے عتاب آ جاتی ہے۔ آج ان کی تعریفیں اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمانا شروع کر دیں۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (توبہ) کہ یہ لوگ توبہ کرنیوالے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدے کرنے والے نیک کاموں کا امر کرنے والے بری باتوں سے منع کرنے والے اور خدا کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! میں نے چند باتیں عرض کی ہیں اگر اس نہج پر آپ سوچیں گے تو قرآن وحدیث سے انقلاب مصطفےٰ ﷺ کے سینکڑوں شواہد آپ کو ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو بلکہ سب کو آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

زمیں پہ جھک کے جو عرش بریں پہ پہنچی تھی
ہمیں بلندی مقصود اسی جبیں سے ملی

خدا کے واسطے جینا بھی مرنا بھی
یہ تربیت ادب انداز دل نشیں سے ملی

اسدؔ فیوض در مصطفےٰ کا کیا کہنا
کہ جس کو جو بھی سعادت ملی یہیں سے ملی

☆☆☆

## ۱۱ :- ختمیتِ مصطفےٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ المائدہ)

صدق اللہ العظیم۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس نے ہمیں پیدا فرمایا، ہم معدوم محض تھے اور اس نے ہمیں وجود بخشا۔ صرف پیدا نہیں فرمایا بلکہ اشرف المخلوقات انسان بنایا۔ ساری کائنات کو ہماری خدمت پر لگا یا اور ہمیں انکا مخدوم بنایا۔ اس مشت خاک کو گویا زمین سے اٹھا کر ثریا تک پہنچایا۔ ایک صحیح الدماغ انسان جب اسکے بے پایاں انعامات کا تصور کرتا ہے تو اسکا قلب شکرو امتنان کے جذبے سے معمور ہو جاتا ہے۔ اسکی رضا اور خوشنودی کے حصول کو ذریعہ اطمینان سمجھتا ہے اور اسکی ناراضگی وغصہ کو موجب خسران سمجھتا ہے۔

### ضرورت رسالت:

یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کے پاس تو کوئی ایسا ذریعہ اور طریقہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم کر سکے کہ وہ کن عقائد و اعمال سے خوش ہوتا ہے اور کن سے ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے نبوت و رسالت کا نظام قائم فرمایا۔ انبیاء کرام اور رُسل عظام علیہم السلام مبعوث فرمائے ان پر وحی نازل فرما کر مخلوق کو اپنے احکامات سے آگاہ فرمایا۔ نبوت کا یہ سنہری سلسلہ حضرت

آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔

گرامی قدر سامعین! یہ بات آپ کو جان لینی چاہیے کہ دین تو سب انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک ہی رہا ہے البتہ شرائع مختلف تھیں، ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایکے زمانے اور حالات کے مطابق احکامات دیے۔ جیسے جیسے انسانیت ترقی کرتی گئی احکامات بھی بدلتے رہے اور جب انسانیت پورے عروج اور کمال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر کو مبعوث فرما کر اسے مکمل ضابطہ حیات دے دیا۔

اسکی مثال ایسے ہے جیسے بچپن میں ایک بچے کی قمیض اُسکے وجود کے مطابق چھوٹی ہوتی ہے' پھر جوں جوں وہ بچہ بڑھتا جاتا ہے اسکے قد کاٹھ کے مطابق اسکی قمیض کا ناپ بھی بدلتا رہتا ہے اور جب وہ شخص حد کمال تک پہنچ جاتا ہے جتنا اسکا قد بڑھنا ہوتا ہے' بڑھ جاتا ہے تو پھر اسکی قمیض کا ایک ناپ متعین ہو جاتا ہے اب اس ماپ میں کمی بیشی ناممکن ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے زمانے میں انسانیت بلحاظ تہذیب وتمدن کے حد کمال تک پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے انھیں ایک دستورالعمل دے دیا اور نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا۔

## نبوت کا سلسلہ ختم کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم کیوں فرما دیا؟ کیا قیامت تک کے لیے عرصے کے لیے ایک ہی نبی کافی ہے؟

جواباً عرض ہے کہ جی ہاں۔ یہی ایک نبی اور یہی ایک دین قیامت تک کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی بھی کامل بلکہ اکمل بھیج دیا اور دین بھی کامل دے دیا۔ نبی اتنا کامل بنایا کہ جامع کمالات بنا دیا اور سابقہ تمام انبیاء کے کمالات تنہا ذات محمد رسول اللہ ﷺ کے اندر رکھ دیے۔ اس پھول میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام رنگ اور خوشبوئیں جمع فرما دیں جو دیگر انبیاء میں متفرق طور پر رکھی

تھیں۔

| | |
|---|---|
| فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا | يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِى الظُّلَمِ |
| فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِىْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ | وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ |
| مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ | فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ |

**اکمل نبی کا اکمل دین :**

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو ضابطہ دیا جو شریعت دی وہ بھی کامل بلکہ اکمل ہے۔ حجۃ الوداع کا منظر آنکھوں کے سامنے لایئے ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ یوم الجمعہ عرفات کے میدان میں آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اسمیں صاف اعلان کر دیا کہ لوگو! اِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ نَبِيَّكُمْ وَاحِدٌ تمہارا باپ بھی ایک ہے اور تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا نبی بھی ایک ہے۔ جس طرح کوئی شخص ایک باپ کے علاوہ دوسرا باپ بنانا پسند نہیں فرماتا بلکہ اگر وہ بے غیرتی کی وجہ سے دوسرا باپ بنانا پسند کر بھی لے تو پھر بھی حقیقتاً اسکا باپ ایک ہی ہوگا۔ اسی طرح حقیقت میں تمہارا رب اور پروردگار بھی ایک ہی ہے اور تمہارا نبی بھی ایک ہی ہے۔

اس خطبہ میں آپ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا اَنَا آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ میرے بعد نبی کوئی نہیں اور تمہارے بعد اُمت کوئی نہیں۔ پھر آپ نے لوگوں سے سوال فرمایا هَلْ بَلَّغْتُ؟ کیا میں نے تمہارے تک خدا کا دین پہنچا دیا؟ سب لوگوں نے ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیا لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ کہ آپ نے دین پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور دین کی امانت پوری پوری ادا کر دی اور امت کی مکمل طور پر خیر خواہی فرما دی اور حق

پر پڑے ہوئے دبیز پردے ہٹا کر حق کو واضح فرمادیا۔

پھر آپؐ دین پہنچانے کی ذمہ داری صحابہ کرامؓ کے سپرد فرمائی اور ارشاد فرمایا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ کہ موجودین کو چاہیے کہ وہ غائبین تک یہ پیغام پہنچادیں۔

پھر اسی دن بوقت عصر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔ ظاہر بات ہے دین کامل ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اب اسمیں کمی، بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔ اب اسمیں ترمیم اور تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب قیامت تک کے لیے یہی دین سب کے لیے نافذ العمل ہوگا۔ ہر موقعہ محل کے لیۓ ہر طبقہ اور قوم کے لیۓ ہر قرن اور زمانہ کے لیے اسمیں راہنمائی موجود ہے۔

گرامی قدر سامعین! جب دین کامل اور مکمل ہوگیا اور دین پہنچانے کی ذمہ داری آپؐ نے امت کے سپرد فرمادی تو اب نئے نبی کی کسی طرح بھی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

| | |
|---|---|
| لا نبی بعدی زاحسان خدا است | پردہ ناموس دین مصطفےٰ است |
| پس خدا برما شریعت ختم کرد | بر رسول ما رسالت ختم کرد |
| او رسل را ختم وما اقوام را | رونق از ما محفل ایام را |
| خدمت ساقی گری با ما گزاشت | دادمارا آخریں جامے کہ داشت |

## دین محفوظ ہے :

کسی کوتاہ فہم کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ دین جب آیا تھا اس وقت تو کامل اور مکمل تھا اور آپؐ نے کامل اور مکمل انداز میں پہنچا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے اسکا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہو اور دین محفوظ نہ رہا ہو۔ جیسے اگلی کتابیں زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ جواباً عرض ہے کہ ضائع کیونکر ہو جبکہ اسکی حفاظت کا ذمہ خود خداتعالیٰ نے لے لیا۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورۃ الحجر) کہ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

یاد رکھیے! کتب سابقہ کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لی تھی بلکہ ان امتوں کے علماء پر ڈالی گئی تھی۔ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (سورۃ المائدہ) کہ مشائخ اور علماء انکو کتاب کے نگاہ کا حکم بتاتے رہے کیونکہ وہ کتاب خدا کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور وہ اسپر گواہ تھے مگر آخری کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے علماء پر نہیں ڈالی بلکہ اپنے فضل سے خود یہ ذمہ داری اُٹھائی۔

علماء ذریعہ حفاظت ضرور ہیں مگر اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حفاظ کرام سے اسکے الفاظ کی، قراء اور مجودین سے اسکے طب و لہجہ کی، کاتب سے اسکے رسم الخط کی، علماء کرام سے اسکے معانی کی، حکمائے اسلام سے اسکی حکمتوں کی اور فقہاء کے ذریعے اسکے علل و اسرار کی حفاظت کروائی۔

گرامی قدر ساتھیو! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبویہ کی حفاظت و صیانت کا ایک ایسا حیرت انگیز نظام قائم فرما دیا۔ صرف احادیث کی حفاظت کے لیے محدثین کرامؒ نے فن رجال ایجاد کیا اور راویوں کے حالات

بھی محفوظ کر دیے۔

اس لیے آج میرے نبی کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا حتی کہ جوتا پہننا اور تھوکنا بھی محفوظ ہے۔ آپ کی ایک ایک ادا صحابہ کرامؓ نے محفوظ کر کے امت تک پہنچادی۔

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میت کے گھر رونے والی عورتوں کے مصنوعی رونے کا ذکر فرمایا کہ اگرچہ انکو حقیقی رونا نہیں آتا مگر انھوں نے یہ طے کرلیا ہے کہ اس میت پر اتنے عرصے تک توجہ دُگریہ کریں گی اور پھر وہ کپڑا منہ پر ڈال کر "راں راں" کرتی رہتی ہیں۔ یہ بات فرماتے ہوئے آپ نے صحابہ کرامؓ کو اسی طرح کا مصنوعی رونا رو کر دکھایا۔ صحابی نے جب یہ روایت اپنے شاگرد تک پہنچائی تو صرف الفاظ نہیں پہنچائے بلکہ آپ کی ادا کو دہراتے ہوئے اسی طرح مصنوعی رونا رو کر دکھایا۔ پھر اس نے آگے شاگرد تک یہ ادا پہنچائی اور آج تک علماء کرام یہ حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کی اس ادا کو بھی نقل کرتے ہیں۔

ایک موقعہ پر سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک حدیث بیان فرماتے ہوئے ہنسنے لگے اور پھر شاگردوں سے پوچھا کہ اَلَا تَسْأَلُوْنِيْ مِمَّ أَضْحَكُ کہ تم نے مجھ سے پوچھا کیوں نہیں کہ میں کیوں ہنسا ہوں۔ شاگردوں نے عرض کیا کہ پھر فرمائیے وَمَا تُضْحِكُكَ؟ آپ کیوں ہنسے ہیں؟ تو فرمانے لگے هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ یہ بات فرماتے ہوئے اسی طرح میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہنسے تھے اور آپ نے اسی طرح ہم سے فرمایا تھا کہ مجھ سے پوچھو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ بعد کے جتنے راویوں نے یہ روایت بیان کی اس موقع پر شاگردوں کے سامنے ہنس کر دکھایا۔

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف آپ کے فرامین اور الفاظ نہیں

ہیں بلکہ آپ کی ادائیں بھی آج تک محفوظ ہیں۔ آپ کسی جگہ اگر روئے ہیں تو وہ رونا بھی محفوظ ہے کسی جگہ ہنسے ہیں تو وہ ہنسنا بھی محفوظ ہے۔

گرامی قدر سامعین! جب اس دین کی حفاظت کا اتنا حیرت انگیز نظام موجود ہے تو پھر یہ کس طرح ضائع ہو سکتا ہے۔ یعنی دین آیا بھی مکمل، آپؐ نے بتایا بھی مکمل، صحابہ کرامؓ نے پہنچایا بھی مکمل اور آج تک اسی طرح کامل اور مکمل شکل میں موجود ہے۔ تو پھر کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہ رہی اور خاتمیت مصطفیٰ میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔

## عالم گیر دین:

اگر آپ قرآن مجید کے اندر غور کریں تو یہ پتہ چلے گا کہ یہ آخری دین عالمی دین ہے یہ کسی قوم، طبقہ، زمانہ اور رنگ ونسل کا مرہون منت نہیں بلکہ پورے عالم کے لیے ہے قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے ہے۔

الف) کعبۃ اللہ جو مرکز ہدایت ہے اسکے بارے میں فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ الخ (آل عمران) کہ بے شک وہ پہلا گھر جو تمام لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہی ہے جو کے میں ہے۔

ب) قرآن کریم جو منبع ہدایت ہے اسکے بارے میں فرمایا شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ (سورۃ بقرہ) رمضان کا مہینہ جس میں قرآن مجید نازل ہوا جو تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

ج) امت محمدیہ جو ہدایت یافتہ ہے اسکے بارے میں فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۃ آل عمران) تم سب سے بہترین امت ہو جو تمام لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو۔

د) پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام جو ہادی اور مہدی ہیں انکے بارے میں فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سورۃ سبا) کہ بے شک ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے

گرامی قدر سامعین! لِلنَّاسِ، لِلنَّاسِ کا یہ تعبیری انداز بھی اس پر دال ہے کہ کعبہ کے بعد کسی اور کعبہ کی گنجائش نہیں ۔ قرآن کے بعد کسی دوسرے قرآن کی ضرورت نہیں۔ امت محمد یہ کے بعد کوئی دوسری امت نہ ہوگی اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ جس طرح اب کوئی ظلی بروزی کعبہ نہیں ہوسکتا، ظلی بروزی قرآن نہیں ہوسکتا، ظلی بروزی کوئی امت نہیں ہوسکتی اسی طرح آپ ؐ کے بعد کوئی ظلی یا بروزی نبی بھی نہیں ہوسکتا۔

**آپؐ کا انداز تخاطب :**

اس لیے آپ ؐ کا انداز تخاطب بھی دیگر انبیاء کرام سے جدا ہے۔ دیگر انبیاء کرام کی نبوت چونکہ ایک خاص قوم، خاص علاقہ اور خاص زمانے تک محدود تھی اس لیے انھوں نے دعوت دیتے وقت اپنی قوم کو ہی خطاب کیا "یا قَوْمِ"، "یا قَوْمِ" کا انداز اپنایا۔ قرآن مجید کے اندر متعدد انبیاء کرام کا یہ انداز تخاطب موجود ہے۔ لیکن جب امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا تو "یَا قَوْمِ" نہ کہا "یَا اَہْلَ مَکَّۃَ" نہ کہا "یَا اَہْلَ عَرَبْ" نہ کہا "یَا بَنِی ہَاشِمْ" نہ کہا بلکہ ایک عمومی انداز اپنایا۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (سورۃ اعراف) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ قیامت تک آنے والا ہر شخص چاہے وہ کسی قوم کا ہو، کسی علاقے کا ہو، وہ آپ کے اس خطاب کی زد میں ہے۔ اسے اگر ہدایت چاہیے، نجات چاہیے تو بجز محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے نہیں مل سکتی۔

حتیٰ کہ اگر بالفرض گزشتہ انبیاء کرام میں سے آپکے زمانہ اقدس میں کوئی

نبی آجائے تو اس نبی کو بھی آپ کی اتباع و پیروی کے بغیر ہدایت اور نجات نہیں مل سکتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ کی خدمت اقدس میں تورات پڑھنے کا واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ ان کے تورات پڑھنے سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے اور ارشاد فرمایا لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ مَاوَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ کہ آج اگر خود صاحب تورات پیغمبر یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انکو بھی میری اتباع اور پیروی کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔ اور انھیں بھی بجز میری پیروی کے ہدایت و نجات نہ مل سکتی۔

حدیث کی کتب میں آپ کا روشن فرمان موجود ہے کہ کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً کہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا اور میں ساری اقوام و ملل کی طرف، سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

گرامی قدر سامعین! آپ کا یہ انداز تخاطب بھی اس بات پر دال ہے کہ آپکی نبوت عالمگیر نبوت ہے اور آپ کے بعد نہ اور کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ ہی ضرورت ہے۔

**اختلاف کی صورت میں :**

بعض دفعہ کسی معاملہ میں تعبیری یا تشریحی اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ اس صورت حال میں کیا کیا جائے گا؟ پہلی امتوں میں دستور تھا کہ جب بھی اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے ایک نبی بھیج دیا۔ نبی نے آکر حق و باطل میں حد امتیاز قائم کر دی اور مسئلہ حل ہوگیا کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی سب لوگ ایک ہی دین پر تھے پھر اختلاف پیدا ہوا فَبَعَثَ اللّٰهُ

النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ تو اللہ تعالی نے وہ اختلاف ختم کرنے کے لیے خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے انبیاء کرام مبعوث فرما دیے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب ایسی صورت میں کوئی نبی آ سکتا ہے یا نہیں؟

جواباً عرض ہے کہ ایسی صورت میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ کی سنت' آپکے طریقہ اور آپکے خلفاء راشدین کے طریقہ کو ہی مشعل راہ بنایا جائیگا۔

آپ کا ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ الخ کہ جو آدمی بھی تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ ایسی صورت میں تمہیں میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقے کو اپنانا ہوگا۔

ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ (بخاری) کہ بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود انبیاء کرام کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرا نبی اس کا قائم مقام ہو جاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ میرے خلفاء ہوں گے جو بہت سے ہوں گے۔

اسی طرح اختلافات کے حل کے لیے فقہاء کرام کا طبقہ ہے جو اجتہاد کر کے فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اجتہاد اگر درست ہو تو مجتہد کے لیے دوہرا اجر ہے اور اگر درست نہ بھی ہو تو پھر بھی مجتہد کیلئے اجر ہے۔

گویا قدر سامعین اجتہاد کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ کوئی نیا نبی نہ آئے گا۔ اگر نیا نبی آنا ہوتا تو پھر اجتہاد کی ضرورت نہ تھی۔

## خاتمیّت مصطفیٰ اور قرآن:

قرآن کریم کی متعدد آیات ختم نبوت کی دلیل ہیں۔ آیئے اختصار کے ساتھ انکا جائزہ لیتے ہیں۔

**دلیل اول**: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (مائدہ)
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین کا مژدہ سنایا ہے۔ اور میں بالتفصیل عرض کر چکا ہوں کہ دین کا کامل اور مکمل ہونا ختم نبوت کی عظیم دلیل ہے۔

**دلیل دوم**: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ اعراف)
اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کی نبوت کی جامعیت اور ہمہ گیری بیان کی گئی ہے کہ آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں آپ کا یہ انداز تخاطب بھی ختم نبوت کی زبردست دلیل ہے۔

**دلیل سوم**: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ احزاب) کہ محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ یہ آیت کریمہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کی واضح اور روشن دلیل ہے۔ اسمیں آپ کا لقب اور صفت خاتم النبیین بیان کی گئی ہے۔ یعنی آپ تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ سلسلہ نبوت آپ کی آمد پر ختم ہو چکا ہے اور آپ آخری نبی ہیں۔

**خاتم کا معنیٰ**: اس لفظ میں دو قرأتیں ہیں خَاتَمْ اور خَاتِمْ دونوں کا حاصل معنیٰ ایک ہی ہے، اور دونوں خاتمیت مصطفیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ خَاتِمْ کا معنی ہے ختم کرنے والا یعنی آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کی آمد سے سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ خَاتَمْ کا معنیٰ ہوتا ہے "مُہر" مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح مضبوطی سے بند کر دینا کہ کوئی چیز اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جا سکے۔ ہماری

زبان میں کہتے ہیں ''سیل لگا دینا'' معنی یہ ہوگا کہ آپ کی آمد پر انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ بند ہوگیا اور اسپر مہر لگا دی گئی یعنی اسے سیل کر دیا گیا۔ اب کسی نئے نبی کی آمد کی گنجائش نہیں ہے۔

گرامی قدر سامعین! بعض احادیث میں آپ نے خود اپنی زبان سے خاتم النبیین کا معنی وتشریح بیان فرمائی ہے۔ آپ کی تشریح وتفسیر کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (یہ احادیث آگے آئیں گی) علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ اور مفسرین عظام نے بھی اس کا معنی آخری نبی کیا ہے (تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے)۔

**دلیل چھارم** : وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (سورۃ بقرۃ) کہ جو لوگ اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس وحی پر بھی جو آپ سے قبل اتاری گئی۔ ظاہر ہے کہ یہاں صرف دو وحیوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے ایک وحی جو آپ پر نازل کی گئی اور دوسری وہ جو آپ سے پہلے انبیاء پر نازل کی گئی۔ اگر آپ کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہونی ہوتی تو اسپر بھی ایمان لانے کا تذکرہ ضرور ہوتا۔

**دلیل پنجم** : وَإِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ اسْمُهٗ أَحْمَدُ (سورۃ الصف) اور جب عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جو کتاب تورات مجھ سے پہلے آچکی ہے میں اسکی تصدیق کرتا ہوں اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمدؐ ہوگا۔

غور فرمائیں! عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے صرف ایک رسول کی خوشخبری سنائی ہے۔ مطلق خوشخبری نہیں بلکہ آنے والے پیغمبر کا نام نامی

اسم گرامی ''احمد'' بھی بیان فرمادیا۔ یعنی ہوگا بھی ایک، آئے گا بھی میرے بعد نام اسکا احمد ہوگا۔ اگر ایک سے زیادہ رسول آنے والے ہوتے تو لازماً ان کا ذکر بھی ہوتا۔ یہ آیت بھی ہرلحاظ سے خاتمیت مصطفیٰ کی زبردست دلیل ہے۔

## خاتمیت مصطفیٰ اور حدیث:

آیات قرآنی کے علاوہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد احادیث بھی خاتمیت مصطفیٰ کے مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

**حدیث اوّل:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ بِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (بخاری ومسلم) یعنی میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا اور اسے خوب مضبوط اور مزین کیا' مگر اسکے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس گھر کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں اسکے اردگرد گھومتے ہیں تو اس مکان کی خوبصورتی پر متعجب ہوتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ گئی؟ یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی تاکہ یہ محل مکمل ہو جاتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ قصر نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

گرامی قدر سامعین! اس تمثیل بلیغ کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل ہے جسکے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آپؐ سے پہلے یہ محل تقریباً مکمل ہو چکا تھا صرف ایک اینٹ کی گنجائش تھی پھر آپؐ کی آمد سے وہ جگہ پر ہوگئی اور قصر

نبوت مکمل ہوگیا۔ مکمل ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اب نہ کسی رسول کی گنجائش ہے نہ کسی نبی کی۔

**حدیث دوم** : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (مسلم) کہ مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جوامع الکلم دیے گئے ہیں (۲) رعب اور ہیبت کے ذریعے میری مدد کی گئی (۳) میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا (۴) میرے لیے ساری روئے زمین کو سبب طہارت اور مسجد بنایا گیا (۵) مجھے ساری مخلوق کے لیے مبعوث کیا گیا (۶) میری ذات پر سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا گیا۔

**حدیث سوم**: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (ترمذی ابو داؤد) کہ میری امت کے اندر تیس بڑے بڑے جھوٹے دجال آئیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ گمان اور دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں آپؐ نے خاتم النبیین کا معنی وتفسیر خود بیان فرمادی "لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

**حدیث چہارم** : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ (بخاری مسلم) کہ بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود انبیاء کرامؑ کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی

تو دوسرا اسکے قائم مقام ہوجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ میرے خلفاء ہوں گے جو بہت سے ہوں گے

**حدیث پنجم**: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ (مسلم) کہ میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کے دن میرے بعد اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یہاں آپ نے اپنا اسم گرامی عاقب بیان فرما کر خود اسکا معنی بھی فرما دیا ہے)

**حدیث ششم**: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایااِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ترمذی) کہ بے شک رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے اور نہ کوئی نبی۔

**حدیث ہفتم**: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مسلم) کہ اے علی تجھے میرے ساتھ آج وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

**حدیث ہشتم**: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ایک موقعہ پر حضرت سیدنا عمرؓ کے بارے میں فرمایالَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو یقیناً عمر بن خطاب

ہوتے۔ اس حدیث میں بھی آپؐ نے حرف "لَوْ" کی تعبیر سے خاتمیتِ مصطفےٰؐ کا اعلان کر دیا۔

**حدیث نہم:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (بخاری) یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔

**حدیث دہم:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا لَا يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرٰى لَهُ (مسند احمد) کہ میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا سچے خواب جو مسلمان خود دیکھے یا اس کے متعلق کوئی دوسرا دیکھے۔

گرامی قدر سامعین! ان دو احادیث سے یہ حقیقت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو رہی ہے کہ نبوت کی کوئی قسم تشریعی یا غیر تشریعی۔ ظلی یا بروزی باقی نہیں رہی۔ صرف مبشرات یعنی سچے خواب باقی ہیں جو لوگوں کو آئیں گے اور ان سے کچھ مطلعات ہو جائیں گی۔

"تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"

## اجماعِ صحابہؓ:

علاوہ ازیں تمام صحابہ کرامؓ کا اس مسئلہ پر اجماع اور اتفاق ہے کہ آپؐ کے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا ہے اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ صحابہ کرامؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ آپؐ کے بعد دعویٰ نبوت کرنیوالا مرتد اور کافر ہے۔ اسی لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جہاد کیا اور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی

نبوت کو خاک میں ملا دیا۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی میں تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰)
صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش کیا جن میں سے سات سو صحابہؓ اعلیٰ درجہ کے حافظ
قاری اور عالم تھے۔ یاد رہے کہ آپؐ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں تمام غزوات میں
تقریباً ۲۶۹ مسلمان شہید ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی میں اس سے
تقریباً چار گنا صحابہؓ شہید ہوئے۔

## مُسیلمه کا دعویٰ:

گرامی قدر سامعین! شاید آپ کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ مسیلمہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا انکار کرتا ہوگا؟ نہیں ایسی کوئی بات نہیں وہ
آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرتا تھا۔ آپ کی نبوت ماننے کے ساتھ ساتھ امور
نبوت میں اپنے آپ کو شریک سمجھتا تھا۔ گویا وہ اپنی نبوت کو ضمنی نبوت سمجھتا تھا۔
اذان نماز اور دیگر اعمال تقریباً اسی طرح بجالاتا تھا مگر اس کے باوجود صحابہ کرامؓ
نے اُسے کافر و مرتد سمجھ کر اس کیساتھ جہاد کیا اور اس کے پیروکاروں کو تہہ تیغ کیا۔

## نزول عیسیٰؑ اور ختمیت مصطفیٰ ﷺ:

قرآن و حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت سید نا عیسیٰ علیہ السلام
کی ابھی طبعی وفات نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو آسمانوں
پر زندہ اٹھا لیا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (سورۃ النساء) اور آپ قرب قیامت میں آسمان
سے نازل ہو کر یہودیوں پر فتح پائیں گے۔

حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ تمام امت مسلمہ کا اجماعی و
اتفاقی عقیدہ ہے۔ علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل کتب تالیف فرمائی ہیں اور
ثابت کیا ہے کہ حیات عیسیٰؑ و نزول عیسیٰؑ کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے قسم اٹھا کر فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلاً فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ الخ (بخاری ومسلم) کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارے اندر حضرت عیسیٰؑ بن مریم حاکم اور عادل بن کر ضرور نازل ہوں گے۔ آپ صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔

قرآن وحدیث کی بیان کردہ اس حقیقت سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ آنا ہے تو پھر ختم نبوت کا کیا معنیٰ؟ آپ آخری نبی کیسے ہوئے؟ لا نبی بعدی کہاں گیا؟

واقعی ایک عام آدمی کے لیے یہ حیران کن سوال ہے۔ جس سے عموماً لوگ شکوک وشبہات میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ختم نبوت کا معنیٰ یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت پر فائز نہ ہوگا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام تو آپؐ سے قبل نبی بنائے گئے لہٰذا ان کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عیسیٰؑ علیہ السلام نبی کی حیثیت سے نہ آئیں گے بلکہ ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔ آپ شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے۔ امت محمدیہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا باعث فخر سمجھیں گے۔ یاد رکھیے! ختم نبوت کا یہ معنی نہیں کہ نبی بند ہو گئے بلکہ معنی یہ ہے کہ اجراء نبوت بند ہو گیا۔ فافہم وتدبر۔

گرامی قدر سامعین! عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے تو ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اکملیت اور خاتمیت اور زیادہ واضح ہو گئی کہ آپؐ کے زمانہ میں اگر سابقہ نبی بھی آیا تو اسے بھی آپؐ کی اتباع کرنی پڑی۔

## ایک زبردست دھوکا:

عوام کو ایک دھوکا یہ بھی دیا جاتا ہے کہ جس مسیح کی آمد کی اطلاع دی گئی ہے اس سے مراد غلام احمد قادیانی ہے۔ جواباً عرض ہے کہ یہ مسئلہ کوئی مبہم نہیں چھوڑ دیا گیا کہ جو آئے مسیح موعود ہونے کا دعویدار بن جائے۔ کامل نبی کی کامل تعلیمات پر قربان جائیں آپؐ نے جہاں آمد مسیح کی خبر دی وہاں ان کی علامات اور نشانیاں بھی بیان فرمادیں کہ ان کا نام عیسیٰ ہوگا' والدہ کا نام مریم ہوگا' لقب مسیح ہوگا' مقام نزول دمشق کی جامع مسجد کا مشرقی مینار ہوگا' وقت نزول عصر کا ہوگا' آپ کا حلیہ بھی بتا دیا گیا حتیٰ کہ آپ کے کپڑوں کا رنگ بھی بتا دیا کہ دو زرد رنگ کی چادریں ان کے اوپر ہوں گی۔

گرامی قدر سامعین! ذرا سوچیے۔ اتنی واضح علامات کے بعد کیا مرزا صاحب کے لیے مسیح موعود بننے کی ادنیٰ سی گنجائش بھی باقی رہ گئی؟ کجا مرزا قادیانی کجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

چراغ مردہ کجا زندہ آفتاب کجا
ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اللہ تعالیٰ ہمیں خاتمیت مصطفےٰ ﷺ کے سنہری عقیدے پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

## ۱۲:- وفات مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئاً وَ سَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ (سورۃ آل عمران) صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

### اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ:

گرامی قدر سامعین! موت اللہ تعالیٰ کا ایک اٹل فیصلہ ہے۔ جو بھی نفس دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن لازماً موت کا جام پینا ہے۔

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْھَا وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْھَا

موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسکا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ دنیا میں آپ کو رسالت وقیامت حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر تو مل جائیں گے مگر موت کا منکر کوئی نہ ملے گا۔

موت ایک ایسا یقینی امر ہے کہ اسکا نام ہی ''یقین'' پڑ گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (سورۃ الحجر) اور اپنے رب کی عبادت کیے جا یہاں تک کہ تجھے یقین (موت) آجائے۔

یہاں یقین سے مراد موت ہی ہے۔

موت اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فیصلہ ہے کہ اس سے اسکی اپنی ذات کے سوا

کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (سورہ رحمان) کہ جو کوئی بھی اس دھرتی پر ہے، لازماً فنا ہونے والا ہے اور باقی رہنے والی ذات صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل فیصلہ اسکے مقرب ترین بندوں انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی لاگو ہوا۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں پر بھی موت آجائے گی۔ سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حتیٰ کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی موت سے ہمکنار ہوں گے۔ حتیٰ کہ خود موت پر بھی موت آجائے گی۔ موت سے اگر کوئی مستثنیٰ ہے تو وہ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔ ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیے جو ایسا زندہ ہے کہ اس پر موت نہ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ امام الانبیاء سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورۃ زمر) کہ بیشک آپ نے بھی مرنا ہے اور آپکے دشمنوں نے بھی۔

جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا تو آپ کو مختلف قرائن سے اندازہ ہو گیا کہ اب کوچ کا وقت قریب ہے اور آپ نے آخرت کی تیاری شروع فرمادی۔ اور اشارے کنائے سے مختلف مواقع پر اس کا اظہار بھی فرما دیا۔

## سورۃ النصر کا نزول:

فتح مکہ کے بعد ۹ھ اور ۱۰ھ کے سالوں میں آپ کے جذبات، احساسات، اقوال

واعمال اور احوال وظروف سے الوداعی علامات کا ظہور شروع ہو چکا تھا، گویا کہ آپ خود سمجھ چکے تھے کہ اب کام کی تکمیل ہو چکی ہے۔ سب سے پہلے آپ کو سورۃ اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ کے نزول سے یہ اندازہ ہو گیا کہ کفر کے مقابلے میں فتح مبین کا حاصل ہو جانا اور لوگوں کا خود بخود اس دین میں گروہ در گروہ داخل ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کا مجھے تسبیح وتحمید کا حکم دینا یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس سورت کے نزول کے موقع پر آپ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا کہ مجھے اس سے اپنی موت کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت جبریلؑ نے جواب دیا وَلَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ کہ دنیا کی نسبت آخرت کی زندگی آپ کے حق میں بہتر ہے۔ چنانچہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ" کے مطابق کثرت سے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھنے لگے۔ اُٹھتے بیٹھتے آتے جاتے یہی وِرد زبان تھا۔

**کثرت تلاوت قرآن:**

اگرچہ ساری زندگی آپؐ نے تلاوت قرآن تعلیم قرآن، اور تذکیر بالقرآن کو حرز جان بنائے رکھا مگر زندگی کے آخری رمضان میں تلاوت قرآن میں مزید اضافہ ہو گیا۔ عام معمول تھا کہ ہر سال حضرت جبریل علیہ السلام رمضان میں آپ سے ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور کرتے تھے مگر آخری رمضان میں حضرت جبریلؑ نے دو مرتبہ دور کیا۔ آپؐ نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جبریل امین کے دو مرتبہ دور کرنے سے میں خیال کرتا ہوں کہ روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اسی طرح عام معمول تھا کہ رمضان میں ایک عشرہ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ مگر آخری رمضان میں بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

## حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا:

۱۰ھ میں آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو مشایعت فرماتے ہوئے دور تک چلے گئے۔ حالت یہ تھی کہ حضرت معاذؓ سواری پرسوار تھے اور آپؐ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے اور نصیحتیں فرماتے جاتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ واپس ہونے لگے تو اُن سے فرمایا یَامُعَاذُ اِنَّکَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا اے معاذ! ہوسکتا ہے کہ اس سال کے بعد تو مجھ سے ملاقات نہ کر سکے لَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا اَوْ قَبْرِیْ ہوسکتا ہے کہ تو مدینہ منورہ میں آئے تو فقط میری مسجد نظر آئے، میں نظر نہ آؤں، یا میری قبر نظر آئے اور مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے۔ آپ کی یہ باتیں سن کر حضرت معاذؓ شدت فراق سے اسطرح رونے لگے کہ آپ بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔(مشکوٰۃ)

## خطبہ حجۃ الوداع:

۹ ذوالحجہ ۱۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپؐ نے عرفات کے میدان میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے میں بھی آپؐ نے الوداعی جملے ارشاد فرمائے۔ مثلاً "خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا" کہ مجھ سے حج کے طریقے اور مناسک سیکھ لو، ہوسکتا ہے کہ اس سال بعد میں تمہیں نہ دیکھ سکوں۔ مزید فرمایا" تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ " کہ میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ مزید فرمایا"اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ " کہ میں تمہیں خدا تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ نیز اسی دن عصر کے وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تکمیل دین نازل فرمادی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ اس آیت کے نزول سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ اب آپ کی ذمہ داری پوری ہو چکی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آیت سن کر اسی لیے رونے لگے تھے کہ اس میں آپؐ کے فراق کی خوشبو ہے۔

**خطبہ غدیر خم:**

حجۃ الوداع سے واپسی پر حضرت بریدہ اسلمیؓ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کچھ شکایت کی تو آپؐ نے غدیر خم پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی فضیلت بیان کرتے کے علاوہ اپنی وفات کا بھی اشارہ فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبَ کہ میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے کہ میرے پروردگار کی طرف سے قاصد (حضرت عزرائیل) مجھے بلانے کے لئے آجائے اور میں اسکی دعوت قبول کرلوں، یعنی وفات پاجاؤں۔

**جبریل علیہ السلام کے سوالات:**

حجۃ الوداع سے واپسی کے کچھ روز بعد آپکی خدمت میں سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک غیر معروف شکل میں تشریف لائے۔ اور آپؐ کے سامنے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ دوزانو بیٹھ کر صحابہ کرامؓ کی تعلیم کے لئے آپ سے کچھ سوالات کیے۔ یہ سوالات ایمان، اسلام، احسان اور قیامت وغیرہ کے متعلق تھے۔ آپؐ نے اُنکے جامع ومانع جوابات ارشاد فرمائے اور جبریل علیہ السلام نے تصدیق فرما دی۔ آپکی زندگی کے آخری ایام میں گویا اسطرح صحابہ کرامؓ کے سامنے پورے دین کا خلاصہ رکھ دیا گیا۔

**سریہ اُسامہؓ:**

ماہ صفر کے آخر میں آپؐ نے حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی

میں رومیوں کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ یہ آپ کا آخری سریہ تھا اس میں جلیل القدر مہاجرین وانصار شامل تھے۔ اس فوج نے مدینہ منورہ سے نکل کر تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ آپ شدید بیمار ہو گئے آپ کی شدید بیماری کی وجہ سے یہ لشکر اپنی منزل کی طرف روانہ نہ ہو سکا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلا کام یہ کیا کہ حکم نبوی کے مطابق اس لشکر کو حالات کی ناموافقت کے باوجود جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔

**بیماری کی ابتداء:**

ماہ صفر کی ۲۸ تاریخ اور بدھ کا دن تھا کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ اہل بقیع اور شہداء اُحد کے لیے انتہائی رقت آمیز دعاء فرمائی۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج مبارک ناساز ہو گیا۔ شدید سر درد اور بخار کی تکلیف تھی۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا۔ آپ حسب معمول باری باری ازواج مطہرات کے ہاں منتقل ہوتے رہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ میں حضرت عائشہؓ کے ہاں قیام پذیر ہو جاؤں۔ ازواج مطہرات نے آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کو حضرت عائشہؓ کے ہاں قیام کی اجازت دے دی اور آپ سوموار کے دن انکے حجرہ میں انکے ہاں قیام پذیر ہو گئے۔ اور وہ پوری تندہی سے آپ کی تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔ اس بیماری میں آپ نے فرمایا وَا رأساهُ کہ ہائے میرے سر میں شدید درد ہے۔ خدا کی قدرت کہ حضرت عائشہ بھی سر درد کی تکلیف میں مبتلا تھیں انھوں نے بھی عرض کیا وَا رأساهُ۔ یعنی سر درد کی شکایت دونوں کو تھی۔

اس بیماری میں آپ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی زہر کا اثر ہے جو مجھے ۷ھ میں خیبر کے مقام پر کھلایا گیا

تھا۔ وَهٰذَا اَوَانُ وَجَدتُ انْقِطَاعَ اَبْهَرِیْ مِنْ ذَالِکَ السَّمِّ اور اس وقت تو۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ اس زہر کیوجہ سے میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب بیمار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے اور پھر اپنا ہاتھ پورے بدن پر پھیر لیتے تھے۔ اس بیماری میں حضرت عائشہؓ آپکو یہ دم بھی کرتی رہیں مگر آپؐ کے بدن پر اپنا ہاتھ پھیرنے کی بجائے برکت کیلئے آپؐ ہی کا دست مبارک پھیرتی تھیں۔

**واقعہ قرطاس:**

وفات سے چار دن قبل یعنی جمعرات کے دن حاضرین مجلس سے فرمایا اِئْتُوْنِیْ بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبُ لَکُمْ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ کہ کاغذ قلم لے آؤ تا کہ میں تمہیں ایک وصیت لکھوا دوں اسکے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ یہ سنکر اہل مجلس میں اختلاف پیدا ہوا کہ قلم دوات لانی چاہئے یا نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ شدید بیمار ہیں۔ تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ دین تو مکمل ہو چکا ہے کوئی نئی بات تو آپ بتائیں گے نہیں زیادہ سے زیادہ کسی حکم کی تاکید ہی فرمائیں گے اس لیے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

آپؐ نے حضرت عمرؓ کی بات کی موافقت فرمائی اور اہل مجلس کو فرمایا اب شور وغل نہ کرو میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ اس کے بعد باوجود بیماری کے آپؐ نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو ہدیہ دے کر رخصت کیا کرو (۳) تیسری بات قرآن کریم پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تھی یا لشکر اسامہ کی روانگی کی تاکید تھی۔

اس واقعہ کے بعد چار دن تک آپؐ زندہ رہے مگر آپؐ نے نہ تو قلم

دوات منگوائی اور نہ ہی حاضرین نے ازخود قلم دوات پیش کرنا مناسب سمجھا۔

### آخری خطبہ:

اسی دن ظہر کی نماز کے وقت آپ کی بیماری میں کچھ افاقہ ہوا۔آپ نے اپنے وجود پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں۔اسطرح غسل فرما کر ایک گونہ مزید سکون ہوا تو آپ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔نماز سے فارغ ہو کر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔

اس خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا اِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَاشَاءَ وَ بَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا کی زندگی اور اس کی لذات کو قبول کرلے اور چاہے تو آخرت کی زندگی اور اسکی نعمتوں کو قبول کرلے۔تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے ہاں کی نعمتوں کو پسند کرلیا فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ یعنی آخرت کو پسند کر لیا۔

حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی یہ لطیف اشارہ نہ سمجھ سکا۔راز دار نبوت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی خداداد بصیرت کیوجہ سے سمجھ گئے کہ اس بندے سے مراد خود آپ کی ذات گرامی ہے۔چنانچہ بے ساختہ آپکی چیخ نکل گئی اور فرمایا بَلْ نَفْدِيْكَ بِآبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا۔ کہ آپ کی جگہ ہم اور ہمارے ماں باپ اور ہمارا سب مال ومتاع قربان ہوجائے اور آپ بچ جائیں۔

آپ نے حضرت ابوبکر کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا عَلٰی رِسْلِكَ يَا اَبَابَكْرٍ کہ ابوبکر! اپنے آپ کو سنبھالو اور صبر کرو۔اس خطبے میں آپ نے ارشاد فرمایا لَا تُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةُ اَبِيْ بَكْرٍ کہ مسجد میں کھلنے

والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں، سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔ اسمیں گویا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

آپ یہ بات سن کر حیران ہونگے کہ حکم نبوی کی تعمیل میں اب تک چودہ سو سال گزرنے کے باوجود، بارہا مسجد نبوی کی تعمیر وتجدید کے باوجود آج بھی حضرت ابوبکرؓ کا دروازہ موجود ہے۔

اس خطبے میں آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی مزید فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ مَالِهٖ وَصُحْبَتِهٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا کہ سب لوگوں سے زیادہ سنگت اور مال کے اعتبار سے میرے اُوپر ابوبکر کا احسان ہے۔ میں نے دنیا میں تمام لوگوں کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے، مگر ابوبکر کے احسانوں کا بدلہ نہ اتار سکا۔ اسکو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہی بھرپور بدلہ عطا فرمائے گا۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو اپنے سوادِ قلب میں جگہ دیتا تو یقیناً ابوبکر کو دیتا۔

اس خطبے میں آپؐ نے جیش اُسامہؓ کی رخصتی کا تاکیدی حکم فرمایا۔ انصار مدینہ کے ساتھ خصوصی مروت واحسان کی وصیت بھی فرمائی۔ اوراسی خطبے میں آپؐ نے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدًا کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ جنھوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اس خطبہ میں آپؐ نے اپنے آپکو قصاص کے لیے پیش فرمایا کہ اگر میں نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو تو وہ آج بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر کسی کا کوئی لین دین ہو تو وہ طلب کرسکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہے تو آج میری پیٹھ حاضر ہے۔ اگر کسی کی بے آبروئی کی ہو تو میری آبرو حاضر ہے۔ آج بدلہ لے لو

قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے۔

آپ ؐ نے اس خطبہ میں صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ میں اب تم سے رخصت ہو رہا ہوں وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ میری اور تمہاری ملاقات اب قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگی۔ اور اس موقعہ پر آپ کا معجزہ اسطرح ظاہر ہوا کہ حوض کوثر آپ کے سامنے کر دیا گیا اور آپ ؐ نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَا نْظُرُ إِلَى الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں یہاں مسجد نبوی میں کھڑے حوض کوثر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مزید فرمایا وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ یہ کنایہ ہے فتوحات اسلامیہ کا۔ کہ میرے بعد فتوحات اسلامیہ کی وجہ سے روئے زمین کے خزانے تمھارے قدموں میں آئیں گے۔

مزید فرمایا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلٰكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا کہ مجھے اب تمھارے بارے میں یہ خطرہ تو نہیں کہ تم اب شرک کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔ لیکن یہ خطرہ ضرور ہے کہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

## امامت ابوبکرؓ :

آج جمعرات کے دن آپ ؐ نے عصر اور مغرب کی نماز خود پڑھائی۔ مغرب کی نماز میں سورۃ وَالْمُرْسَلٰتِ تلاوت فرمائی۔ بوقت عشاء آپ کی طبیعت سخت ناساز ہوگئی۔ بار بار غشی کے دورے ہونے لگے۔ نماز کے لیے اُٹھنے کا آپ نے بار بار قصد فرمایا مگر شدت مرض کیوجہ سے ارادہ کی تکمیل نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ بار بار لگن میں پانی منگوا کر غسل فرمایا اور نماز کی تیاری فرمائی تو پھر غشی آگئی۔ لوگ مسجد

نبوی میں نمازِ عشاء کی جماعت کے لیے منتظر بیٹھے تھے۔ آپؐ بار بار سوال فرماتے
اَصَلَّی النَّاسُ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ حضرت عائشہؓ اور دیگر حاضرین
جواب دیتے لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ نہیں اے اللہ کے رسول! وہ
لوگ تو آپ کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ جب بار بار یہ کیفیت پیدا ہوئی تو آپؐ نے
ارشاد فرمایا مُرُوْا اَبَابَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز
پڑھائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگی کہ میرے ابا ابو بکر تو انتہائی
رقیق القلب ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کو حکم دے دیں وہ تگڑے دل کے آدمی ہیں۔
آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے اس مشورے کا سختی کے ساتھ انکار فرمایا اور ارشاد
فرمایا کہ ابو بکر ہی نماز پڑھائے۔ (یہ گویا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا)
چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور پھر بدستور آپ کی وفات
تک نمازیں پڑھاتے رہے۔

**عجیب واقعہ :**

ایک دفعہ کسی نماز میں حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو
لوگوں نے حضرت عمرؓ کو مصلے پر کھڑا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب تلاوت شروع کی
تو آپؐ نے اُنکی آواز سن کر پہچان لیا کہ حضرت عمرؓ جماعت کرا رہے ہیں۔ آپؐ
فوراً اُٹھے، حجرہ شریف سے جھانکا اور فرمایا لَا۔ لَا۔ لَا ایسا نہیں ہونا چاہیے،
ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ لِيُصَلِّ بِهِمْ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ نماز ابو قحافہ کا بیٹا ابو بکر ہی
پڑھائے۔ آپؐ کے اس فرمان سے لوگوں نے صفیں توڑ دیں اور حضرت عمرؓ مصلی
نبوی چھوڑ کے پیچھے ہٹ آئے۔ فَانْتَقَضَتِ الصُّفُوْفُ وَانْصَرَفَ عُمَرُ۔ پھر
حضرت ابو بکر تشریف لائے اور اُنھوں نے نماز پڑھائی۔

(یہ بھی گویا آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ تھا)۔

## ہفتہ والے دن :

ہفتہ والے دن آپ کی طبیعت ذرا سنبھلی تو ایک دفعہ پھر آپ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ ظہر کی جماعت کروا رہے تھے۔ آپؐ نے جب محسوس کیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں تو مصلّٰی نبوی سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا مَكَانَكَ يَا اَبَابَكْرٍ کہ ابوبکر! اپنی جگہ کھڑے رہو۔ پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ ادب نبوی کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ آپؐ انکے بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ اب حالت یہ تھی کہ آپؐ امام بن گئے اور حضرت ابوبکرؓ مکبر بن گئے اور اس طرح نماز تمام ہوئی۔

بعد از نماز آپؐ نے فرمایا مَالَكَ يَا اَبَابَكْرٍ اِذْاَوْمَاْتُكَ اَنْ تَقُوْمَ مَقَامَكَ کہ اے ابوبکر! جب میں نے تجھے اپنی جگہ قائم رہنے کا اشارہ کیا تو پھر آپ پیچھے کیوں ہٹے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواباً عرض کیا مَاكَانَ يَنْبَغِىْ لِاِبْنِ اَبِىْ قُحَافَةَ اَنْ يَّتَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ آپ کی موجودگی میں مصلے پر کھڑا رہ سکے۔

حاضرین مجلس نے آپ کی بیماری کو ذات الجنب سمجھ کر دوا منگوائی اور آپکے منہ میں ڈالنے لگے۔ آپؐ اشارہ سے منع فرماتے رہے مگر پھر بھی دوا آپکے منہ میں ڈال دی گئی۔ بعد میں جب آپکو افاقہ ہوا تو دوا پلانے والوں کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم سب کے منہ میں یہ دوا ڈالی جائے سوائے حضرت عباسؓ کے، کہ وہ انمیں شریک نہ تھے۔

## حضرت فاطمہ سے سرگوشی :

دوران علالت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپؐ نے انکو اپنی دائیں طرف بٹھا لیا اور انکے کان میں کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہؓ شدت غم سے رونے لگیں۔ پھر آپؐ نے انکے دوسرے کان میں سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے اس بارہ میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر بتانے کی بات ہوتی تو آپ کان میں کیوں فرماتے؟

آپؐ کی وفات کے بعد پھر ایک موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے یہی سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اولاً آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ مجھے یوں لگتا ہے کہ اس بیماری میں میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ جدائی اور فراق کے صدمے سے مجھے رونا آ گیا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل خانہ میں سے میری وفات کے بعد تو مجھے سب سے پہلے آکر ملے گی اَنْتِ اَوَّلُ اَهْلِیْ لَاحِقٌ بِیْ فَضَحِکْتُ تو میں ہنسنے لگی۔ چنانچہ آپ کی پیش گوئی کے مطابق آپکی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ وفات پا گئیں۔

## اتوار والے دن :

اتوار کے دن آپؐ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ گھر میں جو کچھ بھی تھا سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ گھر میں تھا ہی کیا؟ صرف سات دینار ہی تھے جنکے متعلق آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اَنْفِقِیْهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہ انہیں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دو۔ پھر آپؐ پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ آپکی تیمارداری میں لگی ہوئی تھیں۔ فرصت ملے تو ان دیناروں کو صدقہ کریں۔ غشی سے جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پھر سوال فرمایا هَلْ اَنْفَقْتِ تِلْکَ الذَّهَبَ کیا

وہ دینار خرچ کر دیے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ ابھی نہیں ہو سکے۔ پھر آپؐ نے فرمایا مَاظَنُّ مُحَمَّدٍ بِرَبِّهٖ لَوْلَقِيَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَهٰذِهٖ عِنْدَهٗ کہ اگر یہ دینار میرے گھر میں موجود ہوں اور میری وفات ہو جائے تو میں اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اس لیے انکو جلدی صدقہ کر دیں۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے وہ دینار اللہ کی راہ میں دے دیے۔ آخری دن آپکے گھر میں ایک حبہ بھی موجود نہ تھا۔ آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ آخری رات آپکے گھر میں چراغ میں تیل ڈالنے کے پیسے بھی نہ تھے۔ ادھارے پیسے لیکر چراغ روشن کیا گیا۔

**یوم الوصال:**

۱۲ ربیع الاول سوموار کے دن صبح کی نماز کے دوران پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجرہ کا پردہ اُٹھایا۔ آپؐ نے جب دیکھا کہ ابوبکرؓ جماعت کرا رہے ہیں تو آپکے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے کہ میں نے ۲۳ سال تک جس کھیتی پر محنت کی آج وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ الخ (سورہ فتح) کہ اس کھیتی نے پہلے زمین سے ایک سوئی نکالی پھر وہ مضبوط ہوگئی پھر مزید موٹی ہو گئی اور پھر اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی اور کھیتی بان کو بھلی معلوم ہونے لگی۔

آپؐ یہ منظر دیر تک کھڑے دیکھتے رہے ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا اور مسکراتے رہے۔ صحابہ کرامؓ نے جب اپنی آنکھیوں سے آپ کا رخ انور دیکھا تو آپ کا چہرہ ایسے چمک رہا تھا جیسے قرآن کا ورق ہو۔ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ سب لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ آج آپکی طبیعت اچھی ہے اور آپ مسجد میں آنا چاہتے ہیں۔ قریب تھا کہ صحابہ کرامؓ فرط مسرت

کعبہ سے صفیں توڑ دیتے اور حضرت صدیق اکبرؓ مصلی چھوڑ دیتے، مگر آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو پھر آپ نے پردہ ڈال دیا اور اندر تشریف لے گئے۔

سب صحابہ کرامؓ نے یقین کر لیا کہ آج آپ کی طبیعت پر سکون ہے اور مطمئن ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ کی طبیعت پھر خراب ہوگئی اور عالم نزع شروع ہوگیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو سہارا دے رکھا تھا کہ حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہاتھ میں مسواک لیے اندر آئے آپؐ نے مسواک کی طرف دیکھا تو حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ آپ مسواک لینا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے اشارہ سے "ہاں" فرمائی۔ پھر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ یہ مسواک چبا کر نرم کر دوں؟ آپؐ نے پھر سر سے اشارہ کر کے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت عائشہؓ نے وہ مسواک لیکر اپنے منہ میں چبا کر نرم کی اور آپ کو دی، پھر آپؐ نے وہ مسواک استعمال فرمائی۔

حضرت عائشہؓ اسی لیے تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا کرتی تھیں کہ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَنَوْبَتِيْ وَ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَجَمَعَ اللهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ کہ آپ کی وفات میرے حجرے میں میری باری کے دن ہوئی درآں حالیکہ آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آخری وقت میرا لعاب دہن آپ کے لعاب دہن سے ملا دیا۔

پانی کا ایک لگن آپ کے پاس رکھا تھا۔ بار بار اسمیں ہاتھ ڈالتے اور منہ پر پھیر لیتے۔ کبھی کپڑا چہرے پہ ڈال لیتے تھے اور کبھی ہٹا دیتے تھے۔ زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

بے شک موت کی بڑی تلخیاں ہوتی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ
اے اللہ موت کی سختیوں میں میری مدد فرما۔

آخری وقت بار بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ کا اعلان فرما کر گویا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باوجودیکہ میں ساری کائنات کا سردار ہوں بعد از خدا علو مرتبت اور رفعت شان میں میرا کوئی مماثل نہیں۔ میرے اوپر موت کی کیفیات کا وارد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہی حَیٌّ قَیُّوْمٌ ہے۔

بار بار زبان مبارک پر یہ الفاظ بھی تھے اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی بلی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی، مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ الخ کہ اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں۔ منعم علیہم یعنی انبیاء کرامؑ صدیقین، شہدائے عظام اور صالحین کی معیت چاہتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپکی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر میں سمجھ گئی اِذًا لَا یَخْتَارُنَا کہ اب آپؐ ہمارے ساتھ رہنا پسند نہیں فرماتے۔ آپ نے ملاء اعلیٰ اور قرب خداوندی کو اختیار فرمالیا ہے۔

آپؐ کی بیماری کی یہ کیفیات دیکھ کر حضرت فاطمہؓ کی چیخ نکل گئی اور کہنے لگیں وَاکَرْبَ اَبَاهُ کہ آج میرے ابا حضور کتنی تکلیف میں ہیں! آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا لَیْسَ عَلٰی اَبِیْکِ کَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ کہ آج کے بعد تیرے ابا پر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ پھر آپ نے حضرات حسنؓ وحسینؓ کو بلوایا ان کو چوما اور پیار کیا اور انکے بارے میں وصیت فرمائی۔

پھر یہ بھی اعلان فرمایا لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِهِمْ مَسَاجِدًا کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ جنہوں نے

انبیاء کرامؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گئی کہ اس آخری وقت یہود و نصاریٰ پر لعنت کرنے کی کیا وجہ ہے؟ پھر تھوڑے تأمل کے بعد مجھے سمجھ آگئی کہ یُحَذِّرُ اُمَّتَہٗ کہ آپؐ اپنی اُمت کو ڈرا رہے ہیں۔ کہ میری وفات کے بعد میری قبر کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرنا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء بھی فرمائی اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ عِیْدًا کہ اے اللہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اے اللہ! میری قبر کو بت کی طرح نہ پجوانا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت میں آپکی پشت کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اور آپ میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھالیا ثُمَّ نَصَبَ یَدَہُ الْیُمْنٰی فَاَشْخَصَ بَصَرَہٗ اِلَی السَّقْفِ اور پھر آپ نے چھت کی طرف نظر لگادی' اور فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ اچانک میں نے دیکھا وَمَالَتْ یَدَہٗ کہ آپکا ہاتھ نیچے لڑھک گیا۔ جسم مُبارک ڈھلک گیا اور آپکے وجود مُبارک سے مجھے ایک عجیب سی خوشبو محسوس ہوئی کہ ایسی خوشبو آج تک میں نے نہ سونگھی تھی۔ فَلَمَّا خَرَجَتْ نَفْسُہٗ لَمْ اَجِدْ رِیْحًا قَطُّ اَطْیَبَ مِنْہُ (مسند احمد) اس طرح آپکی روح مُبارک پرواز کرگئی آپکے وجود مقدس کو چارپائی پر لٹا دیا گیا اور اوپر ایک کپڑا ڈال دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

## صحابہ کرامؓ کا حال :

گرامی قدر سامعین ! ذرا سوچیے ! اس وقت صحابہ کرامؓ پر کیا کیفیت گزری ہوگی۔ آج انکی محبوب ترین ہستی دنیا سے رخصت ہوگئی۔ آج وحی کے نزول کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ رشد وہدایت کا آفتاب دنیا سے رخصت ہوگیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ پر دو دن بڑے عجیب آئے۔ ایک دن مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں آپکی آمد کا۔ کہ اس دن اہل مدینہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ گویا کہ پورا مدینہ اور اسکے درودیوار بھی شاداں و فرحاں تھے۔ اتنی خوشی قیامت تک مدینہ منورہ پر نہ آئے گی۔ دوسرا دن آپؐ کی وفات کا۔ کہ اس دن اہل مدینہ کی غمی اور دکھ کی کوئی انتہا نہ تھی اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ گویا کہ پورا مدینہ اور اسکے درودیوار بھی غم واندوہ سے لبریز تھے۔ قیامت تک مدینہ منورہ پر اتنا غم اور دکھ نہ آئے گا۔

صحابہ کرامؓ میں سے کتنے ہی ایسے تھے کہ جو اس جانکاہ خبر کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہوگئے۔ کتنے صحابہ کرامؓ ایسے تھے کہ جنکے حواس اُڑ گئے اور لاشعوری طور پر چلتے چلتے جنگلوں اور پہاڑوں میں پہنچ گئے۔ کتنے ایسے تھے جو اپنی بینائی چھن جانے کی تمنا کررہے تھے کہ آپکے بعد ہم اپنی آنکھوں سے کسی کو دیکھنا نہیں چاہتے۔

حضرت علیؓ روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ حضرت عائشہؓ پر شدید صدمہ ہے۔ حضرت عباسؓ کی حالت دگرگوں ہے۔ فَكَانُوْا كَاَ قْوَامٍ لَيْسَ فِيْهِمِ الْاَرْوَاحُ انکے جسم مبارک اس طرح ٹھنڈے اور جامد وساکت ہوگئے گویا انکے اندر روح ہی نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ پر سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ بالکل خاموش ہوگئے۔ جہاں کھڑے ہیں وہیں کھڑے ہیں۔ جدھر کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جاتا ہے

چل پڑتے ہیں۔ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ بلک بلک کر رو رہے ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہؓ فرماتی ہیں یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ یَا اَبَتَاہُ مَنْ جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاہُ یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاہُ ہائے میرے ابا جان! جنہوں نے اپنے رب کا بلاوا قبول کر لیا۔ ہائے میرے ابا جان! جو جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے۔ ہائے میرے ابا جان! کہ ہم آج جبریلؑ کو بھی آپکی موت کی خبر سناتے ہیں۔ آپؓ فرماتی ہیں

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

کہ آپکی وفات سے مجھ پر اتنا صدمہ اور دکھ آیا کہ اگر وہ دکھ روشن دنوں پر بھی آتا تو وہ بھی تاریک ہو جاتے۔

## حضرت عمرؓ کا حال :

حضرت سیدنا عمرؓ کی حالت سب سے عجیب تھی اگرچہ آپ انتہائی جگرے دل کے آدمی تھے مگر اس صدمہ جانکاہ کی تاب نہ لا سکے اور حواس کھو بیٹھے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا آپکو یقین ہی نہیں آ رہا۔ بار بار یہی کہتے ہیں کہ ابھی آپکی وفات نہیں ہوئی۔ آپ اسی طرح بے ہوش ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہو گئے تھے۔ آپ زندہ ہیں اور دوبارہ اٹھ کر منافقین سے جہاد کریں گے۔ شدید غصہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے منہ سے جھاگ بہنے لگی۔ حتیٰ کہ آپؓ نے تلوار نکال کر صحابہ کرام کو للکارنا شروع کر دیا کہ کون ہے جو کہتا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہو چکی ہے؟

مَنْ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ ضَربْتُ عُنُقَہٗ جو شخص یہ کہے گا کہ آپ پر موت طاری ہو گئی ہے میں اس تلوار سے اسکی گردن اڑا دوں گا۔

صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں دم بخود بیٹھے ہیں۔ ایک رسول اللہ ﷺ کی وفات کا غم، دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت۔ اپنے گھٹنوں میں سر دے کر زار و قطار رو رہے ہیں۔ سینے ہنڈیا کی طرح اُبل رہے ہیں۔ بولنے کی طاقت نہیں۔ کریں تو کیا کریں؟

## حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ :

حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے دیکھا کہ مسجد نبوی میں حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیکر کھڑے ہیں اور صحابہ کرامؓ کو للکار رہے ہیں۔ آپ مسجد سے گزرتے ہوئے سیدھے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ حالت یہ تھی کہ آپ کی ہچکی بندھی ہوئی تھی سینہ غم واندوہ سے ہنڈیا کی طرح اُبل رہا تھا۔ آپؓ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا وَانَبِیَّاہُ وَاصَفِیَّاہُ وَاخَلِیْلَاہُ ہائے افسوس آج میرے پیارے نبی، میرے محبوب اور میرے مخلص دوست دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر آپ کی جبین اطہر کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا بِأَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپ کی زندگی بھی پاکیزہ تھی اور وفات بھی پاکیزہ ہے۔ لَنْ یُذِیْقَکَ اللّٰہُ مَوْتَتَیْنِ وَانْقَطَعَ لِمَوْتِکَ مَالَمْ یَنْقَطِعْ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو دو موتوں کا ذائقہ نہیں چکھائے گا آپ کی وفات سے آج اس چیز کا خاتمہ ہو گیا جس کا خاتمہ کسی نبی کی بھی وفات سے نہ ہوا تھا یعنی نزول وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر آپ کے رُخ انور پر گرے۔ رُخ انور پر صدیق اکبرؓ کے آنسو آج پہلی دفعہ نہیں گرے ایک دفعہ غار ثور میں بھی اسی طرح آنسو گرے تھے۔ مگر اس دن آپؐ نے آنکھیں کھول دی تھیں اور فرمایا تھا مَا یُبْکِیْکَ یَا اَبَابَکْرٍ! اے ابوبکر! رونے کی کیا وجہ ہے؟ اور پھر تسلی دیتے فرمایا تھا

لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ مگر آج آپ نے نہ تو آنکھ کھولی اور نہ ہی کوئی تسلی دی۔ کیونکہ آج آپ کی وفات ہو چکی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اسی طرح روتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپؓ سے ایک عظیم کام لینا تھا اس لئے آپ کو ہمت وحوصلہ عطاء فرمایا۔ آپ سیدھے منبر نبوی پر تشریف لے گئے۔ حاضرین کو اپنی طرف متوجہ فرمایا اور حضرت عمرؓ کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا' مگر حضرت عمرؓ نے شدت صدمہ کی وجہ سے پرواہ ہی نہ کی۔ پھر آپؓ نے زوردار لہجے میں فرمایا عَلٰی رِسْلِکَ یَا عُمَرُ، اِجْلِسْ یَا عُمَرُ اس طرح آپؓ نے حضرت عمرؓ کو بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

پھر آپؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَمَّرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبْقَاهُ حَتّٰى اَقَامَ دِيْنَ اللّٰهِ وَاَظْهَرَ اَمْرَ اللّٰهِ وَبَلَّغَ رِسَالَةَ اللّٰهِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى ذَالِكَ وَقَدْ تَرَكَكُمْ عَلَى الطَّرِيْقَةِ فَلَنْ يَّهْلِكَ هَالِكٌ اِلَّا مِنْ بَعْدِ الْبَيِّنَةِ لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا۔ آپ کو اتنی زندگی اور مہلت دی کہ آپ نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا' اللہ کے امر کو غالب کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مکمل پہنچا دیا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور تمہیں ایک نہج اور طریقے پر چھوڑ دیا۔ تم میں سے ہر آدمی پر موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے۔

پھر آپؓ نے زوردار اور بادلیل انداز میں فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ پس تم میں سے جس آدمی نے بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معبود

اور الٰہ سمجھ رکھا تھا وہ سن لے کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے اور جس نے محض اللہ تعالیٰ ہی کو الٰہ اور معبود سمجھ رکھا تھا وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس پر موت کبھی نہ آئے گی۔

آپؓ کی یہ فراست ہے کہ اس انداز تخاطب میں آپکی وفات کا اعلان بھی کر دیا اور وفات پر دلیل بھی دے دی کہ ہمیشہ زندہ رہنا الٰہ اور معبود کا خاصہ ہے۔ آپ کو ہم نے الٰہ اور معبود نہیں مانا تھا' خدا کا رسول مانا تھا پھر آپؓ نے اس پر بطور استدلال متعدد قرآنی آیات تلاوت کیں۔

ا) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ الخ (سورۃ آل عمران) کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی خدا کے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ کیا آپ کی وفات ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو تم دین سے پھر جاؤ گے؟

ب) اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورۃ زُمر) کہ بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور آپکے دشمن بھی۔

ج) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ آل عمران) کہ ہر ایک نفس نے موت کا جام پینا ہے۔

د) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سورۃ قصص) اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے سوا ہر شے فانی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیات سن کر میری حیرت کا عالم دور ہو گیا، غفلت کا پردہ اٹھ گیا اور مجھے آپ کی موت کا یقین ہو گیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ آیات گویا آج نازل ہوئی ہیں۔

آپؓ نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

اَیُّهَا النَّاسُ وَ اعْتَصِمُوْا بِدِیْنِکُمْ وَتَوَ کَّلُوْا عَلٰی رَبِّکُمْ فَاِنَّ دِیْنَ اللّٰهِ قَائِمٌ وَاِنَّ کَلِمَةَ اللّٰهِ تَامَّةٌ وَاِنَّ کِتَابَ اللّٰهِ بَیْنَ اَظْهُرِنَا وَهُوَ النُّوْرُ وَالشِّفَاءُ وَاِنَّ اللّٰهَ خَلَّفَ فِیْکُمْ کِتَابَهٗ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَشْغَلَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ بِمَوْتِ نَبِیِّکُمْ وَلَا یَفْتِنَنَّکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ الخ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔ بیشک اللہ کا دین موجود ہے اور کامل و مکمل ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ جو نور اور شفاء ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے آپکے بعد اپنی کتاب اور آپکی سنت ہمارے درمیان موجود رکھی ہے۔ جب تک تم ان دونوں پر مضبوطی سے عمل پیرا رہو گے گمراہی تمہارے قریب نہ بھٹکے گی۔ اے ایمان والو! حق و انصاف پر اسطرح مضبوطی سے قائم رہو کہ تمہارے نبی کی وفات سے شیطان تمھیں راہ حق سے پھسلا نہ سکے۔ اور تمہیں دین حق سے برگشتہ نہ کر سکے۔

**ثقیفه بنی ساعده میں اجتماع :**

شام کے وقت یہ خبر سنی گئی کہ انصار مدینہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور اپنے میں سے ایک امیر چن رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مع ابو عبیدہ بن الجراحؓ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے فوراً وہاں پہنچے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کا موقف یہ تھا کہ آپکے بعد آپکا جانشین انصار میں سے ہونا چاہیے کہ انکی قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔ اور مہاجرین کا موقف یہ تھا کہ: اولین اصحاب ہونے کی وجہ سے امیر ہم میں سے ہونا چاہیے۔

گرامی قدر سامعین! امارت کا یہ اشتیاق کسی دنیوی غرض کے لیے نہ تھا بلکہ خدمت دین کے جذبہ سے تھا کہ یہ عظیم شرف اور سعادت ہمیں ملنی چاہیے۔

بعض انصار نے یہ بھی کہا کہ مِنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ کہ ایک امیر ہم سے اور ایک مہاجرین میں سے ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کی عظمت ونصرت دین کا اعتراف کرتے ہوئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سنایا اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ کہ امارت قریش میں رہنی چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کچھ اس انداز سے تقریر فرمائی کہ انصار مطمئن ہو گئے۔ آپؓ نے مزید فرمایا فَنَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ کہ امیر ہم ہوں گے اور تم ہمارے وزیر ہو گے۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ دیکھو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جیسی شخصیات موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔

حضرت عمرؓ فوراً اٹھے اور فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ جب حضرت ابوبکرؓ ہم میں موجود ہیں تو یہ انھیں کا حق بنتا ہے۔ کیونکہ آپؓ ہی وہ شخصیت ہیں جنھیں قرآن نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ فرمایا ہے۔ آپ کی صحابیت اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ کی نص قطعی سے ثابت ہے اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی نص قطعی سے آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنے مصلے پر نماز کے لیے کھڑا کیا۔ جب نماز جیسے دینی معاملے میں آپؓ ہمارے امام ٹھہرے تو دنیاوی امور میں آپؓ ہی امام ہوں گے اور پھر ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر ہر طرف سے بیعت ہونے لگی۔ بیعت خاصہ کے بعد پھر مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی۔

تین دن تک حضرت ابوبکرؓ بار بار فرماتے رہے کہ مجھے اسکا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں بیعت واپس کرنے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا لَانُقِیْلُکَ وَلَا نَسْتَقِیْلُکَ قَدَّمَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ ذَالَّذِیْ یُؤَخِّرُکَ کہ ہم آپ کی بیعت واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے آپکو مقدم کیا تو کون پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ اَسَاْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ اگر میں سیدھا چلوں تو میرے ساتھ معاونت کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تمہیں حق ہے کہ مجھے سیدھا کر دیں۔

الحمدللہ کہ خلافت کا یہ معاملہ بخیر وخوبی اور بالاتفاق طے پایا اور اس معاملہ کو رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتکفین سے پہلے ہی انجام پانا چاہیے تھا۔ تاکہ کوئی فتنہ اور اختلاف پیدا ہو تو اس کو خوش اسلوبی سے حل کیا جا سکے۔

## تجہیز وتکفین :

بعد ازاں صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے وجود اقدس کو غسل دینے کا ارادہ فرمایا تو سوال پیدا ہوا کہ آپکے وجود اقدس سے کپڑے اتارے جائیں یا نہ؟ بعض روایات میں ہے کہ ایک غیبی آواز آئی کہ آپکے کپڑے نہ اتارے جائیں کپڑوں ہی میں غسل دیا جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے آپکو غسل دیا اور سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپکو کفن دیا گیا۔ پھر سوال پیدا ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کرنا چاہیے؟ مکہ میں یا مدینہ میں یا بیت المقدس میں؟

حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ کا ارشاد سنا کر مسئلہ حل کر دیا کہ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اسی جگہ وفات دیتا ہے جہاں اسکی تدفین اسکو پسند ہو۔ اس لیے "اُدْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ" جہاں آپؐ کا بستر مبارک تھا اسی جگہ قبر کھودو۔ پھر سوال پیدا ہوا کہ قبر کس طرز کی کھودنی چاہیے۔ بغلی یا لحد والی؟ مدینہ منورہ میں دونوں طرز کی قبروں کا رواج تھا حضرت ابوعبیدہؓ بغلی قبر کے ماہر تھے اور حضرت ابوطلحہؓ لحد والی قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ صحابہ کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کی طرف

پیغام بھیجا جائے جو پہلے آجائے اسی سے قبر تیار کروالی جائے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ پہلے آگئے اور آپ کی لحد والی قبر کھودی گئی۔

**جنازہ:**

پھر جنازہ کے بارے میں سوال پیدا ہوا کہ کس طرح پڑھا جائے؟ کون پڑھائے بعض اہل بیت نے بیان کیا کہ ہم نے آپکی زندگی میں یہ مسئلہ آپؐ سے پوچھا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے کفن وغیرہ دے کر رکھ دینا فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ خَلِیْلِیْ وَجَلِیْسِیْ وَحَبِیْبِیْ جِبْرِیْلُ ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مَلَکُ الْمَوْتِ مَعَ مَلَائِکَۃٍ کَثِیْرَۃٍ سب سے پہلے مجھ پر میرے محبوب اور مخلص دوست حضرت جبریل علیہ السلام جنازہ پڑھیں گے۔ پھر حضرت میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ ملائکہ کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ جنازہ پڑھیں گے۔ ثُمَّ اُدْخُلُوْا عَلَیَّ فَصَلُّوْا عَلَیَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پھر تم لوگ داخل ہو کر میرے اوپر صلوٰۃ وسلام پڑھنا وَلْیَبْدَأْ بِالصَّلٰوۃِ رِجَالُ اَھْلِ بَیْتِیْ ثُمَّ نِسَاءُھُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ کہ سب سے پہلے میرے خاندان کے افراد میرا جنازہ پڑھیں گے پھر تم لوگ پڑھنا۔

چنانچہ اسی طرح حجرہ شریفہ میں دس دس آدمی جاتے گئے اور بغیر امام کے آپکا جنازہ پڑھ کر واپس آتے گئے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپؐ پر حقیقۃً نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور اسی بات کو امام شافعیؒ نے کتاب الام میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپؐ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (بحوالہ سیرۃ المصطفیٰ)

اس طرح تقریباً تیس ہزار صحابہ کرامؓ نے آپ کا جنازہ پڑھا۔ حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں نے بھی جنازہ پڑھا۔

**تدفین :**

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد منگل اور بدھ کی درمیانی رات آپ ﷺ کو قبر مبارک میں دفن کیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے دلوں پر پتھر رکھ کر خون کے آنسو بہاتے ہوئے آپ کی قبر تیار کی۔ کوہان نما قبر تیار کرنے کے بعد اوپر پانی چھڑکا گیا۔

حضرت فاطمہؓ نے انتہائی غم والم کے ساتھ صحابہ کرامؓ سے فرمایا اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوا عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ کہ تم نے کیسے گوارا کرلیا کہ اپنے ہاتھوں سے آپ کے وجود اقدس پر مٹی ڈال دی۔ یہ جملہ سن کر صحابہ کرامؓ کی چیخیں نکل گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُونَ

نَفْسِی الْفِدَاءُ بِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ
فِیْهِ الْعَفَافُ وَ فِیْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ
لَاطِیْبَ یَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

---

لَوْ كَانَتِ الدُّنْیَا تَدُوْمُ لِاَحَدٍ
لَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْهَا مُخَلَّدًا

---

اَلَا اِنَّمَا كَانَتْ وَفَاةُ مُحَمَّدٍ
دَلِیْلًا عَلٰی اَنْ لَیْسَ لِلّٰہِ غَالِبٌ

## ۱۳:- شانِ صدیقِ اکبرؓ (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءُ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی (سورۃ الیل)صدق اللہ العظیم۔

گرامی قدر سامعین! آج کی اس مجلس میں آپ کے سامنے میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کی عظمت وفضیلت بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

**تعارف:**

آپؓ کا نام عبداللہ' کنیت ابوبکر اور لقب صدیق وعتیق تھا۔ آپؓ کے والد گرامی کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت ام الخیر تھی۔ قبیلہ بن تیم سے آپ کا تعلق تھا۔ آپؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر مل جاتا ہے۔ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

آپؓ کا رنگ سرخ وسفید تھا جسم پھریرا' گال ذرا دبے ہوئے نظر نیچی پیشانی بلند اور عرق آلود تھی۔ داڑھی پر مہندی کا خضاب لگاتے تھے' آپؓ کا پیشہ تجارت تھا' کپڑے کی تجارت فرماتے تھے۔

**قبل از اسلام:**

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپؓ تقریباً دو سال چھوٹے تھے۔ بچپن ہی سے آپؓ کے ساتھ گہرے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ آپؐ کے ساتھ خصوصی

دوستی ہونا بھی آپؐ کی عظمت اور رفعت اخلاق کی دلیل ہے۔

آپؐ نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ چاند زمین پر اتر آیا ہے اور مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ہر گھر میں ایک ٹکڑا پہنچ گیا ہے اور پھر وہ سارے ٹکڑے جمع ہو کر آپؐ کی گود میں آ گئے ہیں۔ آپؐ نے اس خواب کی تعبیر تورات و انجیل کے ایک بہت بڑے عالم بحیرا راہب سے پوچھی تو انہوں نے بتایا اَنَّہٗ یَتْبَعُ النَّبِیَّ الْمُنْتَظَرَ وَ اَنَّہٗ یَکُوْنُ اَسْعَدُ النَّاسِ بِاِتِّبَاعِہٖ (سیرت حلبیہ) کہ آپؐ نبی آخر الزمانؐ کی اتباع کریں گے اور ان کی رفاقت کی خصوصی سعادت حاصل کریں گے۔ اس دن سے آپؐ قلبی طور پر ایمان لا چکے تھے۔

ایک دفعہ بغرض تجارت آپؐ یمن میں گئے تو وہاں آپؐ کو کتب سماوی کا ایک ازدی عالم ملا۔ اس نے آپؐ کو دیکھتے ہی گویا پہچان لیا اور علیحدگی میں لے جا کر پوچھنے لگا۔ کیا تو مکہ کا باشندہ ہے؟ آپؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھنے لگا کیا تو قریشی ہے؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں" پھر کہا کیا تو بنی تیم میں سے ہے؟ آپؐ نے پھر اثبات میں جواب دیا تو وہ بصد منت و سماجت عرض کرنے لگا کہ میری ایک نشانی باقی رہ گئی ہے' ذرا اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹائیے۔ اس کے شدید اصرار پر جب آپؐ نے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو وہ آپؐ کی ناف پر ایک تل دیکھ کر غش غش کر اٹھا اور کہنے لگا کہ واقعی آپؐ وہی ہیں جن کا ذکر کتب سماوی میں موجود ہے۔ آپؐ نبی آخر الزمانؐ پر سب سے پہلے ایمان لائیں گے' ان کے خصوصی معاون و رفیق ہونگے اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہونگے۔

* آپؐ اس دور کے مشکل ترین علم "علم الانساب" کے بہت بڑے عالم اور ماہر تھے۔ علم تعبیر خواب میں بھی آپؐ کو کمال حاصل تھا۔
* بچپن ہی سے آپؐ کی طبیعت میں تقویٰ' پرہیز گاری اور دیانت و امانت

کرانا جن کا کوئی پرسان حال نہ ہو آپؓ کا شیوہ تھا۔

حضرت بلالؓ کو بھی آپؓ نے امیہ سے خرید کر آزاد فرمایا تھا۔ امیہ ایک دفعہ اُن پر مظالم کی انتہاء کر رہا تھا اور اپنے مختلف غلاموں کے ہاتھوں ان کو سنگین سزائیں دلوا رہا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کو رحم آیا اور اس کو سمجھایا۔ آگے سے اس نے تنگ کر جواب دیا کہ ابوبکر! اگر تجھے اتنا ہی رحم آ رہا ہے تو اسے خرید لے۔ آپؓ نے فوراً فرمایا کہ بول کیا مانگتا ہے؟ امیہ نے کہا آپ کے پاس ایک گورے رنگ کا انتہائی ذکی اور ذہین غلام ہے اور وہ دو ہزار کی جمع پونجی بھی رکھتا ہے وہ مجھے دے دیں اور یہ غلام لے لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً اس سودے کو منظور کر لیا سودا طے ہو جانے کے بعد امیہ نے پھر کہا کہ میں اس کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی مزید بھی لوں گا۔ آپؓ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔

حضرت ابوبکرؓ جب حضرت بلالؓ کو خرید کر لے چلے تو امیہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ شخص بڑا ذہین اور ماہر تجربہ کار تاجر تھا مگر آج بڑے گھاٹے کا سودا کر کے جا رہا ہے۔ گوری رنگت والا ذہین ترین غلام دیکر اس کی پونجی اور سرمایہ بھی دیکر مزید چالیس اوقیہ چاندی بھی دے کر ایک کالے رنگ کا غلام لے کر جا رہا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے پلٹ کر فرمایا امیہ! تو اس کی قیمت نہیں جانتا یہ تو انا قیمتی غلام ہے کہ اس کے قدموں پر یمن کی بادشاہت بھی نثار ہے۔ پھر آپؓ نے محض اللہ کی رضاء کے لیے حضرت بلالؓ کو آزاد فرما دیا۔

تاریخی کتب میں یہ بات موجود ہے کہ اس طرح کے تقریباً سات غلام آپؓ نے محض رضاء الٰہی کے لیے خرید کر آزاد فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؓ کی خدمات کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي

مَالِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (سورۃ اللیل) اور ہم اس جہنم سے اتقٰی (سب سے زیادہ متقی) کو بچائے رکھیں گے جو اپنا مال اس لیے دیتا ہے کہ پاک ہو اور اس لیے نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے بلکہ صرف اور صرف اپنے خداوند اعلیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔

تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں اتقٰی (یعنی سب سے بڑا پرہیز گار) سے مراد حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہی ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کَانَ صِدِّيقًا تَقِيًّا كَرِيْمًا جَوَّادًا بَذَّالًا لِّاَمْوَالِهٖ

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے بزرگی اور فضیلت کا معیار بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کہ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے اونچے مرتبہ والا وہ ہے جو اتقٰی یعنی بڑا پرہیز گار ہے۔ قرآن چونکہ بعض دفعہ خود بھی اپنی تفسیر کرتا ہے یہاں واضح فرما دیا کہ اتقٰی حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپؓ کا رتبہ و مقام تمام صحابہ کرامؓ میں سے اعلیٰ ہے۔

## شعب ابی طالب:

حضرت ابوبکرؓ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت کا حق اس طرح نبھایا کہ ہر دکھ سکھ میں برابر شریک رہے۔ شعب ابی طالب میں جب بنو ہاشم کو محصور کیا گیا تو اس وقت بھی آپؓ نے آنحضرت ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ اس بات پر ابوطالب خود گواہ ہیں اور اپنے قصیدہ میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

هُمْ رَجَعُوْا سَهْلَ بْنَ بَيْضَاءَ رَاضِيًا وَسُرَّ اَبُوْبَكْرٍ بِهَا وَمُحَمَّدٌ

قریش نے بیضاء کے بیٹے سہل کو خوش کر کے واپس کر دیا اور ابوبکر اور محمد

قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃِ (کشف الغمہ) امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور فرمانے لگے ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی تصدیق نہ کرے۔

## ھجرت اور ابوبکرؓ:

قریش مکہ نے جب مظالم کی انتہاء کر دی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہید کرنے کا پروگرام بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دیا۔ آپ نے جبریل امین سے پوچھا کہ اس سفر میں میرا رفیق کون ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے حضرت سیدنا علیؓ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے چل کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ وہ طے شدہ پروگرام کے تحت پہلے سے ہی ہجرت کے لیے تیار تھے۔ دونوں حضرات پابرہنہ چل پڑے۔

آپ کے پاؤں مبارک جب زخمی ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو کندھے پر اٹھالیا اور خوب زور سے دوڑ کر غار کے دھانے تک پہنچا دیا۔ صاحب حملہ حیدری نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

چوں رفتہ چندے بدامان دشت — قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت — ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ درکس چناں قوت آمد پدید — کہ بار نبوت تو اند کشید

حضرت ابوبکرؓ نے پہلے غار کو صاف کیا۔ اس کے تمام سوراخ بند کیے ایک سوراخ کو بند کرنے کے لیے اپنی ایڑی رکھی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اندر بلایا آپ اندر آ کر حضرت ابوبکرؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ خدا کی قدرت کہ حضرت ابوبکرؓ کی ایڑی پر سانپ نے ڈس لیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے

قطرے ٹپک کر سیدھے رخ مصطفیٰ ﷺ پر جا کر گرے۔ آپ نے بیدار ہو کر سوال فرمایا مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ ابوبکر روتے کیوں ہو؟ عرض کیا فَدَ لَدَ غَنِيٌ حَيَّةٌ کہ مجھے تو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ نے فوراً دعا مانگی اور لعاب دہن آپ کی ایڑی پر لگایا تو اللہ تعالیٰ نے شفاء عطاء فرما دی۔

غار میں قیام کے دوران کھانا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر سے آتا رہا۔ آپ کا بیٹا عبداللہ بن ابی بکر اور غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے چراتے غار کے منہ پر لے آتے اور دودھ نکال کر خدمت اقدس میں پیش کر دیتے۔

مشرکین مکہ نے دونوں حضرات کی تلاش کے لیے دو سو اونٹوں کا انعام اعلان کر رکھا تھا۔ اس لیے بہت سے لوگ آپ کی تلاش کے لیے نکل کھڑے ہوئے ایک دفعہ تو چند کفار بالکل غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو آپ کی فکر دامن گیر ہوئی تو آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہ گھبرایئے نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو اکیلے نہیں تیسرا اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر مکڑی کے جالے سے کام لیکر آپ کی حفاظت فرمائی۔

غار سے نکلنے کے بعد سفر کے جملہ اسباب حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے تھے۔ دو اونٹنیاں اور زاد راہ لے کر آپ کے غلام عامر بن فہیرہ حاضر ہوئے تھے اسی لیے آپ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترمذی) کسی کا کوئی ایسا نہیں جس نے بھی ہمارے اوپر جو احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ دنیا میں ہی اتار دیا سوائے ابوبکرؓ کے کہ اس کے اتنے احسانات میرے اوپر ہیں

**سوئے مدینہ:**

غارِ ثور سے نکل کر حضرت ابوبکرؓ کی مہیا کردہ دو اونٹنیوں پر سوار چار آدمیوں کا یہ قافلہ ایک غیر معروف راستے سے مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ ایک اونٹنی پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکرؓ سوار تھے جبکہ دوسری پر آپ کے غلام عامر بن فہیرہ اور راہنمائے قافلہ عبداللہ بن اُریقط سوار تھے۔ راستے میں خداوندی حمایت ونصرت کے کئی معجزے ہوئے۔

ام معبد کے ڈیرے پر ایک مریل سی بکری کے تھنوں سے آپؐ نے کثیر مقدار میں دودھ نکالا۔ خود بھی پیا اور تمام حاضرین کو بھی پلایا۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت ہاتف غیبی کے یہ اشعار سنے گئے۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ     رَفِيْقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَىْ اُمِّ مَعْبَدٖ

هُمَا نَزَلَا بِالْهُدٰى فَاهْتَدَتْ بِهٖ     فَقَدْ فَازَمَنْ اَمْسٰى رَفِيْقَ مُحَمَّدٖ

سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِهَا     فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْأَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدٖ

اسی طرح قریش مکہ کے انعامی اعلان کے لالچ میں آکر بنو مدلج کے سردار سراقہ بن مالک نے آپؐ کا تعاقب کیا۔ جب آپؐ کے بالکل قریب پہنچ کر حملہ کا ارادہ کیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ تب اسے آپؐ کی عظمت وصداقت کا یقین ہوا اور معافی کا طلب گار ہوا۔ اور مزید عرض کرنے لگا کہ مجھے اس وقت کے لیے امان نامہ لکھ کر دیں کہ جب پورے عرب پر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور حکومت دے گا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے امان نامہ لکھوا کر اس کے سپرد فرمایا۔

اسی طرح انعام کے لالچ میں بریدہ اسلمی ستر سواروں کے معیت میں آپ تک پہنچا۔ خدا کی قدرت کہ آپ کا رخ انور دیکھتے ہی اسے آپؐ کی صداقت

کا یقین ہو گیا اور بمعہ اپنے سواروں کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور آپ کو مدینہ منورہ پہنچا کر اپنے گھر کی راہ لی۔

**وُرود مدینہ:**

بالآخر ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوت سوموار کے دن جب آپ کا ورود مدینہ منورہ میں ہوا تو لوگ جوق در جوق ملاقات کے لیے حاضر ہونے لگے لوگوں کو چونکہ آپ کا تعارف نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے سر اور داڑھی میں سفید بال دیکھ کر سب سے پہلے ان سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ سے یہ صورت حال برداشت نہ ہو سکی اور آپؐ پر سایہ کرنے کے لیے ایک چادر تان کر کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کو آقا اور غلام کی پہچان ہو جائے۔

**عریش بدر:**

میدان بدر میں تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کا ایک ہزار کا مسلح لشکر موجود تھا اور اس رات صحابہ کرامؓ کے لیے آپؐ کی ذات اقدس کی حفاظت ایک عظیم چیلنج تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کے لیے ایک چھپر سا تیار کیا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر سوال پیدا ہوا کہ کون شخص رات کے وقت آپؐ کی حفاظت کے لیے عریش بدر پر پہرہ دے گا؟ فَوَاللّٰهِ مَا دَنٰی مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْبَكْرٍ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ خدا کی قسم ہم میں سے کوئی شخص بھی اس خطرناک ڈیوٹی کے لیے تیار نہ ہوا سوائے حضرت ابوبکرؓ کے' جو تلوار کھینچ کر سامنے آ گئے اور پہرہ کی ذمہ داری سنبھال لی۔

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کی بھری مجلس میں سوال کیا اَخْبِرُوْنِیْ مَنْ اَشْجَعُ النَّاسِ؟ کہ بتاؤ ہم سب میں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا

وقت جا رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے غصہ میں آ کر حضرت عائشہؓ کی کوکھ میں کئی ضربیں لگائیں اور ناراض ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کے آنسو جاری ہو گئے مگر زانو نہ ہلایا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں سر رکھ سو رہے تھے۔

اسی موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کا حکم نازل فرمایا اور ہمیشہ کے لیے ایسے مشکل لمحات میں ایک رعایت مل گئی۔

اب سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کو مبارکباد دینے لگے۔ مَاهِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ اے ابوبکر کے خاندان! تمہاری وجہ سے ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پہلی برکت نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی تمہاری وجہ سے ہمارے اوپر بہت سی برکات نازل ہو چکی ہیں۔

## صلح حدیبیہ اور ابوبکرؓ:

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قریش مکہ کے نمائندے عروہ بن مسعود ثقفی نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحابہ کرامؓ سے بدظن کرنے کی کوشش کی کہ یہ کم ذات لوگ مشکل لمحات میں آپ کو چھوڑ دیں گے۔ تو آپؐ انتہائی نرم مزاج ہونے کے باوجود غیظ و غضب میں آ گئے اور جوش میں آ کر فرمانے لگے اُمْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَ نَدَعُهُ گالی دیکر فرمایا کہ کیا ہم اپنے محبوب آقا کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ ہم تو آپ کے پسینے پر اپنا خون بہانے کے تیار ہیں۔ آپؓ کے یہ الفاظ عشق رسالت پر دال ہیں۔

## امارت حج:

۹ھ و پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو امیر الحج مقرر کر کے روانہ فرمایا اور حج کا خطبہ آپ کی نیابت میں حضرت ابوبکرؓ نے دیا۔ اسی موقعہ پر آپ نے

حضرت علیؓ کو سورۃ براءت کی تبلیغ کے لیے بھی روانہ فرمایا تھا۔

## غزوہ تبوک اور حضرت ابوبکرؓ:

غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ کے معاشی حالات انتہائی ناگفتہ بہ تھے خشک سالی کی وجہ سے کھجوروں کی پیداوار بھی انتہائی کم تھی' سفر دور کا تھا اور گرمی بے انتہا تھی۔ اس لیے اس غزوہ کو جیش العسرہ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگی اخراجات کے لیے صحابہ کرامؓ سے چندہ کی اپیل فرمائی۔ یہی وہ موقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے بھائی حضرت ابوبکرؓ ہر معاملہ میں مجھ سے بڑھ جاتے ہیں اور نمبر لے جاتے ہیں۔ آج میں اتنا چندہ دوں گا کہ ان سے سبقت لے جاؤں گا اَلْیَوْمَ اَسْبِقُ اَبَابَکْرٍ پھر آپ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ جمع فرما کر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا گھر والوں کے لیے رکھا اور آدھا سامان لا کر خدمت اقدس میں پیش فرما دیا۔

اُدھر سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ایک معمولی سی گٹھڑی اٹھائے تشریف لائے اور خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ خدا کی قدرت کہ آپ ؐ نے بر سر عام سوال کر دیا کہ عمر! تم کتنا سامان لائے ہو اور کتنا گھر چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں آدھا سامان لایا ہوں اور آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ پھر آپ ؐ نے یہی سوال حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تو انہوں نے انکساری سے جواب دیا کہ گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لایا ہوں۔ آپؐ نے معاً سوال فرمایا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے تو جواب دیا کہ ان کے لیے خدا و رسول کی محبت کا عظیم سرمایہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمرؓ کے دل میں جو صدیق اکبرؓ سے بڑھنے کا خیال پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کا علاج فرمادیا اور آپؓ نے برملا اعتراف کرلیا کہ میں کسی طرح بھی ابوبکرؓ سے بڑھ نہیں سکتا لَا اَسْبِقُهٗ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا ۔

اسی موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے وجود کے کپڑے بھی اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیے اور خود ٹاٹ لیکر اپنے جسم کو ڈھانپ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو آپؓ کی طرف سلام دیکر بھیجا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! جبرئیل امین کہتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ یَقْرَئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکَ اَرَاضٍ اَنْتَ عَنِّیْ فِیْ فَقْرِکَ هٰذَا؟ کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلام کہتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا تو اس فقر کی حالت میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے؟ یہ پیغام سن کر حضرت ابوبکرؓ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے اَاَسْخَطُ عَلٰی رَبِّیْ؟ کیا میں اپنے رب پر ناراض ہوسکتا ہوں؟ پھر بار بار فرمانے لگے "اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ' اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ" میں تو ہر حالت میں اپنے رب کریم کی رضا و قضاء پر راضی ہوں۔

### تین خواهشات:

حضرت ابوبکرؓ فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں مجھے بڑی محبوب ہیں۔

(۱) اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے رخِ انور کو دیکھتا رہوں۔ (۲) اَنْ یَّکُوْنَ بِنْتِیْ تَحْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہ میری بیٹی آپؐ کے نکاح میں رہے۔ (۳) اَنْ یَّکُوْنَ اِنْفَاقُ مَالِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ کہ میرا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ ہوتا رہے۔

## حضرت ابوبکرؓ کی نیکیاں:

تاروں بھری ایک رات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ آسمان پر ستاروں کی کثرت دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ خود فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا هَلْ يَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ؟ کہ کیا کسی شخص کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر بھی ہو سکتی ہیں؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا "نَعَمْ عُمَرُ" ہاں حضرت عمرؓ کی اتنی نیکیاں ہو سکتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ معاً مجھے اپنے ابا جان حضرت ابوبکرؓ کا خیال آیا تو میں نے دوسرا سوال کر لیا وَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِيْ بَكْرٍ تو پھر میرے ابا ابوبکرؓ کی نیکیوں کا کیا بنا؟ آپ نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کی نیکیوں کا کیا پوچھتی ہو! حضرت عمر فاروقؓ کی ساری نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتیں (رواہ رزین)

اسی لیے حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَ خَيْرُنَا وَ اَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب کی نسبت زیادہ محبوب اور پیارے ہیں (ترمذی)

## امید ہے کہ تو ہی ہو گا:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان کے نام لوگوں کے اعمال کی مناسبت سے رکھے گئے ہیں۔ زیادہ نمازیں پڑھنے والے کو باب الصلوٰۃ سے بلاوا آئے گا اور وہ اس دروازہ سے داخل ہو گا۔ اسی طرح صدقہ کرنیوالے کو باب الصدقہ سے، روزے رکھنے والے کو باب الریان سے بلاوا آئے گا اور داخلہ نصیب ہو گا۔

حضرت ابوبکرؓ پاس بیٹھے تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! کسی ایک

دروازے سے بلاوا آ جائے تو کام تو بن ہی جائیگا کیا کوئی ایسا بھی شخص ہوگا جس کو سب دروازوں سے بلاوا آئے گا؟ آپؐ نے تھوڑی دیر توقف کر کے فرمایا اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ هُوَ مجھے امید ہے کہ وہ تو ہی ہوگا جس کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلاوا آئے گا۔

## جہنم سے آزادی کا پروانہ:

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزادی دی گئی ہے۔ اس دن سے لوگوں میں آپ کا لقب عتیق پڑ گیا (ترمذی)

## حوض کوثر کا ساتھی:

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اَنْتَ صَاحِبِيْ فِى الْغَارِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ (ترمذی) کہ تو غار میں بھی میرا ساتھی ہے اور حوض کوثر پر بھی تو میرا ساتھی ہوگا۔

## اُمت محمّدیہ کا پہلا جنتی:

ایک موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اَمَا اِنَّكَ يَا اَبَابَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ (ابوداؤد) کہ اے ابوبکر! تو میری امت میں سے جنت میں جانے والا پہلا شخص ہوگا۔

یعنی انبیاء کرام میں سے سب سے پہلے ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امتیوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت میں قدم رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت سیدنا ابوبکرؓ کی سچی محبت نصیب فرمائے (آمین)۔

## ۱۴:- شانِ صدیق اکبرؓ (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ (سورۂ نور)

صدق اللہ العظیم۔

گرامی قدر سامعین! یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد نیابت و خلافت کے لیے کسی کو نامزد تو نہیں فرمایا مگر آپ نے اپنے اقوال و اعمال احوال و ظروف سے اس بات کی طرف اشارے ضرور فرما دیے کہ کون میرے بعد خلافت کا مستحق ہے۔

### ایک عورت کا سوال:

ایک دفعہ ایک عورت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک مسئلہ پوچھنے آئی۔ آپ چونکہ اس وقت مصروف تھے ارشاد فرمایا کہ کل آنا۔ وہ عورت کہنے لگی اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ وَ لَمْ اَجِدْکَ کَاَنَّھَا تُرِیْدُ الْمَوْتَ کہ دیکھیں اگر میں کل آؤں اور آپ موجود نہ ہوں یعنی ہوسکتا ہے کہ آپ کی وفات ہو جائے تو میرے سوال کا کیا بنے گا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَابَکْرٍ کہ اگر میں تجھے نہ ملوں تو ابوبکرؓ کے ہاں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھ لینا۔

گرامی قدر سامعین! اس حدیث میں آپ نے واضح اشارہ دے دیا ہے کہ میرے بعد میرا نائب اور قائم مقام کون ہوگا۔

**خوخہ ابی بکر:**

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مرض الوفات میں صحابہ کرام کو جو آخری خطاب فرمایا اس میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت بیان فرما کر آپ کی خلافت کا اشارہ دے دیا۔ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَ مَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ کہ جان، مال اور صحبت و رفاقت کے لحاظ سے میرے اوپر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ میں نے ہر ایک محسن کی مکافات کر دی سوائے ابوبکر کے۔ ان کے احسانات کا صلہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو قیامت کے دن دے گا۔ لَا تَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّا خَوْخَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ (بخاری) کہ مسجد میں کھلنے والے تمام لوگوں کے دروازے بند کر دیے جائیں سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے کے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں آپ کا دروازہ کھلا رکھوانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؓ ہی میرے بعد خلافت کے مستحق ہوں گے۔

**امامت ابوبکر:**

جمعرات کے دن بوقت عشاء آپؐ شدت مرض کی وجہ سے مسجد میں جماعت کرانے کے لیے تشریف نہ لا سکے۔ آپؐ نے بار بار وضو فرما کر مسجد میں آنے کی تیاری فرمائی مگر پھر غشی ہو جاتی تھی۔ بعد از افاقہ آپ کا پہلا سوال یہ ہوتا تھا اَصَلَّی النَّاسُ؟ اَصَلَّی النَّاسُ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ حضرت عائشہؓ جواب دیتیں لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ نہیں اے اللہ کے رسول! وہ تو آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا مُرُوْا اَبَابَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ کہ ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس میں بھی آپؐ نے ان کی فضیلت و جانشینی کا واضح اشارہ دے دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد گرامی ابوبکر بڑے رقیق القلب ہیں۔ شاید رقت کی وجہ سے نماز نہ پڑھا سکیں۔ لہٰذا آپ حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہؓ کے اس مشورہ کو سختی سے جھٹک دیا اور فرمایا اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ کہ تم عورتیں یوسف کے ساتھ والیاں ہو یعنی ان کو بھی عورتوں نے ہی لائن سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ یہاں عورتوں کی رائے نہیں چلے گی۔ پھر آپؐ نے بار بار فرمایا مُرُوْا اَبَابَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ کہ ابوبکر ہی کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اس دن سے آپؐ کے مصلے پر کھڑے ہو کر جماعت کرانا شروع کر دی۔

**عجیب واقعہ:**

ایک دفعہ صبح کی نماز میں حضرت ابوبکر کو ذرا تاخیر ہو گئی اور لوگوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو امامت کے لیے آگے کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب قرأت شروع فرمائی تو چونکہ ان کی آواز نسبتاً اونچی تھی تو ان کی آواز رسول اللہ کے کانوں میں پڑ گئی۔ آپؐ حضرت عمرؓ کی آواز کو پہچان گئے اور حالت بیماری میں اٹھ کر دروازہ کے قریب آئے اور سر مبارک حجرہ سے باہر نکال کر تین مرتبہ فرمایا "لا، لا" نہیں، نہیں، نہیں یَأْبَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اس سے اتفاق نہیں ہے اور پھر فرمایا یُصَلِّ بِھِمْ اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ ابوبکر کے سوا کوئی نماز نہ پڑھائے۔ آپ کا یہ فرمان سن کر فَانْتَقَضَتِ الصُّفُوْفُ وَانْصَرَفَ عُمَرُؓ لوگوں نے صفیں توڑ دیں اور حضرت عمرؓ نے مصلیٰ چھوڑ دیا۔ حَتّٰی طَلَعَ اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَ صَلّٰی بِالنَّاسِ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (سیرت حلبیہ)

گرامی قدر سامعین! اس واقعہ کو معمولی نہ سمجھیں اس میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ اسی واقعہ میں غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اعلم الناس اقرأ الناس اور اورع الناس تھے اور آپؐ کی نیابت کے آپ ہی سب سے زیادہ مستحق تھے۔

**اقتداء ابوبکرؓ:**

محقق سیرت نگاروں نے یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو نمازیں پڑھائیں ان میں ایک نماز وہ بھی ہے جس کا آپ نے پردہ اٹھا کر نظارہ فرمایا ایک نماز وہ بھی ہے جس میں آپ بذات خود تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی آپ امام بن گئے اور حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ چھوڑ کر مکبر بن گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے سوال کیا مَالَکَ یَا اَبَابَکْرٍ اِذْ اَوْمَأْتُکَ اَنْ تَقُوْمَ مَقَامَکَ کہ اے ابوبکرؓ! جب میں تجھے اشارہ کرتا رہا کہ اپنی جگہ کھڑا رہ تو پھر تو پیچھے کیوں ہٹا؟ حضرت ابوبکرؓ عرض کرنے لگے مَا کَانَ یَنْبَغِیْ لِاِبْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنْ یَّتَقَدَّمَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا حیثیت ہے کہ آپ کی موجودگی میں مصلیٰ نہ چھوڑے اور جماعت کرائے۔

اور ان نمازوں میں ایک نماز وہ بھی ہے کہ جب آپ مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہو گئے اور حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی چنانچہ البدایہ والنہایہ میں ہے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ کہ آپؐ نے اپنی آخری بیماری میں ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ کی بھی ایک روایت موجود ہے۔ نیز صاحب سیرت حلبیہ کی تحقیق بھی یہی ہے لَیْسَتْ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ

مَقْتُوْلِيْنَا بِهٖ لِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ الخ کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ ؐ نے اپنی آخری بیماری میں حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔

### وفات پیغمبر اور ابوبکرؓ:

آپ ؐ کی وفات پر صحابہ کرامؓ کی حالت دگرگوں تھی۔ حضرت عمرؓ جیسے مضبوط دل کے آدمی بھی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے اس وقت امت کو سنبھالنا ایسے ہی تھا جیسے کسی ڈوبتی کشتی کو سہارا دینا۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضرت ابوبکرؓ سے عظیم کام لینا تھا اس لیے ان کو ہمت اور حوصلہ عطاء فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ انتہائی کمزور دل کے آدمی تھے وہ تو آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ کے نزول پر رونے لگے تھے۔

جب حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں تلوار سونت کر آپ ؐ کی وفات کا انکار کر رہے تھے اور لوگوں کو بھی یہ باور کرا رہے تھے تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ ہی تھے جنہوں نے اس ساری صورت حال کو کمال ذہانت سے سنبھالا۔ اور اعلان فرمایا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ کہ لوگو! تم میں سے جو شخص حضرت محمد ﷺ کو الٰہ اور معبود مانتا تھا تو وہ سن لے کہ آپ ؐ کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص آپ ؐ کو الٰہ اور معبود ماننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو الٰہ اور معبود سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ پھر آپؓ نے مختلف آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے یہ مسئلہ واضح فرمایا۔

### بیعت خلافت:

آپ ؐ کی وفات کے بعد جب انصار مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے

اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو آپ کا خلیفہ اور جانشین بنانے لگے تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہی تھے جنہوں نے اس ساری صورت حال کو سنبھالا۔ اور انہیں اس بات کا قائل کیا کہ آپ کا جانشین قریش میں سے ہوگا۔ پھر قریش میں سے حضرت ابوبکرؓ ہی وہ عظیم شخصیت ثابت ہوئے کہ جن کی خلافت پر تمام مہاجرین و انصار کا اتفاق ہوگیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ کے لیے استحقاق خلافت ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی رو سے آپ (۱) ثانی اثنین ہیں (۲) اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ کی روسے آپ کی صحابیت نص سے ثابت ہے۔ (۳) اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کی رو سے اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت بھی آپ کے ساتھ ہے۔ (۴) اور پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مرض وفات میں آپؓ کو اپنے مصلے پر کھڑا کر کے ہمارا امام بنا دیا۔ پس جب آپ دینی کاموں میں ہمارے امام ٹھہرے تو دنیوی امور میں بھی آپ ہی امامت کے مستحق ہیں۔

اور پھر دھڑا دھڑ آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہونے لگی پہلے بیعت خاصہ ہوئی اور پھر بیعت عامہ ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین کے جملہ امور بغیر کسی نزاع اور اختلاف کے آپ ہی کے حکم سے طے ہوئے۔

### وعدہ الٰہی پورا ہو گیا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اہل ایمان واعمال صالحہ کے ساتھ جو خلافت کا وعدہ فرمایا تھا وہ آج پورا ہو گیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورۃ نور) کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں حکومت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو حکومت دی تھی اور ان کے دین کو ملک میں مضبوطی عطاء کرے گا جو ان کے لئے خدا نے پسند کرلیا ہے اور خوف کے بعد ان کو امن عطاء فرمائے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور جو کوئی اس کے بعد انکار کرے گا وہ بے فرمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائے گا۔

گرامی قدر سامعین! اس آیت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوبکرؓ پکے اور سچے مؤمن تھے نیز ان کے اعمال و افعال صالحہ تھے کیونکہ خلافت کا وعدہ ایمان داروں اور اعمال صالحہ والوں کے ساتھ تھا۔ پھر جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نزدیکی رشتہ داروں کے باوجود دور کے رشتہ دار حضرت یوشع بن نون کو خلافت ملی اسی طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ جو دور کے رشتہ دار تھے ان کو خلافت ملی۔

پھر یہ بھی دیکھ لیجیے کہ کس طرح حضرت ابوبکرؓ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تقویت عطاء فرمائی کہ آپؓ کی حکومت میں کوئی ایک قانون بھی ایسا جاری نہ ہوا جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ پھر دیکھیے کس طرح مرتدین نے علم بغاوت بلند کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کا پروگرام بنا کر خوف و دہشت کی صورت پیدا کردی اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان تمام فتنوں کا استیصال ہو کر امن قائم ہوگیا۔ اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکرؓ شرک سے اتنے دور و نفور تھے کہ دور جاہلیت میں بھی اس کا ارتکاب نہ کیا۔

لہٰذا اب بھی اگر کوئی شخص ان کی خلافت و عظمت شان کو تسلیم نہ کرے تو

وہ فاسق اور بدکردار ہی ہوگا۔

**استقامت ابوبکرؓ:**

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات حسرت آیات سے جو مصیبت صحابہ کرامؓ پر نازل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے پھر دوسری مصیبت یہ بنی کہ مدینہ منورہ کے اردگرد کے دیہاتی سردار باغی ہو گئے اور مدینہ منورہ پر حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ان حالات میں آپؓ نے کمال جرأت سے کام لیتے ہوئے لشکر اسامہؓ کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اکثر صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے آپؓ کو شدت سے منع کیا کہ اتنے بڑے لشکر کو ملک شام جیسے دور دراز علاقے کی طرف روانہ کرنا گویا کہ مدینہ منورہ کو شدید خطرے میں ڈالنا ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ پہلے ان نزدیکی خطرات کا سدباب کیا جائے۔ مرکز کو پرامن اور مضبوط کیا جائے بعد ازاں یہ لشکر روانہ کیا جائے۔

آپؓ نے ان تمام مشوروں کو رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس لشکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلقائے شام کے لیے تیار کیا ہے میں اس کو ہرگز نہیں روک سکتا۔ اگرچہ اس کی روانگی کے بعد میرے وجود کی بوٹی بوٹی ہو جائے اور پرندے میرے وجود کو نوچنے لگیں۔ بالفرض اگر سب مسلمان مجھے تنہا چھوڑ دیں تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں اس لشکر کو ادھر ہی روانہ کروں گا جدھر میرے محبوب نے روانگی کا حکم دیا تھا۔

پھر جب منکرین زکوٰۃ سے جہاد نہ کرنے کا آپؓ کو مشورہ دیا گیا تو بھی آپؓ کے پائے استقامت میں جنبش پیدا نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسے بہادر اور نڈر شخص نے بھی یہی مشورہ دیا۔ آپؓ نے کمال جرأت سے حضرت عمرؓ کو فرمایا أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ؟ اے عمر! جاہلیت میں تو دلیر تھا اور

اسلام میں آ کر آج بزدلی کیوں دکھانے لگا۔ اور پھر فرمایا وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً
لَّاُ قَاتِلَنَّھُمْ اللہ کی قسم اگر وہ لوگ زکوٰۃ کی ایک رسی بھی دینے سے انکار کریں گے
تو میں ان کے ساتھ قتال کروں گا۔ اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَ اَنَا حَیٌّ کیا میرے جیتے جی
دین میں رخنہ ڈالا جائے اور میں برداشت کرلوں؟ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

آپ کی اسی پامردی اور استقامت کو دیکھ کر لوگ ششدرر رہ گئے اور کہنے
لگے اِنَّ اَبَابَکْرٍ قَامَ مَقَامَ الْاَنْبِیَاءِ کہ آج حضرت ابوبکرؓ نے انبیاء کرام علیہم السلام
جیسی استقامت دکھائی ہے۔

## منکرین ختم نبوت اور حضرت ابوبکرؓ:

حضرت ابوبکرؓ کے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی جو سب سے مہیب فتنہ رونما
ہوا وہ مدعیان نبوت کی کھیپ تھی۔ یمن کے علاقہ میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر
دیا۔ یمامہ کے علاقہ میں مسیلمہ کذاب نے اپنی نبوت کا پرچار شروع کردیا۔ جزیرہ
کے علاقہ میں سجاح نامی عورت نے نبوت کا دعویٰ کردیا اور بنو اسد اور بنو طے کے
قبیلہ میں طلیحہ اسدی نے اپنی نبوت کا پروپگنڈہ شروع کردیا۔ پھر حیران کن بات یہ
ہے کہ لوگ دھڑا دھڑ مرتد ہوکر ان کی نبوت کو تسلیم کرنے لگے اور ان کا کام چل
نکلا۔ مسئلہ ختم نبوت کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوری جرأت و
عزیمت کے ساتھ اس کا تحفظ کیا اور مدعیان نبوت کا قلع قمع کرنے کے لیے مختلف
جہادی لشکر روانہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے فتح مندی نے آپؓ کے
قدم چومے۔

## قرآنی پیش گوئی:

مرتدین سے قتال کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھی قرآن

مجید کی اس پیش گوئی کے مصداق ٹھہرے یَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (سورۃ المائدہ) کہ اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے دین سے پھر جائے گا تو خدا تعالیٰ ان کے مقابلے کے لیے ایسے لوگ لائے گا جن سے وہ خود محبت کرنے والا ہو گا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہونگے۔ وہ لوگ مؤمنوں کے حق میں نرم ہوں گے اور کفار کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ وہ لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرتدین سے جہاد کرنے والے لوگوں کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ اولین طور پر مرتدین سے جہاد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے کیا۔ لہٰذا وہ اور ان کے ساتھی حتمی طور پر ان صفات سے متصف ہیں۔ ان صفات پر ایک نظر ڈال کر اپنے ایمان کو تازہ فرمائیں۔

۱) يُحِبُّهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرنے والا ہے۔

۲) يُحِبُّوْنَهٗ وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں۔

۳) أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وہ لوگ آپس میں نرم دل ہونگے یعنی رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ہوں گے۔

۴) أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وہ لوگ کفار پر سخت ہوں گے یعنی أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ہوں گے۔

۵) يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وہ خالص اللہ کی رضاء کے لیے اس کے راستے میں جہاد کرنے والے ہوں گے۔

۶) وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ان کو ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ ہوگی۔

(اور یہ بات آپ سن چکے ہیں کہ کس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مرتدین کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا)

## حضرت ابوبکرؓ کا روزینہ:

خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی دوسرے دن آپؓ حسب سابق کندھوں پر کپڑے کا گٹھا اٹھا کر تجارت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ نے سوال کیا اِلٰى اَيْنَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ کہ اے خلیفہ رسول! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ تجارت کے لیے بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ کو بڑا تعجب ہوا اور فرمانے لگے کہ آپؓ کے اوپر تو خلافت کی ذمہ داری ہے' آپؓ کا تو یہاں مسجد نبوی میں رہنا ضروری ہے۔ آپؓ نے فرمایا فَمِنْ اَيْنَ اُطْعِمُ اَوْلَادِيْ کہ میں پھر اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟

حضرت عمر فاروقؓ انہیں مسجد نبوی میں لے آئے' صحابہ کو جمع کر کے اس موضوع پر مشورہ کیا کہ اب خلیفہ رسول کا باقاعدہ روزینہ مقرر کرنا چاہیے۔ امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور دوسرے کبار صحابہؓ نے یہ طے کیا کہ آپ کو روزانہ بیت المال سے خرچہ دینا چاہیے۔ اب بحث چلی کہ وظیفہ کتنا ہونا چاہیے؟ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں اپنا وظیفہ خود مقرر کروں گا۔ صحابہ کرام حیران رہ گئے کہ شاید ہم تھوڑا مقرر کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرا روزینہ اتنا ہوگا جتنی مدینہ منورہ کے ایک

ادنیٰ مزدور کی مزدوری ہوتی ہے۔ سب حاضرین حیران ہو کر کہنے لگے کہ اتنے کم وظیفہ پر آپ کا گزارہ کیسے ہو گا؟ آپؓ نے فرمایا کہ میرا گزارہ اسی طرح ہو گا جس طرح اس مزدور کا گزارہ ہو گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اب تو خلافت کی وجہ سے آپؓ کے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گا' یہ روزینہ آپؓ کے لیے کفایت نہ کرے گا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر میرا گزارہ نہ ہوا تو میں پہلے اس مزدور کی مزدوری بڑھاؤں گا پھر اپنا روزینہ بڑھاؤں گا۔

چنانچہ آپ کا انتہائی معمولی روزینہ مقرر ہو گیا جس میں آپؓ کے اہل و عیال کا بمشکل گزارہ ہوتا تھا۔ آپ کی سلیقہ شعار بیوی نے روزانہ تھوڑی تھوڑی بچت کر کے ایک دن کھانے کے ساتھ اضافی طور پر حلوہ تیار کر لیا۔ آپ جب کھانا کھانے لگے تو حلوہ بھی سامنے آیا' آپؓ نے فوراً سوال کیا مِنْ اَیْنَ هٰذَا کہ یہ حلوہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے خوش ہو کر بتایا کہ یہ میری سلیقہ مندی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اتنے دنوں تک بچت کر کے آج ذائقہ بدلنے کے لیے یہ ڈش تیار کی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ مدینہ منورہ کے یتیم بچے تو بھوک سے نڈھال ہوں اور ابوبکرؓ کے گھر میں حلوہ پکے۔ فوراً اپنے غلام کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ' یہ حلوہ کسی یتیم یا بیوہ کو دے کر آؤ۔

پھر آپؓ سیدھے بیت المال کے خزانچی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے روزینے سے مٹھی بھر آٹا کم کر دو کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مٹھی بھر کم آٹے سے بھی ابوبکرؓ کے گھرانے کا گزارہ چل سکتا ہے۔

آپؓ نے اس طرح تقریباً دو سال تک خلافت کی ذمہ داری نبھائی۔ جب آپؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے کو بلا کر وصیت فرمائی کہ میرے

مرنے کے بعد دو سال کے وظیفہ کا حساب کر کے میرے ترکے میں سے بیت المال میں واپس جمع کرا دینا۔ ابوبکر اس حال میں خدا سے نہیں ملنا چاہتا کہ اس نے عوام کا حق کھایا ہو۔ چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے بیٹے نے وہ ساری رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ (بیہقی)

## جمع قرآن:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپؓ نے اپنے دور میں قرآن کو باقاعدہ کتابی شکل میں جمع فرمایا۔ آپؓ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں جب حفاظ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی تو حضرت عمرؓ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر اسی طرح جنگوں میں حفاظ اور قاری شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید جمع کروایا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اولاً اس کام کے کرنے سے انکار فرما دیا کہ کَیْفَ اَفْعَلُ مَالَمْ یَفْعَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کرسکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ آپؓ کو سمجھاتے رہے اور اس کام کے فوائد سے آگاہ کرتے رہے یہاں تک کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا شرح صدر ہو گیا اور اس کام کے لیے آمادہ ہو گئے۔

آپؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بلوا کر فرمایا کہ تم سمجھدار اور معتمد آدمی ہو قرآن مجید کی آیات کو تلاش کر کے کتابی صورت میں جمع کرو۔ چنانچہ حضرت زیدؓ نے صحابہ کرامؓ سے وہی پارچے کاغذ کے ٹکڑے کھجور کی شاخیں وغیرہ منگوائیں جن پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی قرآن مجید کی آیات لکھی تھیں۔ پھر اس پر دو گواہوں کی گواہی لیکر انہیں مرتب کر کے باقاعدہ کتابی شکل میں

قرآن مجید کا ایک نسخہ تیار کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔
اس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے اولین جامع ہیں۔
باقی حضرت عثمان غنیؓ کو جو جامع القرآن کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کیا تھا۔ اصل جامع قرآن حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں۔

## بیماری اور وفات:

حضرت سیدنا ابوبکرؓ سات جمادی الثانی ۱۳ھ کو بیمار ہوئے۔ بیماری کے دوران جب آپؓ نماز کے لیے مسجد میں نہ جا سکے تو آپؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ تقریباً دو ہفتے بیمار رہ کر آپؓ نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز سوموار کو وفات پائی۔ آپؓ کے لیے یہ عظیم سعادت ہے کہ حجرہ عائشہؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ثانی اثنین ہے اللہ کا شیدائی ہے
مر کے بھی پہلوئے محمدؐ میں جگہ پائی ہے

## تین چاند:

ایک دفعہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے خواب دیکھا تھا کہ میرے حجرے میں تین چاند ٹوٹ کر گرے ہیں۔ آپؓ نے اپنے والد گرامی حضرت ابوبکرؓ سے اس کی تعبیر پوچھی تو آپؓ خاموش رہے۔ پھر پوچھا تو فرمایا وقت آنے پر بتاؤں گا۔ جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی اور آپ حجرہ عائشہؓ میں دفن ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو وہ خواب یاد دلایا اور فرمایا کہ بیٹی یہ پہلا چاند ہے جو تیرے حجرے میں جا گزیں ہو گیا ہے۔ آپؓ کی تدفین پر حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کہ آج دوسرا چاند بھی میرے حجرے میں پہنچ چکا ہے۔

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کے اندر منعم علیہ لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ الخ۔

دیکھیے! حجرہ عائشہؓ میں بھی آمد کی یہی قرآنی ترتیب ہے پہلے نبی علیہ السلام کی تدفین ہوئی دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اور تیسرے نمبر پر حضرت عمرؓ کی جو شہادت سے سرفراز ہوئے تھے۔

## مشابہت تامہ:

گرامی قدر سامعین! حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا مصاحب بنایا ہے کہ زندگی میں بھی اکٹھے رہے عالم برزخ میں بھی اکٹھے ہیں اور عالم آخرت میں بھی جنت میں اکٹھے ہوں گے۔ آپؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے قرین و رفیق ہیں کہ دونوں کے احوال میں بھی کمال درجہ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

۱) دونوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے رحمت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اگر رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَكْرٍ کہ میری امت میں سے میری امت کے لیے حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ رحیم ہیں۔

۲) حضرت ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے کمال درجہ کی استقامت علی الدین عطاء فرمائی تھی حتی کہ صحابہ کرامؓ کہنے لگے اِنَّ اَبَابَكْرٍ قَامَ مَقَامَ الْاَنْبِيَاءِ کہ حضرت ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے نبیوں جیسی استقامت و جرأت عطاء فرمائی ہے۔

۳) بوقت ہجرت دونوں کی گرفتاری کے لیے ۱۰۰، ۱۰۰ اونٹ انعام رکھے گئے تھے۔

یعنی جتنی دشمنی کفار کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی اتنی ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تھی۔

۴) دونوں کی بیماری (مرض الوفات) ایک ہی تھی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی شدید بخار اور لرزہ طاری تھا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی بخار اور لرزہ تھا۔

۵) دونوں پر زہر کا اثر تھا جو خیبر میں کھلائی گئی تھی۔ آپؐ پر بھی زہر کا اثر عود کر آیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ پر بھی۔ گویا اس لحاظ سے دونوں کو ایک گونہ شہادت کا درجہ بھی حاصل ہے۔

۶) دونوں دو ہفتے تک بیمار رہے۔

۷) دونوں نے اپنے مصلے پر قائم مقام کھڑا کیا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکرؓ کو مصلے پر کھڑا کیا اور وہی ان کے جانشین ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو کھڑا کیا اور وہی انکے جانشین بنے۔

۸) دونوں کی وفات کا دن بھی ایک ہی تھا یعنی سوموار کے دن دونوں کی وفات ہوئی۔ بیماری کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے سوال کیا فِی اَیِّ یَوْمٍ تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ کہ بیٹی یہ بتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ کہ سوموار کے دن آپ کی وفات ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا کہ آج کون سا دن ہے انہوں نے عرض کیا اَلْیَوْمُ الْاَحَدُ یعنی اتوار کا دن ہے۔ پھر آپؓ نے فرمایا اَرْجُوْ فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اللَّیْلِ مجھے امید ہے کہ

میری زندگی کا ایک ہی دن باقی رہ گیا ہے اور میں بھی سوموار کے دن دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۹) دونوں کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ (حضرت ابوبکرؓ آپؐ سے دو سال چھوٹے تھے)

(۱۰) دونوں حضرات کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

(۱۱) دونوں کی میت ایک ہی چارپائی پر رکھی گئی۔

(۱۲) دونوں نے میراث میں کچھ نہ چھوڑا۔

(۱۳) دونوں کو ایک ہی جگہ یعنی حجرہ عائشہؓ میں دفن کیا گیا۔

(۱۴) درحقیقت دونوں کی تخلیق ہی اللہ تعالیٰ نے ایک مٹی سے فرمائی تھی کیونکہ آپؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا اَنَا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرَ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَ فِیْہَا نُدْفَنُ کہ میں اور ابوبکرؓ وعمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور ہم ایک ہی مٹی میں مدفون ہوں گے۔

(۱۵) دونوں قیامت کے دن اکٹھے ہی اٹھیں گے ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کی مجلس میں تشریف لائے تو ابوبکرؓ و عمرؓ آپؐ کے دائیں بائیں تھے۔ تینوں حضرات ہنستے مسکراتے تشریف لا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ یہ منظر دیکھ کر انتہائی محظوظ ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا دیکھنے والو! یہ منظر اپنی آنکھوں میں بسا لو۔ ھٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قیامت کے دن ہم اسی طرح اکٹھے اٹھیں گے۔

(۱۶) دونوں حضرات حوض کوثر پر بھی اکٹھے ہوں گے اور جنت میں بھی اکٹھے ہوں گے۔

ولنعم ما قال الشاعر

معین محمدؐ قرین محمدؐ یار محمدؐ یمین محمدؐ

امان محمدؐ امین محمدؐ ابوبکر صدیقؓ دین محمدؐ

**افضلیت ابوبکرؓ:**

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پوری امت میں سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ افضل واعلیٰ ہیں۔ آیئے ذرا اس حقیقت کو دلائل کے انداز میں دیکھیں۔

۱) یہ بات مسلم ہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں سے افضل و اعلیٰ امت امت محمدیہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ ایک مقام پر فرمایا وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا کہ ہم نے تمہیں ایک بہترین امت بنایا ہے۔

۲) امت محمدیہ میں سے جو سب سے اعلیٰ و افضل طبقہ ہے وہ صحابہ کرامؓ کا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں صحابہ کرامؓ کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے ایمان کی گواہی اللہ تعالیٰ نے دی ہے أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ انہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا و خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطاء فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے اخیار یعنی بہترین لوگ صحابہ کرامؓ ہیں۔ اسی طرح أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ الخ مشہور حدیث ہے۔ ایک حدیث پاک میں آپؐ نے ارشاد فرمایا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ کہ اے بعد والے لوگو! تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی اللہ کے راستہ پر خرچ کر دے تو وہ میرے

صحابہؓ کے ایک پاؤ جو کے خرچ کرنے کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ بات ثابت ہوگئی کہ پوری امت میں سے صحابہ کرام کا طبقہ افضل و اعلیٰ ہے۔ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کرام کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی۔

۳) پھر یہ سارے صحابہ کرامؓ بھی درجے میں برابر نہیں ہیں۔ ان کے اندر فرق مراتب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورۃ حدید) کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور جہاد کیا تم ہرگز ان کی برابری نہیں کر سکتے یقیناً ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑا ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا اور سب کے ساتھ بھلائی اور جنت کا وعدہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دو گروہ بنا دیے (۱) فتح مکہ سے پہلے انفاق و قتال کرنے والے۔ (۲) اس کے بعد انفاق و قتال کرنے والے۔ اور آپ یہ بات جانتے ہیں کہ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کے ساتھ تقریباً دس ہزار صحابہ کرام موجود تھے۔ گویا ایک لاکھ چوالیس ہزار میں سے یہ دس ہزار صحابہ کرامؓ افضل ٹھہرے۔

۴) پھر یہ دس ہزار صحابہ کرامؓ بھی درجہ میں مساوی نہیں ہیں۔ ان میں سے ان پندرہ سو صحابہ کرامؓ کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے جنہوں نے ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَ أَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (سورۃ فتح) بے شک اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر

رہے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کا حال جان لیا پھر ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں بدلہ میں فتح قریب عطاء فرمائی۔

۵) پھر ان پندرہ سو صحابہ کرامؓ میں سے وہ تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ افضل و اعلیٰ ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت فرمائی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّئَاتِکُمْ حَسَنَاتٍ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر میں اپنی نظر رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کا پیشگی اعلان فرما دیا ہے۔ بلکہ تمہاری خطاؤں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔

ایک موقعہ پر حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے ایک جنگی راز فاش ہونے کی سنگین غلطی ہوئی تو آپؐ نے اسی وجہ سے ان پر عتاب نہ فرمایا کہ وہ اہل بدر میں سے ہیں۔ خلفاء راشدینؓ کے دور میں بھی اہل بدر کو ایک خاص مقام حاصل رہا۔ ان کی رائے اور مشورہ کو وزنی سمجھا گیا حتیٰ کہ ان کو ملنے والے وظائف اور دوسرے لوگوں کے وظائف میں ایک نمایاں فرق رکھا گیا۔

۶) پھر یہ تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ بھی آپس میں درجہ کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں۔ ان میں سے ان دس صحابہ کرامؓ کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے جنکو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنا دی تھی۔ وہ صحابہ کرامؓ یہ ہیں (۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ (۲) حضرت عمر فاروقؓ۔ (۳) حضرت عثمان غنیؓ۔ (۴) حضرت علیؓ۔ (۵) حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ۔ (۶) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ۔ (۷) حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ۔ (۸) حضرت زبیر بن عوامؓ۔ (۹) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۱۰) حضرت سعید بن زیدؓ۔

۷) پھر یہ دس صحابہ کرامؓ بھی درجہ میں برابر نہیں ہیں۔ ان میں سے ان چار

صحابہ کرامؓ کو خصوصی امتیاز حاصل ہے جن کو خلفاء راشدینؓ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت علیؓ۔ آپؐ نے ان کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ کہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا پس تمہیں چاہیے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سنت پر مضبوطی سے قائم رہو جو ہدایت یافتہ ہیں۔

دیکھیے! آپؐ نے اپنی سنت اور طریقے کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقے پر بھی عمل کرنے کا حکم دیا ہے گویا ان کے طریقے پر چلنا آپؐ کے طریقے پر چلنے کے مترادف ہے۔

۸) پھر ان چاروں خلفاء راشدین کا درجہ بھی باہم برابر نہیں ہے۔ ان میں سے ان دو خلفاء کا مقام زیادہ ہے جنہیں شیخین کہا جاتا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَابَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ کہ مجھے پتہ نہیں کہ میری کتنی زندگی باقی رہ گئی ہے۔ پس تم لوگ میرے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی پیروی کرنا۔ یہاں آپؐ نے چاروں خلفاء راشدینؓ میں سے ان دو کا نام لیکر ان کی فضیلت کا اعلان فرما دیا ہے۔

۹) پھر ان دو حضرات کا درجہ بھی آپس میں برابر نہیں ہے۔ ان میں سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا مقام اعلیٰ و افضل ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ایک مسئلہ پوچھنے والی عورت سے فرمایا تھا کہ کل اگر میری وفات ہو جائے تو حضرت ابوبکرؓ سے آ کر مسئلہ پوچھ لینا فَاِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِیْ اَبَابَکْرٍ۔

مزید یہ کہ آپ نے اپنی مرض الوفات میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو اپنا قائم مقام بنایا اور ارشاد فرمایا مُرُوا اَبَابَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ کہ ابوبکر کو کہو کہ وہ میری جگہ کھڑا ہو کر لوگوں کو جماعت کرائے۔

گرامی قدر سامعین! اب یہ بات دلائل و براہین سے واضح ہو گئی کہ انبیاء کرامؑ کے بعد تمام لوگوں میں سے افضل و اعلیٰ سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں۔ اب آخر میں حضرت سیدنا علیؓ کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔

## حضرت علیؓ کا فیصلہ :

آپؓ نے ایک موقعہ پر کوفہ میں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ (البدایہ والنہایہ) کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ساری امت میں سے افضل و اعلیٰ ابوبکر صدیقؓ ہیں اور پھر حضرت عمرؓ ہیں۔

آپؓ کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سوال کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بہترین ہستی کون ہے۔ تو آپؓ نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ ہیں میں نے کہا اس کے بعد کون ہیں تو آپؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ ہیں (بخاری)

ایک موقعہ پر حضرت سیدنا علیؓ نے خدا تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگتے ہوئے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ وَ کَفٰی بِکَ شَھِیْدًا فَاشْھَدْلِیْ اَنَّکَ رَبِّیْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلُکَ نَبِیِّیْ وَالْاَوْصِیَاءُ مِنْ بَعْدِہٖ اَئِمَّتِیْ (صحیفہ علویہ) اے اللہ! میں تجھے گواہ بنا رہا ہوں اور تیری گواہی کافی ہوتی ہے پس تو اس بات پر گواہ ہو جا کہ تو میرا رب ہے اور اس بات پر بھی گواہ ہو جا کہ حضرت محمدؐ جو تیرے رسول ہیں میں ان کو نبی مانتا ہوں اور اس بات

پر بھی گواہ ہو جا کہ آپؐ کے بعد جو جانشین ہوئے ہیں وہ میرے امام ہیں۔

گرامی قدر سامعین! اس دعاء میں حضرت سیدنا علیؓ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کو اپنا امام تسلیم کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان جانشینوں میں پہلا نمبر سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہے۔ پس جس شخصیت کو حضرت علیؓ نے اپنا امام تسلیم کر لیا اس کے مقام و درجے کا کیا کہنا!

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرامؓ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

---

نگاہ حق و نبی میں قبول ہیں صدیق
حبیب خدا اور حبیب رسول ہیں صدیق
ہیں یوں تو سب خلفاء افضل و اعلیٰ لیکن
نہیں جس کی مثال وہ پھول ہیں صدیق

---

صدیقؓ عکس حسن کمال محمدؐ است
فاروقؓ ظل جاہ و جلال محمدؐ است
عثمانؓ ضیاء شمع جمال محمدؐ است
حیدرؓ بہار باغ خصال محمدؐ است
اسلام ما اطاعت خلفاء راشدینؓ
ایمان ما محبت آل محمدؐ است

☆☆☆☆

## ۱۵:- شانِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا الخ (سورۃ الفتح) صدق اللہ العظیم۔

گرامی قدر سامعین! آج کی اس مجلس میں مَیں آپ کے سامنے خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شان بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

### نام و نسب:

عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔

اس طرح آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

### مرادِ نبی ﷺ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک امتیازی اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ایمان لانے کی خصوصی دعاء فرمائی اور آپ کو اللہ تعالیٰ سے طلب فرمایا۔

بعثت نبوی کا ابتدائی دور تھا۔ تقریباً چالیس آدمی دائرہ اسلام میں داخل

ہو چکے تھے مگر اس کے باوجود اسلام اور اہل اسلام کو نمایاں تقویت نہیں مل رہی تھی۔ مسلمان برابر مظلوم و مقہور ہی تھے اور اپنے سب دینی امور خفیہ طور پر انجام دیتے تھے۔ ایک رات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی دکھی دل کے ساتھ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعاء فرمائی اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاَحَدِ الْعُمَرَیْنِ بِعُمَرِ وبْنِ الْھِشَامِ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ کہ اے اللہ! مکہ مکرمہ میں دو عمر رہتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو ایمان کی توفیق عطاء فرما کر اسلام کو عزت و سربلندی عطاء فرما۔ یا تو خطاب کا بیٹا عمر ہمیں دے دے یا پھر ہشام کا بیٹا عمرو (ابوجہل) ہمیں دے دے۔

خدا کی قدرت کہ . دوسرے ہی دن ان دونوں میں سے ایک شخص عمرو بن ہشام (ابوجہل) حرم کعبہ میں ایک پر جوش اور اشتعال انگیز تقریر کر کے لوگوں کو پیغمبر اسلام ﷺ کے قتل پر ابھارنے لگا۔ اس کی تقریر کا سب سے زیادہ اثر عمر بن خطاب پر ہوا۔ انہوں نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جب تک میں اس نبی کو قتل نہ کر دوں چین سے نہ بیٹھوں گا۔ اور پھر ہاتھ میں ننگی تلوار لیکر اس ارادہ بد سے نکل کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے یہ منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے کہ آپؐ نے دعاء مانگی کیا تھی اور اس کا اثر کیا ہوا۔

حضرت عمرؓ مکہ کی گلیوں میں آپ کی تلاش میں دیوانہ پھر رہے تھے کہ کسی نے بہن اور بہنوئی کے اسلام لانے کی خبر دے دی۔ یہ خبر سن کر آپ غصے سے آگ بگولا ہو گئے اور فوراً بہن کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو اندر سے تلاوت قرآن کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلوا کر فوراً اندر گئے اور بہن (فاطمہ) اور بہنوئی (سعید بن زیدؓ) کو بے تحاشا مارنا شروع کر دیا اور انہیں شدید زخمی کر دیا۔ آپ کی بہن نے انتہائی جرأت مندانہ انداز میں جواب دیا کہ عمرؓ! میں بھی اسی خطاب کی

بیٹی ہوں جس کا تو بیٹا ہے۔ میری رگوں میں بھی اُسی کا خون دوڑتا ہے تو جتنا بھی ظلم کرلے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ سب کچھ برداشت کرسکتی ہوں مگر توحید خداوندی کا دامن نہیں چھوڑ سکتی۔

ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں     تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اُنہیں مار مار کر جب آپ تھک گئے اور غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو کہنے لگے کہ مجھے یہ صحیفہ تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے جواب دیا کہ وہ پاک اوراق ہیں پہلے غسل کر کے جسم کو پاک کرلو۔ چنانچہ غسل کرنے کے بعد آپؓ نے وہ اوراق پڑھنا شروع کر دیے۔ جونہی سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تلاوت کیں تو بے ساختہ پکار اٹھے مَا اَحْسَنَ الْکَلَامُ؟ کہ یہ کتنا خوبصورت کلام ہے؟ میں نے آج تک اس جیسا کلام نہیں سنا۔ گواہ رہنا میں اس پر صدق دل سے ایمان لا چکا ہوں۔ اب مجھے اپنے دل پر قابو نہیں رہا جلد از جلد مجھے پیغمبر اسلام کا پتہ بتاؤ تا کہ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کروں۔

بعد ازاں آپؓ دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ آپؓ کے اسلام لانے سے مسلمان اتنے خوش ہوئے کہ نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی آواز دور دور تک سنی گئی۔

سودے کے لیے آج بازار گئے تھے ہم
ہاتھ اسی کے بکے جسکے خریدار گئے تھے ہم

گرامی قدر سامعین! آپ سمجھ چکے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اسلام کی عزت و سربلندی کے لیے ان کی ضرورت محسوس فرمائی۔ حالانکہ اس وقت حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ جیسی اہم شخصیات اسلام کے پلڑے میں موجود تھیں مگر پھر بھی اسلام کو

عزت وغلبہ حاصل نہ تھا۔

آپ ؐ نے پورے مکہ مکرمہ سے دو آدمیوں کو چنا اور آخری چناؤ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دو میں سے عمر بن خطاب کو چن کر اسلام کو عزت بخشی اور پھر توحید خداوندی کی تبلیغ علی الاعلان ہونے لگی اور بیت اللہ کے در و دیوار مسلمانوں کی عبادت کے لیے وا ہو گئے۔ تو یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ دیگر سب صحابہ مُرید بن کر آئے اور حضرت عمرؓ مراد بن کے آئے۔ دوسروں کو خود اسلام کی طلب اور ضرورت محسوس ہوئی اور عمر وہ ہیں کہ اسلام کو ان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دوسرے صحابہؓ طالب بن کے آئے اور حضرت عمرؓ مطلوب و مقصود بن کے آئے۔

## مُحدَّث اور ملہم:

آپ ؓ کی ایک اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ محدث اور ملہم تھے یعنی آپ کی فطرت اور طبیعت کو وحی نبوت سے اتنی مناسبت تھی کہ بار ہا ایسا ہوا کہ نزول وحی سے قبل اللہ تعالیٰ نے وہ بات آپ ؓ کے دل میں ڈال دی اور پھر آپ ؓ کی موافقت میں قرآن نازل فرما کر آپ ؓ کی عزت وعظمت کو چار چاند لگا دیے۔

اسی لیے آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہونا ہوتا تو یقیناً عمرؓ ہوتا۔ یعنی ان کی فطرت اور مزاج نبوت سے اتنا قریب ترین ہے کہ اگر یہ دروازہ بند نہ ہوتا تو یقیناً آپ ؓ نبوت سے سرفراز ہوتے۔

حدیث وتاریخ کی کتب میں بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی موافقت میں قرآن نازل فرمایا۔ علماء کرام ایسے واقعات کو ''موافقات عمرؓ'' کا نام دیتے ہیں۔

### قتل منافق:

ایک دفعہ ایک یہودی اور منافق کا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں باہم مشورہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فیصلہ کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ ؐ نے دونوں کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ آپ کا فیصلہ بالکل برحق اور مبنی برحقیقت تھا مگر منافق نے اسے دلی طور پر تسلیم نہ کیا: اس کا خیال تھا کہ چونکہ میں کلمہ گو ہوں اسلام کا دعویدار ہوں۔ میرے مقابلہ میں یہودی ہے اس لیے میری رعایت ہونی چاہیے۔

منافق نے انتہائی چالاکی سے یہودی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک دفعہ یہ فیصلہ حضرت عمرؓ سے بھی کروالینا چاہیے۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ چونکہ جلالی طبیعت کے آدمی ہیں وہ یہودی کے مقابلہ میں یقیناً میری رعایت کریں گے۔ یہودی چونکہ سچا تھا اس نے حضرت عمر فاروقؓ کے ہاں جانا بھی قبول کرلیا۔

چنانچہ دونوں حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچے۔ بیانات ابھی جاری تھے کہ یہودی نے بتا دیا کہ اس سے قبل اسی قضیہ کا فیصلہ آپ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میرے حق میں فرما چکے ہیں۔ آپؓ نے منافق سے اس کی تصدیق کروائی اور فوراً یہ کہتے ہوئے اندر تشریف لے گئے رُوَيْدَ كُمَا حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْكُمَا کہ ٹھہرو! میں ابھی آ کر فیصلہ کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آپ ننگی تلوار لیے باہر تشریف لائے اور منافق کا سرتن سے جدا کرتے ہوئے فرمایا هٰكَذَا اَقْضِىْ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ قَضَاءِ رَسُوْلِهٖ کہ جو بدبخت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبرؐ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا اس کے حق میں عمر کا یہی فیصلہ ہے۔

بعد ازاں منافق کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف خدمت نبوی میں قتل کا دعویٰ دائر کر دیا۔ کہ انہوں نے بلا وجہ ایک مخلص مسلمان کو قتل کر دیا ہے اور

ہم قصاص لینا چاہتے ہیں۔ اور پھر اس منافق کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے مختلف دلائل دینا شروع کر دیے۔ پیغمبر ﷺ نے حضرت عمرؓ کو طلب فرمایا اور جواب دعویٰ پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے ابھی اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے لیے لب نہیں کھولے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کو بھیج دیا کہ جواب دعویٰ عمر نہیں دے گا میں خود دوں گا۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ النساء) کہ قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل اور حکم نہ مان لیں۔ پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں ذرہ برابر بھی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عمرؓ کی برأت نازل فرما کر ان کے موقف کی موافقت فرما دی۔ پھر آپؐ نے منافقین کا دعویٰ خارج کرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے فرمایا "اَنْتَ الْفَارُوْقُ" کہ تم حق و باطل میں فرق کرنے والے ہو۔ اس دن سے آپؓ کا لقب فاروق پڑ گیا۔

**اتخاذ مصلے:**

غالباً فتح مکہ کا موقع ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ مقام ابراہیم کے قریب پہنچ کر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا هٰذَا مَقَامُ اَبِيْنَا کہ یہ وہ پتھر ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر فرمایا تھا۔ دیکھیے کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی قدرت کاملہ سے ان کے قدوم میمنت لزوم کے نشانات ثبت فرما دیے ہیں۔

حضرت عمرؓ بے ساختہ کہنے لگے اَفَلَا نَتَّخِذُهٗ مُصَلّٰى کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اس پتھر کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی یہ تمنا سن کر خاموش رہے کہ دین بنانا تو اللہ کا کام ہے۔ ابھی آپؐ وہاں ہی کھڑے تھے کہ جبریل امینؑ وحی لیکر حاضر ہو گئے کہ عمرؓ جو کچھ فرش زمیں پر چاہتا ہے اللہ تعالیٰ وہی عرش بریں پر چاہتا ہے۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (سورۃ بقرہ) تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھا کرو۔

گرامی قدر سامعین! حضرت عمرؓ کی خواہش کی تکمیل آج تک ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ کسی شخص کا طواف اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک حضرت عمرؓ کی خواہش اور تمنا کے مطابق مقام ابراہیم پر دو نفل نہ ادا کیے جائیں۔

## حُرمتِ شراب:

آپ جانتے ہیں کہ شراب کس حد تک اس معاشرہ میں رچی بسی ہوئی تھی کوئی محفل، کوئی مجلس اور کوئی ضیافت اس سے خالی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ اس کی بتدریج ممانعت شروع فرما دی۔ کبھی فرمایا کہ فوائد کی نسبت اس کے نقصانات زیادہ ہیں۔ کبھی فرمایا کہ حالت عبادت میں اس سے اجتناب کرو۔

حضرت عمرؓ کی یہ شدید خواہش تھی کہ یہ خبیث شے جلد از جلد حرام کر دی جائے۔ چنانچہ آپؓ نے ایک دن بڑے سوز کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا کہ اے اللہ اس کے بارے میں واضح اور صریح حکم جلد از جلد نازل فرما دے چنانچہ آپؓ کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے فوراً وحی نازل فرما دی۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ

وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ الخ (مائدہ)

کہ اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک اور شیطانی اعمال سے ہیں ان سے بچو تاکہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان عداوت ڈالے اور تمہیں نماز اور ذکرِ الٰہی سے روک دے۔ کیا تم اس سے رکنے والے ہو؟ یعنی تمہیں ان کاموں سے باز رہنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ ان آیات کے نزول سے اتنے خوش ہوئے کہ بار بار فرماتے تھے اِنْتَهَيْنَا يَا رَبِّ کہ اے اللہ ہم نے تیرا حکم مان لیا اور ہم ان کاموں سے باز آ گئے، باز آ گئے۔

**اُساریٰ بدر:**

غزوہ بدر میں جب ستر رؤساء مشرکین قید ہوئے تو آپؐ نے ان کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ بیشتر صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ کی بھی رائے تھی کہ یہ لوگ اپنے ہی رشتہ دار ہیں ہوسکتا ہے کل کو ایمان لے آئیں لہذا ان پر احسان کرنا چاہیے اور فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس رائے کو پسند فرمالیا۔

حضرت عمرؓ کی رائے سب سے جدا تھی کہ یہ لوگ کل بھی ہمارے دشمن تھے آج بھی دشمن ہیں اور کل بھی دشمن ہونگے۔ یہ کفر کے ستون ہیں ان کو ہرگز معاف نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے خون سے زمین کو رنگین کرنا چاہیے۔ غیرت فاروقی کا تقاضا یہ ہے کہ میرا رشتہ دار میرے حوالے کیا جائے۔ سب سے پہلے میں اس کا خون بہانے کی ابتداء کروں گا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رأفت و رحمت کی بنیاد پر صدیق اکبرؓ کی رائے مان لی۔ اور فدیہ لیکر ان کفار کو رہا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما دیا کہ عمرؓ کی رائے کی موافقت میں کرنا

ہوں۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ الخ (سورۃ انفال) کہ پیغمبر ﷺ کی شان کے مناسب یہ بات نہیں کہ ان کے قبضہ میں قیدی ہوں اور ان کو قتل کر کے زمین میں ان کا خون نہ بہادے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرماتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ کہ اگر خدا تعالیٰ کا فیصلہ (عذاب نہ کرنے کا) پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔

ان آیات کے نزول پر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ کرام زاروقطار رونے لگے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ عذاب الٰہی اتنا قریب آ چکا تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرماتے ہوئے اسے ٹال دیا۔ بلکہ آپ نے یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا لَوْ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ عَذَابٌ مَا نَجَا مِنْهُ اِلَّا عُمَرُ کہ اگر عذاب آ جاتا تو عمرؓ کے سوا کوئی نہ بچتا۔

## تخلیق انسان:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ الخ (المومنون) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں انسان کے تخلیقی مدارج کا ذکر فرما کر اپنی قدرت کاملہ بیان فرمائی ہے۔ آپ نے جب یہ آیت صحابہ کرامؓ کو سنائی تو حضرت عمرؓ بے ساختہ پکار اٹھے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ کہ اللہ تعالیٰ کی

ذات بابرکات ہی احسن الخالقین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر جبریل امینؑ کو بھیج کر ارشاد فرمایا کہ عمرؓ کے منہ سے نکلے ہوئے خوبصورت جملے کو میں نے قرآن بنا دیا۔ اسے بھی آیت ہذا کے ساتھ شامل کر لیجیے۔

**جنازہ منافق:**

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی جب فوت ہوا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے مخلص مومن بیٹے نے گزارش کی کہ میرے باپ کا جنازہ پڑھا دیں شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے۔

آپ نے اپنی رأفت و رحمت کی بنیاد پر اس کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرما لیا بلکہ اس کے کفن کے لیے اپنا مبارک کرتہ بھی عطاء فرما دیا۔ پھر اس کی میت پر حاضر ہو کر اس کے منہ میں اپنا مبارک لعاب دہن بھی ڈالا۔ منافق کی عزت افزائی کا یہ منظر حضرت عمرؓ کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

پھر جب پیغمبر ﷺ اس کا جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھنے لگے تو آپؓ رہ نہ سکے اور بڑھ کر آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کرنے لگے یَا رَسُولَ اللہِ أَعَلٰی عَدُوِّ اللہِ؟ اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے دشمن کا جنازہ پڑھائیں گے؟ حضرت عمرؓ نے واضح الفاظ میں آپ کو جنازہ پڑھانے سے روکا' مگر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک مجھے اس کا جنازہ پڑھانے سے منع نہیں کیا۔ آپؓ نے عرض کیا کہ اس کا جنازہ پڑھانے کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں کرے گا۔ یہ منافق ہے دشمن خدا و رسول ہے آپ ستر مرتبہ بھی اس کا جنازہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا۔

پھر جب آپ نماز جنازہ پڑھا چکے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما دیا۔

اِسْتَغْفِرْلَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَاللهُ لَهُمْ (سورۃ توبہ) کہ آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں برابر ہے اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں گے تو بھی خدا تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی موافقت فرماتے ہوئے آئندہ کیلئے قانون بنا دیا لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ کہ ایسے منافقین کا نہ تو آپ جنازہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگیں۔

## افک عائشہؓ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر جب منافقین نے بہتان لگایا تو آپ کافی عرصہ تک سخت پریشان رہے۔ آپؐ نے اس ضمن میں مختلف صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ سے جب آپؐ نے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بتایئے مَنْ زَوَّجَكَهَا؟ آپؐ کے ساتھ نکاح کے لیے عائشہؓ انتخاب کس نے کیا تھا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ حضرت عمرؓ مسکرائے اور عرض کرنے لگے اگر عائشہؓ بدکردار ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپؐ کے نکاح کے لیے اس کا انتخاب ہی کیوں کرتا؟ لوگ کہتے ہیں تو کہتے رہیں ہماری کیا مجال کہ ایسی کوئی بات زبان پر لائیں۔ مَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہ ہماری مجال نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔ پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیات اتار کر حضرت عائشہؓ کی برأت نازل فرما دی تو لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ افواہ سن کر تمہیں وہی کہنا چاہیے تھا جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا۔ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ

اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (سورۃ نور) کہ جب تم یہ واقعہ سنا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔ پاکی ہے اللہ کے لیے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

غور فرمائیں! کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے بولے ہوئے جملے کو ہوبہو قرآن کا حصہ بنا کر نازل فرمادیا۔

گرامی قدر سامعین! کتب تفسیر و حدیث میں اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات موجود ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروقؓ کی موافقت فرمائی۔ خوف طوالت کیوجہ سے ہم نے چند واقعات پر اکتفاء کیا ہے۔

## رسول اللہ نے بھی موافقت فرمائی:

بیشتر مقامات پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی موافقت فرمائی اسی طرح بہت سے ایسے مواقع بھی ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے بھی آپؓ کی موافقت فرمائی۔ مشتے نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں۔

## جنت کی بشارت نہ دیں:

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کی مجلس سے اچانک اٹھ کر چلے گئے۔ جب کافی دیر تک آپؐ واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ کرامؓ کو تشویش ہوئی۔ بعض صحابہ کرامؓ حالات کی نزاکت سے اتنے متفکر ہوئے کہ آپؐ کو ڈھونڈنے کے لیے نکل پڑے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کو تلاش کرتا کرتا ایک باغ کی چاردیواری تک پہنچا۔ میں آپ کی تلاش میں اس باغ کے اندر جانا چاہتا تھا مگر عجلت اور پریشانی میں مجھے اس کا دروازہ نہ مل سکا۔ چنانچہ پانی کی نالی کے سوراخ سے میں رینگ کر اندر داخل ہوگیا۔ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا

يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ. میں نے اندر جا کر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور ذکر و تسبیح میں مصروف ہیں۔ میں نے ساری بات عرض کی تو آپؐ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یہ میری دونوں جوتیاں نشانی کے طور پر لے جاؤ اور جو شخص بھی کلمہ طیبہ کی شہادت دینے والا ملے اسے جنت کی بشارت سنا دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں آپؐ کے نعلین مبارکین اٹھا کر خوشی خوشی لوگوں کو جنت کی بشارت سنانے کے لیے آ رہا تھا کہ سامنے سے مجھے حضرت عمر فاروقؓ آتے ہوئے ملے۔ میں نے کہا هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے نعلین مبارکین دیکر ہر کلمہ گو کو جنت کی بشارت سنانے کے لیے بھیجا ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ بشارت قبول فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے فرمانے لگے کہ یہ خوشخبری لوگوں کو نہ سناؤ اور آپ کی خدمت میں میرے ساتھ واپس چلو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں، میں تو مدینہ منورہ کی گلی گلی میں ہر کلمہ پڑھنے والے کو یہ خوشخبری سناؤں گا۔ فَضَرَبَ عَلٰى صَدْرِىْ فَخَرَرْتُ عَلٰى اِسْتِىْ حضرت عمرؓ نے میرے سینے پر ایسا ہاتھ مارا کہ میں سرین کے بل نیچے جا پڑا۔ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ اور میں زور زور سے رونے لگا۔ پھر میں روتا روتا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پیچھے سے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے وہ عرض کرنے لگے بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ اَبَعَثْتَ اَبَاهُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپؐ نے یہ خوشخبری سنانے کے لیے ابو ہریرہ کو نعلین دیکر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں میں نے بھیجا ہے" حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ لوگ تو ہر قسم کے موجود ہوتے ہیں بعض لوگ یقیناً یہ خوشخبری سن کر اعمال سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ بس کلمہ پڑھا اور جنت کے امیدوار ہو گئے۔ آپ یہ خوش خبری عام نہ کریں لوگوں کو اعمال کرنے دیں۔

إِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ پھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی موافقت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ابو ہریرہؓ میرے جوتے رکھ دو اور یہ خوشخبری نہ سناؤ فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ انہیں اعمال کرنے دو۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس طرح حضرت عمرؓ کے مشورہ اور رائے کی موافقت فرمائی۔

**اذان کا مشورہ:**

جب نماز فرض ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ لوگوں کو نماز کی طرف بلانے کے لیے کیا کرنا چاہئے تاکہ سب لوگوں کو نماز باجماعت کی اطلاع ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ نماز کا وقت ہونے پر ناقوس بجایا جائے۔ آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ بعض نے کہا بوق بجایا جائے آپ ﷺ نے اسے بھی ناپسند فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ کسی نے کہا کہ اونچی جگہ کھڑے ہو کر آگ جلائی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو مجوس کا طریقہ ہے۔ کسی نے کہا کہ ایک آدمی بھاگتا ہوا پورے شہر کا چکر لگائے اور زور سے اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ کی آواز لگائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس کی نماز تو یقیناً ضائع ہو جائے گی۔

حضرت عمرؓ تشریف لائے اور عرض کیا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ ایک فرشتہ پہاڑ پر چڑھ کر اس طرح اذان دے رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بات کی مُوافقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ عمر! یہ کلمات بلال کو سکھا دو۔ وہ ہر نماز کے وقت اسی طرح اذان دیا کریں گے۔

(حدیث شریف میں ہے کہ بعض دیگر صحابہ کرام کو بھی اس طرح کا خواب آیا)

## سواریاں ذبح نہ کریں:

غزوہ تبوک میں صحابہ کرامؓ انتہائی معاشی تنگی کا شکار تھے۔ تیس ہزار کا لشکر تھا اور کھانے پینے کی اشیاء کی شدید قلت تھی' اسی لیے اس غزوہ کا نام "جیش العسرۃ" پڑ گیا۔ شدت بھوک کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے سواری کے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! ایسا نہ کریں اس طرح تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ لشکر میں سے کھانے پینے کی سب اشیاء جمع فرما کر اس پر برکت کی دعاء فرما دیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعاء کو قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے مشورے کے مطابق صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ ایک دستر خوان پر سب چیزیں جمع کر دیں۔

سب صحابہ کرامؓ نے اس چھوٹے سے دستر خوان پر اشیائے خورد ونوش جمع فرما دیں۔ کوئی مٹھی بھر جو لایا تو کوئی مٹھی بھر کھجوریں لایا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا تو کوئی خالی گٹھلیاں لایا۔ اس طرح ایک چھوٹا سا ڈھیر لگ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر برکت کی دعاء فرمادی اور پھر ارشاد فرمایا خُذُوْا اِلٰی اَوْعِیَتِکُمْ آؤ اور اپنے اپنے برتن بھر لو۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے تھیلے' توشہ دان اور سب برتن اس غذا سے بھر لیے حَتّٰی مَاتَرَکُوْا اِلٰی الْمُعَسْکَرِ وِعَاءً اِلَّامَلَئُوْہُ یہاں تک کہ پورے لشکر میں کوئی برتن بھی خالی نہ رہا وَفَضَلَتْ فَضْلَۃٌ اور دستر خوان پر ابھی سب سامان موجود تھا۔

یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا۔ جس کے ظہور سے صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ خود آپ ﷺ بے انتہا خوش ہوئے' اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ (مسلم)

## حسبنا کتابُ اللہ:

مرض الوفات میں آپؐ نے ایک دن حاضرین مجلس سے فرمایا کہ قلم دوات لے آؤ' میں تمہیں کچھ نصیحتیں لکھوانا چاہتا ہوں' تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو سکو۔ یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ سخت بیمار ہیں اور درد کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے۔ (مقصد یہ تھا کہ آپ کوئی نئی چیز تو لکھوائیں گے نہیں' زیادہ سے زیادہ کسی چیز کی تاکید ہی فرمائیں گے)

بعض اہل مجلس کی رائے یہ تھی کہ قلم دوات لا کر لکھوا لینا چاہیے۔ جب کچھ شور سا ہونے لگا تو آپؐ نے سب کو چلے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپؐ چار دن تک زندہ رہے مگر آپؐ نے پھر قلم دوات طلب نہ فرمائی اور حضرت عمرؓ کی موافقت فرمائی۔

## غیرت ایمانی:

محدث اور ملہم ہونے کے علاوہ آپ کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے اندر غیرت ایمانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بار ہا ایسے مواقع آئے کہ آپ جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر تڑپ اٹھے اور جلال میں آ گئے آپ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا پورا پورا مظہر تھے۔

☆ غزوہ احد کے موقعہ پر جب ابوسفیان نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں سوال کیا کہ اگر وہ زندہ ہیں تو جواب دیں۔ حضرت عمرؓ تڑپ اٹھے اور آپؐ سے جواب کی اجازت مانگی مگر آپؐ نے منع فرما دیا۔

پھر جب اس نے ایک شرکیہ نعرہ "اُعْلُ ھُبَلْ" لگایا تو حضرت عمرؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور آپؐ سے اجازت پا کر زوردار انداز میں اس شرکیہ نعرہ کا جواب دیا "اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ" کہ اللہ تعالیٰ ہی بلند و بالا ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ ہمارے ساتھ عزیٰ کی مدد ہے تمہارے ساتھ اس کی مدد نہیں ہے۔ آپ نے تڑپ کر جواب دیا لَنَا مَوْلٰى وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے جو تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ پھر وہ بولا یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ قَتْلَانَا وَقَتْلَاكُمْ سَوَاءٌ کہ آج کے دن ہم نے بدر کے دن کا بدلہ لے لیا۔ تمہارے اور ہمارے مقتول برابر ہو گئے۔ آپؐ بولے برابر ہرگز نہیں ہوئے۔ قَتْلَاكُمْ فِی النَّارِ وَقَتْلَانَا فِی الْجَنَّةِ تمہارے مقتول جہنم میں گئے اور ہمارے مقتول جنت میں پہنچے۔

☆ عبداللہ بن ابی منافق کے منافقانہ کردار کو دیکھ کر آپ نے فوراً تلوار باہر نکال لی اور فرمایا کہ اجازت ہو تو میں ابھی اس کا سر تن سے جدا کر دوں۔ مگر آپؐ نے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ آپ سن چکے ہیں کہ اس کے جنازے پر بھی آپؓ نے غیرت ایمانی سے سرشار ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا تھا۔

☆ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا بھیجا ہوا خط جب پکڑا گیا تو حضرت عمرؓ نے فوراً تلوار کھینچ لی۔ اور فرمایا کہ یہ تو منافق معلوم ہوتا ہے میں ابھی اس کا سر اڑاتا ہوں مگر آپؐ نے منع فرمایا کہ یہ بدری صحابی ہے بدر کی بھٹی سے نکل کر کندن بن چکا ہے اس کے اندر نفاق نہیں ہو سکتا۔

**جنت کا محل:**

ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں جنت کے اندر

ایک خوبصورت اور پرشکوہ محل دیکھا تو سوال کیا لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ کہ یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر بن خطاب کا ہے۔ میں نے اس محل کو اندر جا کر دیکھنے کا ارادہ کیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس محل کے ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اندر جانا چاہتا تھا کہ مجھے حضرت عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی اور میں نے اندر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ فَبَکٰی عُمَرُؓ یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور عرض کی اَعَلَیْکَ اَغَارُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے اللہ کے رسول! کیا میں آپؐ پر غیرت کروں گا۔ (بخاری)

یہ جنت کا محل مجھے آپؐ ہی کے نقش قدم کے طفیل تو ملنا ہے اگر آپؐ میرے محل میں چلے جاتے تو اس کی رونق دوبالا ہو جاتی۔

**رقت قلبی:**

اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی نرم دل اور رقیق القلب بھی تھے۔ قساوت قلبی اور سخت دلی آپ کے اندر نام کی بھی نہ تھی۔ انتہائی معمولی باتوں سے قلب پر اتنا اثر ہوتا کہ آنسو آ جاتے۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور کمرے میں انتہائی معمولی سامان ہے۔ وضو کرنے کے لیے ایک لوٹا' پانی پینے کے لیے ایک پیالہ ہے۔ ایک تھیلی میں خشک ستو موجود ہیں اور ایک مشکیزہ پانی کا لٹک رہا ہے۔

آپؐ کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ کے دل پر ضرب لگی اور رونے لگے آپؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ خدا کے دین کے دشمن ہو کر تو انتہائی عیش و آرام اور مزے کی زندگی گزاریں اور آپؐ دو جہان کے سردار ہو کر اس عسرت اور تنگی میں گزارہ کریں؟

پھر آپؐ نے تسلی دی اُولٰئِکَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ کہ ان لوگوں کو اللہ نے جو کچھ دینا تھا بس اسی دنیا میں دے دیا' آخرت میں ان کے لیے کوئی آسائش و آرام نہیں ہے۔ اَمَاتَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَ لَنَا الْاٰخِرَةُ؟ اے عمرؓ! تو اس بات پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا مل جائے اور ہمیں آخرت مل جائے؟

☆ ایک دفعہ جماعت کراتے ہوئے آپؓ نے سورۃ یوسف شروع کی۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہوا یہ درد بھرا جملہ تلاوت کیا "يَا اَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ" تو روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور آگے تلاوت جاری نہ رکھ سکے اور اسی مقام پر رکوع کر دیا۔

☆ ایک دفعہ قرآن مجید کی یہ آیت سنی اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ کہ بے شک اللہ کا عذاب ضرور واقع ہو گا' تو خوف خدا کا اتنا غلبہ ہوا کہ پورا ایک مہینہ بیمار رہے۔ اور خوف خدا سے لرزہ براندام رہے۔

## شیطان کا ڈرنا:

ایک دفعہ ایک حبشی لونڈی آپ کی اجازت سے آپؐ کے سامنے دف بجا کر اپنی منت پوری کر رہی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ آ گئے تو وہ اسی طرح دف بجاتی رہی پھر حضرت علیؓ آ گئے فَهِيَ تَضْرِبُ وہ دف بجاتی رہی ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو وہ اسی طرح دف بجاتی رہی ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے فَاَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اِسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهَا تو وہ اتنی خوف زدہ ہو گئی کہ وہ دف اپنے نیچے چھپا لیا اور خود اس پر بیٹھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ یہ منظر دیکھ کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ اے عمرؓ! بے شک شیطان تجھ سے خوف کھاتا ہے (ترمذی' مشکوٰۃ)۔

☆ آپؐ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایایَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَالَقِیَکَ الشَّیْطٰنُ سَالِکًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ (بخاری) اے عمرؓ! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے شیطان تجھ سے اتنا ڈرتا ہے کہ جس راستے پر تو آ رہا ہو خوف کے مارے وہ راستہ بھی چھوڑ دیتا ہے۔

## عمرؓ کی زبان:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایااِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ (ترمذی) کہ عمرؓ کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق جاری کر دیا ہے۔ یعنی عمر جو کچھ بھی کہے گا وہ حق ہوگا۔

## رسول اللہؐ کے خواب:

☆ آپؐ نے ایک دفعہ خواب میں مختلف صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ ان کے وجود پر مختلف سائز کی قمیصیں ہیں۔ کسی کی قمیص سینہ تک ہے تو کسی کی کمر تک اور کسی کی پنڈلیوں تک ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ کو دیکھاوَ عَلَیْہِ قَمِیْصٌ یَجُرُّہٗ کہ ان کی قمیص ان کے وجود کو مکمل طور پر ڈھانپے ہوئے ہے حتیٰ کہ زمین کو چھو رہی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیافَمَا اَوَّلْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "اَلدِّیْنُ" یعنی جتنا کسی کا دین کے ساتھ تعلق ہے اتنی ہی اس کی قمیص ہے۔ اور عمرؓ گویا دین میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ (متفق علیہ)

☆ ایک دفعہ آپؐ نے خواب دیکھا کہ آپؐ کے سامنے دودھ پیش کیا گیا آپؐ نے نوش فرمایا حتیٰ کہ اس کی تری آپ کے ناخنوں تک آ گئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایاثُمَّ نَاوَلْتُہٗ عُمَرَ پھر میں نے وہ پیالہ عمرؓ کے ہاتھوں میں دے دیا اور

انہوں نے بقیہ دودھ نوش فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا۔ فَمَا اَوَّلْتَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "اَلْعِلْمُ" کہ اس کی تعبیر علم ہے یعنی حضرت عمرؓ نے مجھ سے خوب کسب علم کیا۔ (متفق علیہ)

☆ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے حوض پر کھڑا ہوں اور ڈول کھینچ کر لوگوں کو پانی پلا رہا ہوں۔ پھر وہ ڈول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیا گیا اور انہوں نے لوگوں کو سیراب کیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ڈول کھینچنے میں کچھ ضعف تھا۔ پھر وہ ڈول حضرت عمرؓ کو دیا گیا انہوں نے پوری قوت سے ڈول کھینچا اور سب لوگوں کو خوب سیراب کیا۔ یہاں تک کہ لوگ پوری طرح سیراب ہو کر مطمئن ہو گئے۔ (متفق علیہ)

(اس خواب میں حضرت عمرؓ کی خلافت اور کارناموں کی طرف اشارہ ہے)

## وفات نبوی اور عمرؓ:

حضرت عمرؓ اگرچہ انتہائی مضبوط دل کے مالک تھے۔ بڑے بڑے مشکل لمحات کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے والے تھے۔ مگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات حسرت آیات کا صدمہ برداشت نہ کر سکے اور ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر صحابہ کرامؓ کے مجمع میں لہرانا شروع کر دی اور فرمانے لگے مَنْ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ صحابہ کرامؓ دم بخود تھے اور کچھ کہنے کی جسارت نہ کر سکتے تھے بعد میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے آ کر اس صورت حال پر قابو پایا۔

(حضرت عمرؓ کی یہ عجیب صورت حال ان کے عشق نبوی کی غمازی کرتی ہے)۔

## بیعت ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خلافت و جانشینی کا فیصلہ کرنے کے لیے جب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی معیت میں فوراً وہاں پہنچے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عجلت میں انصار کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھیں اور بعد میں وہ فتنے کا سبب بنے۔

انصار کا موقف یہ تھا کہ خلافت و جانشینی کی سعادت ہمیں ملنی چاہیے۔ جبکہ مہاجرین قریش کا موقف حدیث نبوی کی روشنی میں یہ تھا۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ کہ خلفاء اور اُمراء قریش میں سے ہونگے۔

حضرت عمرؓ نے اس ساری صورت حال کو سنبھالا اور حضرت ابوبکرؓ کی تین خصوصیات نص قرآنی سے بیان فرمائیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ کے جملہ میں حضرت ابوبکرؓ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثانی قرار دیا ہے۔ دوم یہ کہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ کے جملہ میں حضرت ابوبکرؓ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحب خاص فرمایا ہے۔ سوم یہ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کے جملہ میں حضرت ابوبکرؓ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اپنی معیت خاصہ کا ذکر فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں آپؓ نے مزید فرمایا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیماری میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑا کر کے ہمارا امام بنا دیا۔

پھر آپؓ نے سب حاضرین سے فرمایا کہ ہم میں سے کون ہے جس کے اندر یہ خوبیاں ہوں؟ ظاہر ہے کہ جب نماز جیسے دینی کام میں ابوبکرؓ ہمارے امام ہیں تو دنیوی امور میں بھی یہی امام ہوں گے۔ پھر فرمایا اے ابوبکر اپنا دست مبارک بڑھایئے ہم آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں

البتہ تمہاری بیعت کرتا ہوں کیونکہ اَنْتَ اَقْوٰی مِنِّیْ تم مجھ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہو۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اِنَّ قُوَّتِیْ لَکَ مَعَ فَضْلِکَ کہ میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔ یعنی افضل تو امیر ہوگا اور اقویٰ اس کا وزیر ہوگا۔

اس کے بعد سب حاضرین نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی۔ اور حضرت ابوبکرؓ باجماع مہاجرین وانصار خلیفہ منتخب ہوگئے۔

بیعت خاصہ کے بعد دوسرے دن بیعت عامہ ہوئی اور حضرت عمرؓ نے عامۃ الناس کے سامنے پھر حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان فرما کر لوگوں کو آپؓ کی بیعت کی ترغیب دی۔ اور پھر حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا اِصْعَدِ الْمِنْبَرَ کہ منبر پر تشریف لائیے۔ حضرت ابوبکر نے تامل کیا تو آپؓ نے اصرار کیا۔ تب حضرت ابوبکرؓ منبر پر چڑھے مگر جس درجہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھا کرتے تھے اس کو چھوڑ کر ایک درجہ نیچے بیٹھے اور عام مسلمین نے آپؓ کی بیعت کی۔

خلافت سیدنا ابوبکرؓ کے زمانہ میں حضرت عمرؓ ان کی مراد بن کر ان کے وزیر با تدبیر اور مشیر خاص رہے۔ وہ نظارہ بھی قابل دید تھا جب لشکر اسامہؓ کی روانگی کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ خود مقام جرف میں تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہؓ کو سوار کیا اور خود پا پیادہ چلتے ہوئے ان کو نصیحتیں فرماتے جا رہے تھے۔ آپؓ نے انتہائی رقت آمیز لہجے میں فرمایا کہ اسامہ! میرے اوپر خلافت کی عظیم ذمہ داری آ چکی ہے۔ مہربانی فرما کر حضرت عمرؓ کو میری معاونت و مشاورت کے لیے میرے ہاں رہنے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی اور حضرت سیدنا عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں جتنے فتنوں نے سر اٹھایا حضرت عمرؓ

نے ان کی سرکوبی کے لیے آپ ؐ کا بھرپور ساتھ دیا۔

جب جنگ یمامہ میں حفاظ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر اسی طرح حفاظ اور قراء شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ آپؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع کروایا جائے اور اس کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے تو اس کام سے انکار کیا مگر حضرت عمرؓ کے بار بار توجہ دلانے اور اصرار کرنے سے انکا شرح صدر ہو گیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو قرآن مجید کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت عمرؓ کی معیت میں یہ کام شروع فرمایا اور تکمیل تک پہنچایا۔ اس طرح جمع قرآن جیسا عظیم کارنامہ حضرت عمرؓ کے مشورہ اور معاونت سے انجام پذیر ہوا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عمرؓ جری ، عمرؓ جرأت ، عمرؓ جانباز
عمرؓ قوی ، عمرؓ قوت ، عمرؓ ممتاز

عمرؓ حدیث شجاعت ، عمرؓ حکایت شمشیر
عمرؓ فسانہ غزوات ، عمرؓ قصہ توقیر

عمرؓ وقار قیادت ، عمرؓ شکوہ جہاد
عمرؓ مجاہد بے باک ، عمرؓ بندہ آزاد

عمرؓ قبول ، عمرؓ قابل و مقبول
عمرؓ دعائے پیمبر ، عمرؓ مراد رسول

☆☆☆☆

## ۱۶:- شانِ عمر فاروقؓ (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ الخ (سورۃ نور)۔ صدق اللہ العظیم

گرامی قدر سامعین! آج میں آپکے سامنے خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور فضیلت کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

**خلافت:**

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اہل ایمان واعمال صالحہ کو زمین میں حکومت وخلافت دینے جو وعدہ فرمایا ہے وہ جس طرح حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے حق میں پورا ہوا' اسی طرح سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں بھی پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات واسباب پیدا فرماتے رہے کہ نمبر وار ان حضرات کو خلافت ملتی گئی اور وعدہ الٰہیہ پورا ہوتا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیماری میں بعض مخلص صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر کے اپنے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد فرمادیا۔

بعض صحابہ کرامؓ نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت عمرؓ سخت مزاج ہیں
حضرت ابو بکرؓ نے جواباً فرمایا کہ جب اسکے کندھوں پر بار خلافت آئے گا تو خود
بخود نرم ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب آپؓ نے انکو اپنے اس ارادے سے مطلع فرمایا
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے لَیْسَ لِیْ حَاجَۃٌ اِلَیْھَا کہ مجھے خلافت وامارت کی
ضرورت نہیں، مجھے رہنے دیجیے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
اور ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے تجھے خلافت کی ضرورت نہیں وَلٰکِنْ لَّھَا حَاجَۃٌ
بِکَ لیکن آج خلافت کو تیری ضرورت ہے۔ تیری موجودگی میں کوئی اور شخص
مجھے یہ بار امانت اٹھانے کا اہل نظر نہیں آتا' اس لیے یہ ذمہ داری تو نے ہی اٹھانی
ہے۔ اس طرح آپؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی اس دردمندانہ گزارش کے سامنے
خاموش ہو گئے۔ خلافت کی عظیم ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے آپ بار بار کہا
کرتے تھے کہ کاش یہ بوجھ میں نہ اٹھاتا یہ اتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ اسکی بجائے
اگر میری گردن اتار دی جاتی تو میرے لیے آسان تھا۔

صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے اولین خطبے میں برملا یہ
اعلان فرمادیا مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ فِیَّ اِعْوِجَاجًا فَلْیُقَوِّمْہُ لوگو! میری جلالت طبع
سے خوف زدہ مت ہونا' اگر میرے اندر کوئی کجروی دیکھو تو اسے پوری جرأت کے
ساتھ درست کر دینا۔ مجمع میں سے ایک عام سا آدمی کھڑا ہوا اور اپنی ننگی تلوار فضا
میں لہرا کر کہنے لگا وَاللّٰہِ لَوْ وَجَدْنَا فِیْکَ اِعْوِجَاجًا لَقَوَّمْنَا ہُ بِحَدِّ سُیُوْفِنَا
اللہ کی قسم اگر آپ کے اندر کوئی کجی پائی گئی تو ہم تجھے اپنی تلواروں کی دھار سے سیدھا
کریں گے۔ فَفَرِحَ عُمَرُ یہ جملہ سن کر حضرت عمرؓ انتہائی خوش ہوئے اور فرمانے
لگے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ امت میں ایسے جرأت مند اور نڈر لوگ بھی موجود ہیں مَنْ
یُقَوِّمُ عُمَرَ بِحَدِّ سَیْفِہٖ جو عمر کو اپنی تلوار سے سیدھا کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

## حسنِ انتظام:

آپ نے مملکت اسلامیہ کا جدید خطوط پر انتہائی احسن انتظام فرمایا۔ مملکت کو مختلف صوبوں میں تقسیم فرما کر انتہائی عادل اور متقی گورنر متعین فرمائے۔ آپؓ نے گورنروں کو اظہار شان وشوکت اور خود پروری سے سخت منع فرمایا۔ انکے لیے یہ لازم قرار دیا کہ وہ انتہائی سادہ کپڑے پہنیں گے اور انتہائی سادہ غذا استعمال کریں گے۔ تاکہ کسی غریب کی دل شکنی نہ ہو۔ اور عوام اپنے اور انکے درمیان فاصلہ محسوس نہ کریں۔ آپ نے انکو اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سواری کرنے سے اور دروازہ پر دربان رکھنے سے منع فرمادیا۔ اور انکو ملنے والے ہدایا اور تحفوں کو بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دے دیا۔

گورنروں کا آپ شدید احتساب فرمایا کرتے تھے اور عوام سے براہ راست انکے خلاف شکایات سنتے تھے۔ حج کے موقع پر خصوصی شکایات سیل قائم کیا جاتا تھا اور پوری مملکت کے عوام کو حق حاصل تھا کہ وہ خود امیر المؤمنین کے ساتھ بالمشافہ ملاقات کرکے اپنی شکایات اور مطالبات پیش کریں۔ آپ اپنے گورنروں کی معمولی سی غلطی کا بھی سختی سے نوٹس لیتے اور انکو تبدیل یا معزول فرمادیتے تھے۔

## فتوحات:

آپکے دورِ حکومت میں فتوحات کا وسیع سلسلہ شروع ہوا۔ تقریباً ۲۲ لاکھ مربع میل کے علاقے پر اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ ۵ھ میں غزوہ خندق کے موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش گوئی فرمائی تھی أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحُ الشَّامِ، أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحُ الْفَارِسِ، أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحُ الْيَمَنِ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ملک شام، فارس اور یمن کے علاقے فتح فرمادیے اور انکے خزانوں کی کنجیاں

مجھے دے دی گئی ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ علاقے ہرگز فتح نہ ہوئے تھے۔ بلکہ یہ سب علاقے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مفتوح ہوئے یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کا دور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کا تتمہ تھا۔ آپ کے ہاتھوں پر ان علاقوں کا فتح ہونا گویا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر فتح ہونا ہے اور یہ بات آپ کی خلافت کے برحق ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

آپؓ کے دور حکومت میں شام، مصر، عراق، ایران، جزیرہ، خوزستان، آرمینیہ، آذربائیجان، کرمان، خراسان، مکران اور بیت المقدس کے علاقے فتح ہوئے۔

**کارهائے نمایاں:**

آپؓ نے اپنے دور حکومت میں تقریباً ۱۰۳۶ شہر فتح فرما کر وہاں اسلامی نظام قائم فرمایا۔ تقریباً چار ہزار نئی مساجد تعمیر فرمائیں اور ان میں ائمہ اور خطباء کا تقرر فرمایا۔ آپؓ نے اپنے دور میں مسجد نبوی کی توسیع فرمائی اور اس میں نمازیوں کے لیے ہر قسم کی سہولیات کا انتظام فرمایا۔

آپؓ نے بیت المال کا محکمہ قائم فرمایا، عدالتوں کو قائم کر کے ان میں باقاعدہ قاضی مقرر فرمائے، سن ہجری کا آغاز آپ ہی نے فرمایا، ملک میں باقاعدہ فوج کی بھرتی شروع فرما کر فوجی نظام قائم فرمایا، سابقہ نہروں کی صفائی اور نئی نہروں کی کھدائی کروائی اور آبپاشی کا محکمہ قائم فرمایا۔ آپؓ نے مختلف نئے شہر آباد فرمائے، محکمہ مال قائم کیا، جیل خانوں کا اجراء فرمایا اور محکمہ پولیس قائم کیا۔ اسی طرح محکمہ تعلیم کا اجراء بھی آپؓ نے فرمایا۔ مملکت کو مختلف صوبوں میں تقسیم فرمایا اور مختلف مقام پر فوجی چھاؤنیاں تعمیر فرمائیں۔ یہ آپؓ کے وہ کارنامے ہیں جنکی اس

سے پہلے نظیر نہ تھی اور بعد والے لوگوں نے آپؓ ہی کی نقالی کی ہے۔

**قیام عدل :**

آپؓ نے اپنے دور میں اس حد تک عدل وانصاف قائم کیا کہ دنیا جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

☆ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے آپؓ نے زوردار انداز میں فرمایا اسمعوا و اطیعوا لوگو! میری بات غور سے سنو اور قبول کرو۔ مجمع میں سے ایک عام سا آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا لا نسمع و لا نطیع ہم نہ سننے کے لیے تیار ہیں اور نہ ماننے کے لیے۔ آپؓ نے پوچھا ولم یا اخی کیوں میرے بھائی؟ وہ کہنے لگا کہ کل جو مال غنیمت آپؓ نے تقسیم فرمایا آپ نے ہر آدمی کو دو دو گز کپڑا دیا اور آج اسی کپڑے کی قمیص آپکے وجود پر ہے۔ دو گز میں قمیص تو نہیں بن سکتی پہلے آپ اس قمیص کا حساب دیں تب ہم سے خطاب کریں۔

آپؓ مسکرائے اور اپنے بیٹے سے فرمایا قم یا عبداللہ فاشھد کہ اے عبداللہ کھڑا ہو اور گواہی دے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ یہ دوسرا کپڑا میں نے ابا جی کو دیا تھا۔ تب انکی قمیص بنی۔ اب وہ شخص کہنے لگا الآن قل نسمع تو پھر خطاب فرمائیے ہم سننے ماننے کے لیے تیار ہیں۔

☆ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک دفعہ ایک مصری کے ساتھ گھڑ دوڑ کا مقابلہ کیا تو وہ مصری سبقت لے گیا۔ گورنر کے بیٹے نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے غصہ میں آ کر اس مصری کو ایک کوڑا مار دیا۔ مصری نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور اس زیادتی کی شکایت حضرت عمرؓ کی خدمت میں کروں گا۔ گورنر کا بیٹا مسکرا کر کہنے لگا کہ تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے فانا ابن الاکرمین میں بڑے لوگوں کی اولاد ہوں۔

حضرت عمرؓ جب حج پر تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں تمام اعیان سلطنت اور وزراء مملکت موجود تھے کہ وہ مصری شکایت لیکر حاضر ہو گیا۔ اس نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ ھٰذَا ضَرَبَنِیْ ظُلْمًا کہ اس شخص نے مجھے ظلماً مارا ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے انا ابن الاکرمین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے غضب کی نگاہوں سے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص کی طرف دیکھا اور فرمایا مَتٰی اِسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْھُمْ اُمَّھَاتُھُمْ اَحْرَارًا کہ تم نے کب سے عوام کو غلام بنا رکھا ہے حالانکہ وہ آزاد پیدا ہوئے ہیں۔ پھر آپؓ نے شکایت لگانے والے کو اپنا درہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اِضْرِبْ بِھَا ابْنَ الْاَکْرَمِیْنَ کَمَا ضَرَبَکَ کہ تو بھی اس کو اسی طرح مارے جس طرح اس نے تجھے مارا تھا۔ چنانچہ آپ نے فوری طور پر مجمع عام میں بدلہ دلایا اور پھر فرمایا کہ حق تو یہ بنتا ہے کہ اسکے والد کو بھی مارا جائے جس نے اسکی صحیح تربیت نہیں کی اور وہ غرور میں مبتلا ہو گیا ہے۔

☆ . مدینہ منورہ میں عم رسول سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی سے متصل تھا اور اس کا پرنالہ مسجد میں گرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کسی سفر میں تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازیوں کی تنگی کیوجہ سے وہ پرنالہ اکھیڑ دیا۔ حضرت عباسؓ واپس آئے تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے اور مدینہ منورہ کے قاضی حضرت ابی بن کعبؓ کی عدالت میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ کو طلب کر کے سوال کیا کہ کسی دوسرے کے مکان میں آپ نے تصرف کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے جواباً پرنالہ

اکھیڑنے کی وجوہات بیان کیں اور فرمایا کہ یہاں مسجد کی طرف پرنالہ لگانا ہی نامناسب تھا۔ حضرت عباسؓ فرمانے لگے کہ یہ پرنالہ اس مقام پر میں نے نہیں لگایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے یہاں نصب فرمایا تھا۔ پھر آپؓ نے انصار میں سے دو معتبر شخصیتوں کو بطور گواہ بھی پیش کر دیا انھوں نے گواہی دی۔ کہ ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے یہاں پرنالہ نصب کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

اب حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور فرمانے لگے کہ اب اس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ چنانچہ آپؓ نے حضرت عباسؓ سے معذرت فرمائی اور فرمایا کہ اب حق یہ بنتا ہے کہ آپ سیڑھی کی بجائے میرے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرنالہ خود اپنے ہاتھ سے یہاں نصب فرمائیں۔ حضرت عباسؓ جھجکے مگر آپ نے اسی طرح نے پر اصرار فرمایا۔

اب دنیا نے دیکھا کہ عرب وعجم کے عظیم فرماں روا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انتہائی عاجزی اور مسکنت کے ساتھ دیوار کے ساتھ سر لگا کر کھڑے ہوگئے اور اپنے ہاتھوں میں گارے کی تغاری اٹھالی۔ حضرت عباسؓ نے انکے کندھوں پر سوار ہوکر پرنالہ اپنی جگہ نصب فرمادیا۔

بعد ازاں حضرت عباسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! یہ سب کچھ میں نے احقاق حق اور اجراء انصاف کے لیے کیا ہے۔ سو مجھے میرا حق حاصل ہوگیا ہے۔ اب میں بھی جانتا ہوں کہ اس پرنالے کیوجہ سے مسجد کے نمازیوں کو تکلیف ہوتی۔ ہے لہٰذا میں خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پورا مکان مسجد نبوی کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اسے گرا کر مسجد میں شامل فرمادیں۔

## خدمت خلق:

خدمت خلق آپؓ کا خاص وصف تھا۔ ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ میرے دورِ حکومت میں مخلوق خدا کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ سے دور دراز اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر جائے تو میں اسکا جواب دہ ہوں گا۔

آپ کا معمول تھا کہ رات کو جاگ کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں پہرہ دیتے تاکہ کوئی چور، ڈاکو کسی کو جانی و مالی نقصان نہ پہنچائے۔

☆ آپؓ ایک دفعہ اسی طرح مدینہ منورہ کی گلیوں میں پہرہ دے رہے تھے کہ ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز سنائی دی اور آگ جلنے کی روشنی دکھائی دی۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹا کر ان بچوں کی ماں سے پوچھا کہ اس وقت یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ کیا وجہ ہے؟ وہ عورت بولی کہ بھوک کیجہ سے رو رہے ہیں۔ میرے پاس انکے کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ آپؓ نے دیکھا کہ چولھے پر ہانڈی رکھی ہے اور نیچے آگ جل رہی ہے۔ پوچھا کہ اس ہانڈی میں کیا پک رہا ہے۔ وہ عورت نہایت حسرت آمیز لہجے میں کہنے لگی کہ اسمیں صرف پانی ہے جو میں نے صرف انکو بہلانے کے لیے چولہے پر چڑھا رکھا ہے۔ یہ میں ہی جانتی ہوں کہ میں اور میرے یہ یتیم بچے کس عسرت اور تنگی میں ہیں۔ اَللّٰهُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ عُمَرُ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ہی ہمارے اور عمر کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت عمرؓ یہ بات سن کر کانپ گئے اور فرمانے لگے بی بی! اسمیں عمر کا کیا قصور ہے؟ اس بیچارے کو تیرے حالات کا کیا پتہ؟ وہ عورت کہنے لگی پتہ رکھنا اس کا کام ہے، یَتَوَلّٰی اَمْرَنَا وَیَغْفُلُ عَنَّا ہمارے امور کا والی ہو کر ہم سے بے خبر کیوں ہے؟

پھر آپ رات کے اندھیرے میں فوراً بیت المال میں پہنچے اور اسکے خازن اسلم کو جگایا۔ ایک بوری میں کھانے کا سامان وغیرہ بھرا اور اسلم سے فرمایا کہ یہ میرے کندھے پر رکھواؤ۔ وہ کہنے لگا امیر المؤمنین! اَنَا اَحْمِلُهٗ عَنْكَ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں یہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپ نے جواباً فرمایا اَاَنْتَ تَحْمِلُ عَنِّیْ ذُنُوْبِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کیا کل قیامت کے دن بھی تو میرے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا؟ چنانچہ آپؓ نے وہ بوری اٹھائی اور اس عورت کے گھر تشریف لے گئے۔ اسلم ساتھ تھا وہ کہتا ہے کہ آپ نے ہانڈی کے اندر آٹا گھی شکر وغیرہ ڈال کر چولہے پر رکھا اور آگ جلائی۔ حالت یہ تھی کہ لکڑیاں گیلی ہونے کیوجہ سے آپ بار بار آگ جلانے کے لیے پھونک مار رہے تھے اور آپکی ڈاڑھی اور چہرہ مبارک راکھ آلود ہو گیا' حتیٰ کہ آپکی داڑھی سے دھواں نکلنے لگا۔ آپ نے اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر فرمایا آج یہ دھواں برداشت کر لے تاکہ کل قیامت کے دن جہنم کے دھوئیں سے بچ جائے۔

اس طرح آپؓ نے ایک حریرہ سا تیار کر کے ان بچوں کو کھلایا اور خود اسکے منہ میں اپنے ہاتھوں سے لقمے ڈالے۔ وہ عورت حیران تھی کہ یہ فرشتہ رحمت کون ہے؟ جب وہ بچے کھانا کھا چکے تو آپ دیر تک بیٹھے انکو دیکھتے رہے' حتیٰ کہ وہ کھیلنے اور مسکرانے لگے۔ تب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔

وہ عورت آپ کو دعائیں دینے لگی اور کہنے لگی اللہ تیرا بھلا کرے اَنْتَ اَوْلٰی بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے زیادہ تو اس لائق ہے کہ تجھے لوگوں کا والی بنا دیا جائے۔ آپؓ نے جواباً فرمایا کہ جب تو امیر المؤمنین کے ہاں جائے گی تو مجھے وہاں ہی پائے گی۔

اسلم کہتا ہے کہ راستے میں میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ بچوں کو کھانا

کھانے کے بعد دیر تک وہاں کیوں بیٹھے انگور دیکھتے رہے؟ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے ان بچوں کو روتے ہوئے دیکھا تھا میرا دل چاہا کہ اب انگور چکھتے اور مسکراتے ہوئے بھی دیکھوں تاکہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ بعد ازاں آپؓ نے اس گھرانے کے لیے بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا۔

☆ اسی طرح ایک دفعہ آپ رات کو گشت کر رہے تھے کہ بیرون مدینہ آپ نے ایک خیمہ دیکھا جس کے باہر ایک مسافر بیٹھا تھا اور اندر سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ آپ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں ایک پردیسی مسافر ہوں۔ اچانک میری بیوی کو زچگی کی تکلیف ہوگئی ہے۔ آپ نے سوال کیا کہ اسکے پاس کوئی دوسری عورت ہے؟ وہ کہنے لگا "نہیں"۔

آپؓ فوراً وہاں سے اٹھے اور اپنی بیوی حضرت اُم کلثومؓ بنت علیؓ کو جگا کر فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کا موقعہ تجھے ہاتھ آگیا ہے۔ اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت ام کلثومؓ فوراً اس خدمت کے لیے تیار ہوگئیں۔ زچگی کے موقعہ کی ضروری چیزیں اور کچھ کھانے کا سامان ساتھ لے لیا اور حضرت عمرؓ کے ساتھ چل پڑیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ کے اندر چلی گئیں اور آپ نے باہر چولہا بنا کر آگ جلائی اور ہانڈی میں حریرہ تیار کیا۔ مسافر حیران تھا کہ رات کے اندھیرے میں یہ فرشتہ رحمت کہاں سے آگیا؟ وہ کام کو ہاتھ لگاتا تو آپ منع فرما دیتے کہ یہ میرا کام ہے۔ اس نے نام پوچھا تو فرمایا کہ جسکی رضا کے لئے یہ کام کر رہا ہوں وہ میرا نام جانتا ہے۔ تجھے میرے نام سے کیا غرض؟ تھوڑی دیر کے بعد بچے کی پیدائش ہوگئی تو حضرت ام کلثومؓ نے اندر سے باہر آواز دی بَشِّرْ صَاحِبَكَ بِغُلَامٍ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اے امیر المؤمنین! اپنے ساتھی کو بچے کی خوشخبری دے

دیں۔

امیر المؤمنین کا لفظ سن کر وہ مسافر گھبرا سا گیا اور شرمندہ ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا اے میرے بھائی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں' یہ میرا فریضہ تھا۔ آپؓ نے وہ ہانڈی خیمہ کے دروازہ کے قریب رکھ دی اور فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کو بھی کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ اگر مزید کوئی معاملہ ہو تو کل مجھے اطلاع دینا۔ میں ہر خدمت کیلئے تیار ہوں۔ بعد ازاں آپؓ اپنی بیوی کو لیکر واپس گھر تشریف لے آئے۔

## خداخوفی :

خوف خدا اور خشیت الٰہی آپکے قلب مبارک میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قیامت کے دن کا ذکر سن کر آپکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور خوف خدا سے آپؓ لرزہ براندام ہو جاتے۔

☆ ایک دفعہ آپؓ کسی اجتماعی کام میں مشغول تھے کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے میرے اوپر زیادتی کی ہے' مجھے جلدی بدلہ دلایئے۔ آپکو اسکے اسطرح بے وقت آنے پر غصہ آیا اور اسے ایک دُرہ رسید کر کے فرمایا کہ ہر کام کے لیے کوئی موقعہ و محل ہوتا ہے۔ وہ شخص دُرہ کھا کر خاموشی سے چلا گیا۔ آپؓ کو فوراً تنبیہ ہوا اور فرمایا اس آدمی کو بلاؤ! جب وہ آدمی آگیا تو آپؓ نے اپنا درہ اس کی طرف پھینک کر فرمایا کہ جس طرح میں نے تجھے مارا ہے تو بھی مجھے مار لے اور بدلہ لے لے۔ کل قیامت کے دن خدا تعالٰے کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ وہ شخص کہنے لگا میں نے آپؓ کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے معاف کر دیا ہے۔

آپ فوراً مجلس سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز توبہ ادا کی اور پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر رو کر کہنے لگے یَا ابْنَ الْخَطَّابِ کُنْتَ

وَضِيْعاً فَرَفَعَکَ اللّٰہُ اے خطاب کے بیٹے! تو ذلیل اور پست تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند کر دیا۔ وَکُنْتَ ضَالاً فَهَدَاکَ اللّٰہُ اور تو گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دی وَکُنْتَ ذَلِیْلاً فَاَعَزَّکَ اللّٰہُ اور تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی اور تجھے لوگوں کا والی بنایا۔ اور آج تیری یہ حالت ہوگئی کہ ایک آدمی انصاف مانگنے آیا اور تو نے اسے کوڑا مار دیا، مَاذَا تَقُوْلُ لِرَبِّکَ کل قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دے گا؟ چنانچہ آپ کافی دیر تک یہ الفاظ دہراتے رہے اور زار و قطار روتے رہے۔

☆ ایک دفعہ آپ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے فوراً دروازہ پر دستک دیکر سوال کیا کہ یہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے۔ اسکی ماں کہنے لگی اے شخص اگر بچی بات پوچھتا ہے تو وہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین نے دودھ پینے والے بچوں کا کوئی وظیفہ مقرر نہیں کیا۔ ماں کو تو وظیفہ ملتا ہے مگر بچے کا علیحدہ وظیفہ اس دن سے شروع ہوتا ہے جب اس کا دودھ چھڑا دیا جائے۔ میں ایک انتہائی غریب عورت ہوں کوشش کر رہی ہوں کہ اس بچے کا دودھ قبل از وقت چھڑا دوں تا کہ اس کا وظیفہ جاری ہو جائے۔ اور اپنی ضروریات پوری کر سکوں اس لیے میرا یہ بچہ بھوک کیوجہ سے رو رہا ہے۔

آپ نے جونہی یہ بات سنی تو شدید دکھ ہوا اور سیدھے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ساری رات توبہ و استغفار کرتے رہے۔ آپ فرماتے تھے اے عمر! تیرے اوپر افسوس ہے۔ پتہ نہیں کتنے بچے بلک بلک کر روتے ہوں گے، کَمْ قَتَلْتَ مِنْ اَوْلَادِ الْمُسْلِمِیْنَ کتنے بچے اس طرح مر گئے ہونگے۔ مَاذَا یَکُوْنُ جَوَابُکَ حِیْنَ یَسْأَلُکَ رَبُّکَ کل قیامت کے دن خدا کی عدالت میں تیرا

کیا جواب ہوگا؟ هَلْ حَقَّقْتَ الْعَدْلَ يَا عُمَرُ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ ؟ اے عمر! کیا تو نے امت محمد یہ کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کر دیے ہیں؟

اس طرح آپ ساری رات روتے رہے اور توبہ استغفار کرتے رہے۔

فجر کی نماز کے وقت آپ نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا لوگو! بچوں کو دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو فَقَدْ فَرَضَ عُمَرُ لِكُلِّ مَوْلُوْدٍ مِنْ يَوْمِ وِلَادَتِهِ نَصِيْبًا آج سے عمر نے ہر بچے کے لیے اس کی ولادت کے دن سے وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔

☆ ملک شام کی فتح کے بعد جب آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ایک رات گشت فرماتے ہوئے شہر سے باہر ایک خیمہ دیکھا جس میں چراغ جل رہا تھا۔ آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا موجود ہے۔ آپ نے اسکا حال پوچھا تو وہ خلیفہ وقت کا شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگی کہ عمر ملک شام سے بخیریت واپس آ گیا ہے۔ لیکن اس نے مجھے کچھ عطا نہیں کیا۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ اماں جان! آپ شہر سے اتنی دور تشریف فرما ہیں، عمر بچارے کو آپ کے حالات کی کیا خبر؟ وہ برجستہ بولی وہ خلیفہ ہی کیا جو نزدیک والوں کی خبر رکھے اور دور والوں کو بھلا دے۔ میں تو کل قیامت کے دن خدا کی عدالت میں اسکا دامن پکڑ کر انصاف طلب کروں گی۔

حضرت عمرؓ قیامت کے دن اور خدا کی عدالت کا سن کر لرز گئے، آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی۔ اور اس بوڑھی سے فرمانے لگے کہ عمر بچارے کو معاف کر دیجئے۔ اس تکلیف کے بدلے جتنی رقم مجھ سے لینا چاہتی ہے لے لے۔ وہ کہنے لگی اے شخص مجھ سے مذاق نہ کر۔ آپؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز مذاق نہیں کر رہا۔ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس طرح بات چیت ہوتے

ہوتے بالآخر ۲۵ دینار پر معاملہ طے ہوگیا۔ کہ آج بوڑھی ۲۵ دینار لے لے گی اور کل قیامت کے دن حضرت عمرؓ کی شکایت نہ کرے گی۔

ابھی آپؓ نے اس بوڑھی کو رقم دیکر یہ معاملہ طے ہی کیا تھا کہ اچانک وہاں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور کہنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ امیر المؤمنین کا لفظ سن کر وہ بوڑھی سمجھ گئی کہ یہی امیر المؤمنین ہیں اور خوف کھانے لگی کہ میں نے کیا کیا کہہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ایک کاغذ منگوا کر اس پر یہ تحریر لکھی کہ بوڑھی نے ۲۵ دینار لیکر عمر کا قصور معاف کر دیا ہے۔ اور قیامت کے دن عمرؓ بری الذمہ ہوگا۔

آپؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس تحریر پر بطور گواہ دستخط کرائے اور واپس گھر تشریف لائے اور اپنے بیٹے کو وہ تحریر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ تحریر میری وفات کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا اور مجھے خدا کے حوالے کر دینا چنانچہ آپکی شہادت کے بعد وہ تحریر آپکے کفن میں رکھ دی گئی۔

**دین کی قدر:**

حضرت عمرؓ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جس چیز کے اندر بھی دین کی جھلک اور نسبت نظر آتی اسے فوراً قبول کر لیتے اور دل و جان سے اسکی قدر کرتے تھے۔

☆ ایک دفعہ آپ رات کو گشت فرما رہے تھے کہ ایک مکان کے اندر سے ایک ماں کی آواز سنائی دی۔ جو اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کا کہہ رہی تھی۔ آپؓ نے سنا کہ بیٹی نے پانی ملانے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ اس کام سے امیر المؤمنین نے منع فرمایا ہے۔ ماں بولی کہ بیٹی ہم غریب آدمی ہیں ہمارا گزارہ اسی دودھ فروشی پر ہے۔ مہربانی کر کے تھوڑا سا پانی ملا دے۔ چار پیسے زیادہ مل جائیں

گے۔ بیٹی بار بار انکار کر رہی تھی کہ یہ خیانت ہے اور اس سے حضرت عمرؓ نے منع فرما رکھا ہے۔

بالآخر ماں بولی کہ بیٹی" عمر یہاں تھوڑا ہی کھڑا دیکھ رہا ہے" بیٹی نے جواب دیا اِنْ کَانَ عُمَرُ لَایَنْظُرُ فَرَبُّ عُمَرَ یَنْظُرُ اگر عمر نہیں دیکھ رہا تو اسکا رب تو دیکھ رہا ہے میں ہرگز پانی نہیں ملاؤں گی۔ آپؓ کو اس لڑکی کے یہ الفاظ بڑے پسند آئے اور اس دروازہ پر نشان لگا کر روانہ ہوگئے۔ صبح اس بوڑھی کو دربار خلافت میں بلایا اور اسکے سامنے درخواست رکھ دی کہ میں اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم کے لیے لینا چاہتا ہوں۔ اور اسے بہو بنا کر قصر خلافت میں بسانا چاہتا ہوں۔ وہ بوڑھی حیران ہے کہ کہاں ہم لوگ اور کہاں امیر المؤمنین؟

آپؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بچی کے بولے ہوئے وہ کلمات اور اس کا عقیدہ اتنا پسند آیا کہ میں اسے اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں۔ بالآخر وہ دونوں ماں بیٹی اسپر راضی ہوگئیں اور بنو ہلال کی وہ عام سی لڑکی حضرت عمرؓ کی بہو بن کر قصر خلافت میں آگئی۔ مشہور خلیفہ سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس لڑکی کے نواسے تھے۔

☆ ایک دفعہ آپ نے مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اپنی بیٹیوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ اس سے بڑے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ اور سن لو آئندہ کے لیے مہر کی زیادتی پر پابندی لگادی گئی ہے۔

مجمع میں سے اچانک ایک عام سی عورت کھڑی ہوگئی اور حضرت عمرؓ کی بات کو ٹوکتے ہوئے کہنے لگی اَیُعْطِیْنَا اللّٰہُ قِنْطَاراً وَیَمْنَعُنَا عُمَرُ؟ کہ اللہ تو ہمیں خزانے عطاء فرمائے اور عمر کون ہوتا ہے اس پر پابندی لگانے والا؟ آپ نے پوچھے بی بی! وہ کیسے؟ تو اس عورت نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ

اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا(سورۃ النساء) کہ اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنا چاہو اور پہلی عورت کو بہت خزانہ دے چکے ہو تو اسمیں سے کچھ مت لینا۔

حضرت عمرؓ نے جب اس عورت کی یہ قرآنی دلیل سنی تو مجمع عام میں فرمایا اَخْطَاءَ عُمَرُ وَ اَصَابَتْ اِمْرَءَۃٌ عمر سے غلطی ہوگئی اور عورت ٹھیک کہتی ہے پھر آپؓ نے اپنے آرڈر کی منسوخی کا اعلان فرمادیا۔

**سادگی:**

آپؓ کی ایک اور نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ انتہائی سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ انتہائی سادہ کھانا کھاتے اور انتہائی سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ لوگوں میں اسطرح گھل مل کر رہتے کہ ایک عام آدمی کو یہ اندازہ بھی نہ ہوتا کہ یہی ۲۲ لاکھ مربع میل کے علاقے کے فرماں روا ہیں۔

ایک دفعہ قیصر روم کا ایک سفیر آپ سے ملنے کے لیے مدینہ منورہ آیا تو وہ لوگوں سے پوچھتا پھرتا رہا کہ شاہی محل کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہ یہاں کوئی بادشاہ ہے اور نہ ہی شاہی محل ہے۔ البتہ ہمارے امیر ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس نے آپ کا گھر پوچھا تو لوگوں نے ایک کچے اور سادہ گھر کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ یہ دیکھ کر مزید حیران ہوا کہ دروازے پر کوئی حاجب اور پہرہ دار بھی موجود نہیں ہے۔ گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو پتہ چلا کہ گھر پر نہیں ہیں شاید مسجد میں ہوں گے۔ مسجد میں جاکر پتہ کیا تو بتایا گیا خَرَجَ اِلٰی ظَاهِرِ الْمَدِيْنَةِ کہ ابھی مدینہ کے اطراف کی طرف نکلے ہیں۔ وہ شخص تلاش کرتا ہوا ادھر چل پڑا۔ آخر کسی نے بتایا کہ امیر المومنین تو وہ درخت کے نیچے آرام کررہے ہیں۔ اس نے قریب جاکر دیکھا تو آپ ایک کھجور کے درخت کے نیچے آدھے سائے اور آدھی دھوپ

میں لیٹے ہوئے تھے اور اپنی جوتیوں کو سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ ذرہ پاس موجود تھا اور ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار تھے۔ وہ شخص آپ کو یوں اس حالت میں دیکھ کر انتہائی حیران ہوگیا کہ آپ کس طرح بے فکر ہو کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جونہی آنکھ کھلی تو وہ شخص آپ کی ہیبت اور رعب کیوجہ سے لرزہ براندام تھا۔ اور اسکی زبان پر یہ جملہ تھا عَدَلْتَ فَأَمِنْتَ فَنِمْتَ تو نے عدل کیا اور امن پایا اور سوگیا۔ چنانچہ اس نے آپ کی یہ سادہ حالت دیکھ کر گواہی دی کہ آپ کا دین سچا ہے اور بعد ازاں اسلام قبول کرلیا۔

**فتح بیت المقدس :**

آپؓ کی زندگی کا مشہور واقعہ فتح بیت المقدس ہے۔ آپ کا بھیجا ہوا لشکر جب بیت المقدس کے شہر کے قریب پہنچا تو عیسائی قلعہ بند ہوگئے اور شہر کے تمام دروازے بند کرلیے۔ کئی ماہ کی خوراک وغیرہ انکے پاس تھی' اس لیے انھیں کوئی فکر نہیں تھی۔ مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ شہر کا محاصرہ کرلیں۔

سخت سردی کے موسم میں مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ تقریباً ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد عیسائیوں کے علماء و عمائدین باہم مشورہ کر کے مسلمانوں سے مخاطب ہوئے کہ آخر آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے جواب دیا اِبْتَعَثَنَا اللّٰهُ لِنُخْرِجَ عِبَادَاللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِالْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ رَبِّ الْعِبَادِ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ ہم اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی پر لگائیں۔ علماء شہر نے جواب دیا کہ ہماری مذہبی کتب کی رو سے تم ہرگز اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے' چاہے ایک سال محاصرہ جاری رکھو۔ اس شہر کو وہی شخص فتح کرے گا جس کا نام عمر

ہوگا۔

امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے زور دار نعرہ لگایا فَتَحْنَا الْبَلَدَ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ رب کعبہ کی قسم پھر ہم نے یہ شہر فتح کرلیا ہے۔ کیونکہ ہمارے خلیفہ اور امیر المؤمنین کا نام عمر ہی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہماری کتب میں اس عمر کی پوری پوری نشانیاں موجود ہیں۔ اسکو بلوالیں۔ اگر نشانیوں کے مطابق وہی عمر ہوا تو ہم بغیر کسی مزاحمت کے شہر کی چابیاں اسکے حوالے کردیں گے۔

مسلمانوں نے امتحاناً اپنے لشکر میں سے ایک شخص جسکی شکل کافی حد تک حضرت عمر سے ملتی تھی سامنے کیا تو وہ غور و خوض کرکے کہنے لگے۔ خدا کی قسم یہ شخص عمر کے مشابہ ضرور ہے مگر عمر نہیں ہے۔

اب حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے بااصرار بلوایا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک غلام کے ساتھ چل پڑے آپؓ نے غلام سے فرمایا، چونکہ سواری ایک ہے اس لیے ہم باری باری اسپر سوار ہوں گے پانچ میل میں پیدل چلوں گا اور تو سوار ہوگا اور پانچ میل تو پیدل چلے گا اور میں سوار ہونگا۔ غلام نے بڑی لجاجت کی کہ میں ایسی گستاخی نہیں کرسکتا مگر آپ نے اپنی عادلانہ شان کا اظہار کرتے ہوئے اسے اسپر مجبور کردیا۔

خدا کی قدرت جب آپ بیت المقدس کے قریب پہنچے تو غلام کے سوار ہونے کی باری تھی وہ عرض کرنے لگا کہ اب شہر قریب ہے۔ آپ ہی سوار ہو جائیں مگر آپؓ نہ مانے اور فرمایا کہ تیری باری ہے اور تو ہی سوار ہوگا۔ مسلمان تو آپکے انتظار میں تھے انھوں نے جونہی آپ [illegible] دیکھا تو خوشی سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے اور کہنے لگے "جَاءَ عُمَرُ" جَ[illegible] عُمَرُ" عمر آ گئے' عمر آگئے۔

عیسائی شہر کی فصیل پر کھڑ[illegible] ے علماء تورات، انجیل

نے جب سواری پر سوار شخص کو غور سے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہرگز وہ شخص نہیں ہو سکتا جسکی نشانیاں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ مسلمان کہنے لگے ہمارا خلیفہ وہ نہیں جو اونٹنی پر سوار ہے۔ بلکہ ہمارا خلیفہ تو وہ ہے جسکے ہاتھ میں اونٹنی کی مہار ہے۔

انھوں نے جب آپ کا حلیہ غور وخوض سے دیکھا حتیٰ کہ آپکے کرتے پر لگے ہوئے پیوند بھی گن لیے۔ اور ایک ایک نشانی پوری کر لی تو خود ہی بیت المقدس کی چابیاں آپکے حوالے کر دیں۔ آپ نے وہاں دس دن تک قیام کیا اور ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد وہ منظر بھی دیدنی تھا کہ جب آپ نے پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دلوائی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مبارک کی یاد تازہ ہوگئی۔

## عمرؓ اور توحید:

آپؓ کو توحید الٰہی کے ساتھ اتنا گہرا تعلق تھا کہ اسکے منافی ذرہ سی بات بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔

☆ آپ کے دور مبارک میں جب بعض لوگوں نے شجرہ بیعت رضوان (وہ درخت جسکے نیچے بیٹھ کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام کی بیعت لی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی رضاء کا پروانہ عطاء فرمادیا تھا) کے نیچے تبرک کے لیے بیٹھنا اور نفل پڑھنا شروع کر دیے۔ اور وہاں لوگوں کی غیر معمولی آمدورفت شروع ہوگئی تو آپؓ نے محض اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس درخت کی پوجا نہ شروع ہو جائے اسکو جڑوں سے اکھڑوا دیا۔

☆ آپکے دور میں ایک دفعہ حضرت دانیال پیغمبر کی قبر کسی وجہ سے کھل گئی اور ان کا وجود مبارک ظاہر ہوگیا تو آپؓ نے انکی تدفین کے لیے کئی قبریں مختلف جگہوں پر کھدوائیں اور پھر رات کی تاریکی میں ان کو کسی ایک قبر میں دفن

کرادیا تاکہ لوگوں کو آپ کی متعین قبر کا پتہ نہ چلے۔ یہ محض اس لیے کیا کہ کہیں لوگ آپ کی قبر کی پوجا پاٹ نہ شروع کر دیں۔

☆ ایک دفعہ حجر اسود کو چومنے لگے تو فوراً خیال آیا کہ کہیں اس پتھر کی تعظیم کا لوگ غلط معنی نہ نکالیں اور توحید الٰہی کو ٹھیس نہ پہنچ جائے۔ پھر آپؓ سب حاضرین کے سامنے حجر اسود سے یوں گویا ہوئے۔ يَا حَجَرُ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ فَلَوْلَا إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ اے پتھر بے شک تو محض ایک پتھر ہی ہے۔ نہ تو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتا ہوا نہ دیکھتا تو کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

☆ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت ولیاقت سے کون واقف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقدر میں فتح لکھ دی۔ آپؓ نے تقریباً ۱۲۵ جنگوں میں حصہ لیا اور کبھی شکست نہ کھائی۔ آپ کے ہاتھوں پر مسلسل ہونے والی فتوحات کی وجہ سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کا یہ عقیدہ سا بن گیا کہ شاید یہ ساری فتوحات خالد بن ولیدؓ کے وجود کی مرہون منت ہیں۔ آپؓ کی دور رس نگاہوں نے اس خطرہ کو بھانپ لیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کی بجائے خالد بن ولیدؓ پر بھروسہ رکھنے لگے ہیں۔ حالانکہ فتح و شکست تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

چنانچہ آپؓ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں لوگوں کے عقیدہ توحید میں ضعف پیدا نہ ہو جائے اور انکی نظریں مسبب الاسباب سے ہٹ نہ جائیں۔ فوری طور پر اسلام کے اس عظیم جرنیل کو معزول کر دیا۔ پھر حضرت خالدؓ کی عظمت پر بھی قربان جائیں کہ انھوں نے اسکا برا نہ منایا اور ایک عام سپاہی کی حیثیت سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے رہے۔

**عمرؓ اور عناصر اربعہ:**

اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے خاص محبین اور اولیاء کرام کے ہاتھوں پر کرامات کا ظہور فرما دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی کرامات کا ظہور فرمایا۔ حسن اتفاق ہے کہ آپکی کرامات چاروں عناصر (آگ ۔ پانی ۔ ہوا ۔ مٹی) پر ظاہر ہوئیں اوران چاروں عناصر نے آپکے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کر کے آپکی عظمت شان کا اعتراف کیا۔

☆ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے گردونواح کے پہاڑوں میں زبردست آگ لگ گئی۔ وہ آگ اتنی تیز اور خطرناک تھی کہ اسکا بجھانا انسانی بساط سے باہر تھا۔ آپؓ نے اللہ کا نام لیکر اپنی چادر بھیج دی کہ اس آگ میں پھینک دی جائے۔ جب آپؓ کی چادر مبارک آگ میں پھینکی گئی تو اللہ تعالیٰ نے خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے آگ کو بجھا دیا۔

☆ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب مصر کو فتح کیا تو وہاں مدت مدید سے ایک قبیح رسم جاری تھی کہ وہ لوگ ایک خاص مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو قیمتی زیورات اور بیش قیمت ملبوسات پہنا کر دلہن بناتے اور اسے دریائے نیل میں پھینک دیتے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو دریا میں خاطر خواہ پانی نہیں آتا اور ہماری ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انھیں اس شیطانی عمل سے حکماً روک دیا۔ خدا کی قدرت کہ اس سال پانی نہ آیا اور لوگوں کا اعتقاد مزید پختہ ہوگیا کہ جب تک لڑکی کی قربانی نہ دیں گے دریا خشک ہی رہے گا۔

حضرت عمرؓو اس صورت حال سے سخت پریشان ہوئے اور یہ سارا ماجرا خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا۔ آپؓ نے اس کے جواب میں ایک

رقعہ لکھا کہ میری طرف سے یہ دریا میں ڈال دو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ رقعے کا مضمون یہ تھا مِنْ عَبْدِاللّٰہِ عُمَرَبْنِ خَطَّابٍ اِلٰی نِیْلِ مِصْر کہ یہ رقعہ اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کی طرف لکھا گیا ہے۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِکَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللّٰہُ ھُوَالَّذِیْ یُجْرِیْکَ فَاَسْئَلُ اللّٰہَ الْوَاحِدَ الْقَھَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ. اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو بے شک نہ چل اور اگر تجھے چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے تجھے جاری فرما دے۔

یہ رقعہ دریا میں ڈالنے کی دیر تھی کہ ایک ہی رات میں سولہ گز پانی چڑھ آیا اور پھر آج تک اسکے پانی میں کمی نہیں آئی۔

☆ ایک دفعہ آپکے دور میں زمین پر زبردست زلزلہ آ گیا۔ آپ نے اللہ کا نام لیکر زمین پر اپنا درہ مارا اور فرمایا اے زمین کانپتی کیوں ہے؟ کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا؟ خدا کی قدرت کہ زلزلہ فوراً تھم گیا۔

☆ آپ نے ایک دفعہ نہاوند کے معرکے کے لیے ایک لشکر بھیجا ہوا تھا۔ دشمن بڑا سخت تھا اور آپ ہمہ وقت اس لشکر کے لیے متفکر رہتے تھے۔ ایک دن جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپؓ پر اس جنگ کا حال منکشف فرمایا۔ اور آپ نے زور دار لہجے میں کہنا شروع کر دیا" یَاسَارِیَۃُ اَلْجَبَلُ اَلْجَبَلُ "اے ساریہ پہاڑ کی جانب خیال کرو۔ حاضرین مسجد شدید حیران ہوئے کہ ساریہ کہاں اور حضرت عمر کہاں؟

تقریباً ایک ماہ بعد اس لشکر کے کچھ آدمی فتح کی خوش خبری لیکر مدینہ منورہ آئے۔ لوگوں نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو انھوں نے تصدیق کر دی کہ واقعی فلاں دن اور فلاں وقت ہم نے حضرت عمرؓ کی یہ آواز سنی تھی اور آپ ہی کی تنبیہ پر ہم

نے پہاڑ کا رخ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطاء فرمادی۔ تو اس طرح ہوا کے ذریعے آپ کی آواز وہاں پہنچ گئی۔

گرامی قدر سامعین! غور کریں آگ، پانی، ہوا مٹی سب نے آپ کا حکم مان لیا۔

**شہادت :**

زندگی کے آخری سال آپؓ نے حج کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء مانگی۔ یا اللہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں خلافت کی ذمہ داری سنبھالنا مشکل ہوگیا ہے۔ قبل اسکے کہ مجھ سے کوئی کوتاہی ہوجائے مجھے اپنے پاس بلالے۔ بعد ازاں آپکا معمول تھا کہ مسجد نبوی میں علیحدگی میں بیٹھ کر انتہائی گریہ وزاری سے دعا مانگا کرتے تھے۔ کسی نے کان لگا کر سُنا کہ سب کچھ ہونے کے باوجود آپ آخر کونسی دعاء مانگتے ہیں؟ تو آپکی دعاء کے الفاظ یہ تھے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِكَ کہ اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادتِ عطاء فرما۔ اور مجھے مدینہ منورہ کی موت نصیب فرما۔

لوگ حیران تھے کہ مدینہ منورہ کے اندر رہتے ہوئے بھلا آپکو شہادت کیسے مل سکتی ہے؟ مدینہ تو اب دارالامن ہے۔ نہ یہاں جنگ ہے نہ جہاد ہے۔

پھر ایک دن دیکھنے والوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ آپ صبح کی نماز کے لیے مسجد نبوی کے محراب میں کھڑے ہیں اور زور دار انداز میں فرمایا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَاعْتَدِلُوْا لوگو! صفیں سیدھی کرلو مل کر کھڑے ہوجاؤ۔ پھر آپؓ نے اللہ اکبر کہہ کر جماعت شروع کرادی۔ جونہی آپؓ نے قرآن مجید کی تلاوت شروع فرمائی تو محراب کے اندر چھپے ہوئے ایرانی النسل ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے زہر آلود خنجر سے آپؓ پر حملہ کردیا۔ اسکے پے در پے واروں سے آپ خون میں لت پت ہوکر

نیچے گر پڑے۔ آپکا پیٹ اس طرح چاک ہوگیا کہ احشاء باہر نکل آئے۔ اس ظالم کو پکڑنے کی کوشش میں مزید تیرہ آدمی زخمی ہوگئے۔ جن میں سے نو آدمی بعد میں جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ محراب کے اندر گرے پڑے ہیں۔ مگر آپ کو نماز کی اتنی فکر تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فوراً امامت کے لیے آگے کر دیا اور فرمایا کہ میری فکر نہ کرو پہلے نماز کی فکر کرو۔ پچھلی صفوں کے لوگ حضرت عمرؓ کی تلاوت کی آواز نہ آنے کی وجہ سے بار بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہتے رہے۔ مگر انکو کیا پتہ تھا کہ حضرت عمرؓ پر کیا گزر گئی۔

نماز مکمل ہونے کے بعد لوگوں کو اس حادثہ فاجعہ کا پتا چلا تو پورے مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ آپ کو گھر لایا گیا۔ دوا دی گئی۔ مگر دوا زخموں کے راستے باہر نکل آئی۔ اور آپ کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ آپ نے سوال فرمایا کہ میرا قاتل مسلمان ہے یا کافر؟ جب بتایا گیا کہ وہ کافر ہے تو آپؓ نے بلند آواز سے فرمایا فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

آپ کو نماز کی اتنی فکر تھی کہ بیماری کے ایام میں فرمایا کرتے تھے لَا حَظَّ لِي الْحَيَاةِ وَقَدْ عَجَزْتُ عَنِ الصَّلٰوةِ کہ جب میں نماز سے عاجز ہوگیا ہوں تو زندگی کا مزہ ہی ختم ہوگیا۔

آپ کو آخرت کی اتنی فکر تھی کہ بار بار خدا کے حضور پیشی کا ذکر فرماتے اور خوف خدا سے کانپ جاتے۔ ایک نوجوان کہنے لگا کہ حضرت! آپ اتنے متفکر کیوں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپکو اسلام کی توفیق دی۔ شرف صحابیت سے نوازا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنائی اور آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا

سے رخصت ہوئے تو آپؓ سے راضی تھے۔ پھر آپؓ نے خلافت کی ذمہ داری کو پوری دیانت وامانت سے نبھایا اور عدل وانصاف اور خدمت خلق کی ایک مثال قائم کرفرمادی۔ آج اللہ تعالیٰ آپؓ کوشہادت کی سعادت بھی عطاء فرمارہا ہے۔

جب اس نوجوان نے اس طرح آپ کے فضائل گنوائے تو آپ نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا لَوِدِدْتُ اَنَّ ذَالِکَ کَفَافٌ لَاعَلَیَّ وَلَالِیْ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ قیامت والے دن اگر میرا معاملہ برابر سرابر ہوجائے نہ کچھ لینا ہو اور نہ کچھ دینا پڑے تو یہ بھی سودا ستا ہے۔

آپؓ نے اپنے بعد خلافت کی ذمہ داری سونپتے ہوئے چھ آدمیوں کا انتخاب کیا کہ چھ آدمیوں کی یہ کمیٹی متفقہ طور پر اپنے میں سے جسکو چاہے خلیفہ بنادے۔ وہ آدمی یہ ہیں (۱) سیدنا حضرت عثمان غنیؓ (۲) حضرت سیدنا علیؓ (۳) حضرت طلحہؓ (۴) حضرت زبیرؓ (۵) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ (۶) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔

جب آپکی وفات کا وقت بالکل قریب تھا تو آپکا سر مبارک اپنے بیٹے کی گود میں تھا۔ آپ بار باراسکوفرماتے کہ میرا سرزمین پر رکھ دے۔ جب انھوں نے ایسا نہ کیا تو ڈانٹ کرفرمایا ضَعْ لِیْ لَااُمَّ لَکَ کہ میرا سر نیچے زمین پر رکھ دے۔ شاید میرا خاک آلود سر دیکھ کر میرے اللہ کو رحم آجائے۔

پھر آپؓ نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آدمی بھیج کرا کے حجرہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبرؓ کے پہلو میں دفن ہونے کے لیے جگہ کا سوال کیا۔ حضرت عائشہؓ کی حالت یہ تھی کہ زار وقطار رو رہی تھیں اور فرمانے لگیں کہ اگرچہ میں نے وہ جگہ اپنے لیے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج سیدنا عمرؓ کو ترجیح دیتے ہوئے وہ جگہ انکی قبر کے لیے وقف کرتی ہوں۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ خوشخبری دی گئی تو انتہائی خوش ہوئے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ سیدہ

عائشہ صدیقہؓ نے میری خلافت وحکومت کے اثر سے جگہ دی ہو۔ اس لیے عدل کا تقاضہ یہ ہے کہ میری وفات کے بعد میرا جنازہ حجرہ عائشہؓ کے باہر رکھ کر ایک مرتبہ پھر قبر کی جگہ کے لیے سوال کرنا۔ اگر بطیب خاطر اجازت دیں تو ٹھیک، ورنہ مجھے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

بالآخر یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہوگئی کہ جب آپ ایک موقعہ پر بمعہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کوہ اُحد پر موجود تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ گویا خوشی سے جھومنے لگا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اُسْكُنْ يَاثَبِيْرُ فَاِنَّ عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ کہ اے پہاڑ! رک جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اللہ کا کرم دیکھیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے انکی تمنا اور چاہت سے بڑھ کر عطاء فرمادیا۔ صرف مدینہ کی موت نہیں، مسجد نبوی کی موت بلکہ محراب رسول کی موت عطاء فرمائی۔ اور پھر روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبر کے لیے جگہ بھی عطاء فرمائی۔

گرامی قدر سامعین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت وحکومت کے زمانے میں اگر چہ مال ودولت کی ریل پیل تھی ایک عام آدمی کا بھی معیار زندگی اتنا بلند تھا کہ ہم اسکا تصور نہیں کر سکتے مگر آپؓ نے اس مال ودولت سے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی کوئی جائیداد بنائی۔ آپ کی شھادت کے بعد آپکے لین دین کا حساب کیا گیا تو آپکے ذمے ۸۶۰۰۰ درہم قرض تھا جو آپکی وصیت کے مطابق آپکا مکان فروخت کر کے ادا کر دیا گیا۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے دور مبارک میں

ایک دفعہ صدیق وعمر رضی اللہ عنہما آپکے دائیں بائیں موجود تھے اور ان تینوں نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے۔ صحابہ کرامؓ یہ منظر دیکھ کر خوش ہوئے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ دیکھنے والو! یہ منظر اپنی آنکھوں میں بسالو هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن بھی ہم تینوں اسی طرح اکٹھے اُٹھیں گے۔

پھر ایک موقعہ پر آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَّاحِدَةٍ فِيْهَا نُدْفَنُ وَ مِنْهَا نُخْرَجُ کہ میں اور ابوبکرؓ وعمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ہم ایک ہی مٹی میں دفن ہونگے اور ایک ہی جگہ سے قیامت کے دن اُٹھیں گے۔

دیکھیے! حجرہ نبوی میں حضرت عمرؓ کی تدفین ہوجانے سے کس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئیاں پوری ہوگئیں! فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

---

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

## ۱۷:- شانِ عثمان غنیؓ (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحاً قَرِیْباً (سورۃ فتح) وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَرَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ عُثْمَانُ.

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

گرامی قدر سامعین! آج میں آپکے سامنے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب عرض کرنے کی سعادت حاصل کرونگا۔

### نسب نامہ:

عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبد مناف۔

اسطرح آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جا کرمل جاتا ہے۔ آپکی والدہ کا نام اروی تھا جو آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ام حکیم کی بیٹی تھیں۔

### قبولِ اسلام

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی نبوت اور توحید الٰہی کا اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت عثمانؓ مکہ مکرمہ میں موجود نہ تھے۔ ملک سے باہر کسی دور دراز کے سفر پر تھے۔ آپ نے وہاں ہی ایک خواب دیکھا اور ہاتف غیبی سے کچھ اشعار

سنے۔

عُثْمَانُ عُثْمَانُ یَاعُثْمَانْ لَکَ الْجَمَالُ وَلَکَ الشَّانْ
هٰذَا نَبِیٌّ مَعَهُ الْبُرْهَانْ اَرْسَلَهٗ بِحَقِّهِ الدَّیَّانْ
وَجَاءَ هُ التَّنْزِیْلُ وَالْفُرْقَانْ فَاتْبَعْهُ لَاتَغْتَابِکَ الْاَوْثَانْ

کہ اے عثمان! تیرے لیے بڑی عظمت اور شان کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ اللہ کے نبی واضح دلیل دیکر مبعوث ہوچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکودین حق دیکر بھیجا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور فرقان لیکر تشریف لائے ہیں انکی پیروی کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ بتوں کی عبادت تجھے گمراہ کردے۔

حضرت عثمان غنیؓ یہ عجیب وغریب اشعار سن کر انتہائی حیران ہوئے۔

جب مکہ مکرمہ میں واپس آئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دعوت اسلام دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اب آپ نے اپنا وہ خواب اور وہ اشعار ان کو سنائے۔ ابھی یہ باتیں ہوہی رہی تھیں کہ اس مجلس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ نے بھی حضرت عثمانؓ کو دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسی مجلس میں آپؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ اور توحید ورسالت کی گواہی دیکر سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی فہرست میں نام درج کروالیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔

## مصائب وتعذیب:

جس طرح اس دور میں نومسلم صحابہ کرامؓ پر مظالم ڈھائے جاتے تھے اسی طرح حضرت عثمانؓ پر بھی کفار مکہ نے جی بھر کر مظالم کیے اور ان کا جینا دوبھر کردیا۔ حتی کہ ان کا اپنا سگا چچا حکم بن عاص ان پر اتنے ظلم کرتا کہ سننے والوں کا پتہ پانی ہوجاتا ہے۔ آپؓ کو رسیوں سے باندھ کر دھوپ میں پھینک دیتا نہ کچھ کھانے کو دیتا

نہ پینے کو۔ بعض اوقات آپکو چٹائیوں میں لپیٹ کر دھواں دیتا کہ سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا۔ آپؓ نے یہ تمام مظالم انتہائی جرأت و پامردی کے ساتھ برداشت کیے مگر توحید و رسالت کا دامن نہ چھوڑا۔

## نکاح رقیہ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اشاعت التوحید کے پیچھے جو جانگداز مصائب جھیلنے پڑے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کفار مکہ نے آپؐ کی بیٹیوں کو طلاقیں دلوادیں۔ چنانچہ ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے آپؐ کی دونوں بچیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ کو طلاق دے دی۔ یقیناً آپؐ کے لیے یہ دکھ ناقابل برداشت تھا۔ مگر لہو کا یہ گھونٹ بھی آپؐ نے توحید الٰہی کے پیچھے پی لیا۔

آپؐ اپنی بڑی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کے لیے متلاشی تھے کہ آپکی نظر انتخاب حضرت عثمانؓ پر پڑی۔ حضرت عثمانؓ کے بھاگ جاگ پڑے اور آپؐ نے حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا۔ اس موقعہ پر سُعدیٰ نے حضرت عثمانؓ کو اس انداز میں مبارک بادی۔

لَبْشِرْ وَحُيِّيتَ ثَلَاثًا وِتْرًا     ثُمَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا اُخْرٰى

ثُمَّ بِاُخْرٰى لِكَیْ تَتِمَّ عَشْرًا     لَقِیْتَ خَیْرًا وَوُقِیْتَ شَرًّا

نَكَحْتَ وَاللّٰهِ حَصَانًا زَهْرَاءَ     وَاَنْتَ بِكْرٌ وَلَقِیْتَ بِكْرًا

اے عثمان! تجھے تین مرتبہ، پھر تین مرتبہ اور پھر تین مرتبہ مبارک باد ہو۔ پھر ایک مرتبہ اور مبارکباد ہوتا کہ دس مبارک بادیں پوری ہو جائیں۔ تجھے خیر اور بھلائی حاصل ہو چکی ہے۔ اور تو شر و فساد سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! تو نے ایک پاکیزہ اور عفیفہ عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو بھی پاکدامن تھا اور اللہ نے تجھے بیوی بھی پاک دامن عطاء فرمادی ہے۔

### ہجرت حبشہ:

کفارمکہ کے مظالم مسلمانوں پر روز بروز بڑھ رہے تھے اور ان سے بچاؤ کی کوئی ظاہری صورت نظر نہ آرہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف نازل فرما کر مسلمانوں کو اصحاب کہف کا واقعہ سنایا۔ اسمیں یہ اشارہ تھا کہ جس طرح وہ لوگ ہجرت کر کے محفوظ مقام پر چلے گئے اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ کسی محفوظ مقام پر ہجرت کر کے چلے جائیں۔

اس سورت میں حضرت موسیٰ وخضرؑ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔اس واقعہ میں گویا یہ اشارہ تھا کہ نتائج ہمیشہ ظاہر کے مطابق نہیں ہوتے جس طرح حضرت خضرؑ کے افعال ظاہر میں کچھ اور نظر آرہے تھے اور ان کا نتیجہ کچھ اور تھا۔اسی طرح مسلمانوں کے حالات ظاہری طور پر گو ناگفتہ بہ ہیں مگر نتیجہ انہی کے حق میں ہوگا۔

چنانچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رجب ۵ ؁ نبوت میں مظلوم مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ اگرچہ وہاں کا بادشاہ عیسائی تھا مگر عادل اور نیک طینت تھا۔ چنانچہ آپ کا حکم پاتے ہی بارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل مختصر سا قافلہ ہجرت حبشہ کے لیے روانہ ہوگیا۔اس قافلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور انکی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔

آپؐ نے انکے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد عثمان بن عفان سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی اہلیہ سمیت راہ خدا میں ہجرت فرمائی (مستدرک)

ان مسلمانوں نے ابھی حبشہ میں تین ماہ ہی گزارے تھے کہ انھیں اطلاع ملی کہ قریش مکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت چھوڑ کر مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔اور مکہ اب امن وعافیت کا گہوارہ بن گیا ہے۔ یہ اطلاع پاتے ہی یہ تمام لوگ

خوشی خوشی مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔ یہاں آ کر پتہ چلا کہ وہ اطلاع تو غلط تھی۔

اب قریش مکہ نے ان مظلوم مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے شروع کر دیے۔ بنی ہاشم کا مقاطعہ شروع ہونے کے بعد ان مظلوموں کی درخواست پر آپؐ نے انھیں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اب کی مرتبہ ہجرت کرنا پہلے کی طرح آسان نہ تھا۔ تاہم تقریباً ایک سو سے زیادہ مرد و زن نہایت رازداری کے ساتھ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے (بمعہ اپنی زوجہ مطہرہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ) اس دوسری ہجرت میں بھی شمولیت فرمائی۔

اس طرح آپ نے اپنی اہلیہ سمیت دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

**حیاء عثمانؓ:**

حضرت عثمانؓ کی ایک نمایاں خصوصیت "حیا" تھی۔ آپ اتنے حیادار تھے کہ آپ نے ساری زندگی کسی نامحرم عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا حتی کہ آپ نہانے کے وقت بھی اس حد تک حیاء کو ملحوظ رکھتے تھے کہ ایک عام آدمی اسکا تحمل نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ تھی کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ خود اَشَدُّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ (کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار) تھے وہ بھی آپ کی صفت حیاء کی قدر فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دے کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے لیٹے لیٹے اسی حالت میں اجازت دے

دی۔ وہ اندر تشریف لا کر آپ کی خدمت اقدس میں بیٹھ کر باتیں وغیرہ کرنے لگے۔
تھوڑی دیر کے بعد اسی طرح سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دستک دے کر
اجازت طلب فرمائی تو آپؐ نے انھیں بھی اجازت دے دی وہ بھی آپ کی خدمت
میں حاضر ہوگئے۔ حالت یہ تھی کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح لیٹے ہوئے
ان سے باتیں فرماتے رہے۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد دستک ہوئی تو پتہ چلا کہ حضرت سیدنا عثمانؓ تشریف
لائے ہیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا نام سن کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ فَجَلَسَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَوّٰی ثِیَابَہٗ اور آپ نے اپنے کپڑوں کو
درست فرمالیا اور پھر فرمایا کہ عثمانؓ کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ جب یہ تینوں
حضرات کچھ دیر خدمت اقدس میں بیٹھ کر چلے گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں کہ میں نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کا نام سن کر اتنا
اہتمام کیوں فرمایا کہ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو سنبھال لیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا
اِنَّ عُثْمَانَ تَسْتَحِیْ مِنْہُ الْمَلَآئِکَۃُ فَکَیْفَ لَا اَسْتَحْیِیْ مِنْہُ کہ عائشہ! عثمان
وہ شخص ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ بھلا میں اس
سے حیاء کیوں نہ کروں؟

## بیرِ رومہ کی خریداری :

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں
میٹھے پانی کا تقریباً ایک ہی کنواں تھا۔ جو کہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ سب
صحابہ کرامؓ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اسی کنواں کا پانی پئیں۔ وہ کمینہ خصلت یہودی
اول تو مسلمانوں کو پانی بھرنے نہیں دیتا تھا۔ اور اگر اجازت دیتا بھی تھا تو پانی قیمتاً
بیچتا تھا اور ایک ایک ڈول کی بھاری قیمت وصول کرتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے

بڑی تکلیف دہ صورت تھی کہ پانی بھی مہنگے داموں خرید کر پئیں۔

ایک دن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ کاش کوئی آدمی اس یہودی سے یہ کنواں خرید لیتا اور مسلمانوں کے لیے وقف کردیتا! آپؐ نے مزید فرمایا کہ کون وہ خوش قسمت ہے جو یہ کنواں خرید کر وقف کرے اور مجھ سے جنت کی بشارت حاصل کرے۔

یہ اعلان سنتے ہی حضرت سیدنا عثمان غنیؓ اٹھے اور یہودی کے ساتھ بات چیت کر کے اس سے ۲۰ ہزار درہم میں وہ کنواں خرید لیا اور خدمت اقدس میں آکر سب مسلمانوں کے لیے وقف کرنے کا اعلان فرما کر لسان نبوت سے جنت کی بشارت حاصل کرلی۔ بعد ازاں اس کنویں کا نام بیر عثمان پڑ گیا اور آج تک اس کنویں سے اہل مدینہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

## غزوہ بدر اور عثمانؓ :

غزوہ بدر کے موقعہ پر آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ چیچک کے مرض میں مبتلا تھیں۔ حضرت عثمانؓ انکی تیمارداری کی وجہ سے کفر واسلام کے اس اولیں معرکہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ خدا کی قدرت کہ جس دن رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو اسی دن حضرت رقیہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کو انکی وفات کا بڑا دکھ ہوا۔ بعد ازاں جب آپؐ نے غزوہ بدر کی غنیمت تقسیم فرمائی تو حضرت عثمانؓ کو بھی اس غزوہ میں شریک سمجھا گیا۔ کیونکہ وہ آپ ہی کے حکم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عثمان اِنَّ لَکَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهٗ تجھے اتنا ہی اجر وثواب ملے گا جتنا اس غزوے میں شریک ہونے والے کو ملے گا اور تجھے مال غنیمت کا بھی اتنا حصہ ملے گا جتنا ایک بدری غازی کو ملے گا۔

## نکاح اُم کلثومؓ:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کچھ مغموم سے رہنے لگے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انکی یہ کیفیت برداشت نہ ہوسکی اور آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ان سے فرمادیا۔ خدا کی قدرت کہ حضرت ام کلثومؓ بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ۹ھ میں وفات پاگئیں اور ایک دفعہ پھر حضرت عثمانؓ رنڈوے ہوگئے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت حسرت سے فرمایا لَوْ كَانَ عِنْدِیْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُهَا عُثْمَانَ کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی گھر میں موجود ہوتی تو میں اسکا نکاح بھی عثمانؓ سے کردیتا۔

بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اگر آپکی تیسری بیٹی بھی وفات پاجاتی تو............

آپؐ نے جواباً ارشادفرمایا لَوْ كَانَ لِیْ اَرْبَعُوْنَ بِنْتًا لَزَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتّٰی لَايَبْقٰی مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کرتا جاتا یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔

گرامی قدر سامعین! اس عالم رنگ وبو میں واحد شخصیت حضرت عثمانؓ ہی ہیں جنکے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئیں۔ انبیاء کرامؑ تو بہت سے ہوئے انکی بیٹیاں بھی پیدا ہوئیں انکے داماد بھی بنے لیکن نبی کا دوہرا داماد بننے کا شرف صرف اور صرف حضرت عثمانؓ کو حاصل ہوا۔

## توسیع مسجد نبوی:

۷ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی توسیع کرنے کی

ضرورت محسوس فرمائی تو آپؐ نے ارادہ کیا کہ مسجد کی ملحقہ زمین خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر لی جائے۔ آپؐ نے اس موقعہ پر اعلان فرمایا کہ کون وہ شخص ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لیے زمین کا یہ ٹکڑا خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دے، تو میں اسکو جنت کی بشارت وضمانت دیتا ہوں۔ یہ بشارت سن کر حضرت عثمانؓ اٹھے اور دس ہزار درہم میں وہ جگہ خرید کر مسجد کے لیے وقف فرمادی۔

## مہر فاطمہؓ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چوتھی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نکاح کی عمر کو پہنچیں تو بعض صحابہ کرامؓ نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے اس رشتے خواستگاری کی۔ مگر آپ خاموش رہے۔ پھر صحابہ کرامؓ کے مشورہ پر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ رشتہ طلب فرمایا تو آپؐ نے آمادگی ظاہر فرمائی اور پوچھا کہ کیا مہر کی رقم موجود ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اور تو کچھ نہیں صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ آپؐ نے مشورہ دیا کہ گھوڑا تو اپنے پاس ہی رکھو اور البتہ زرہ بیچ دو اور مہر کی رقم کا انتظام کرلو۔ حضرت علیؓ زرہ اٹھا کر بیچنے کے لیے بازار تشریف لے گئے تو حضرت عثمانؓ بھی پیچھے ہو لیے۔ پھر جب انھوں نے زرہ بیچنے کی آواز لگائی تو آپؓ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ زرہ میں خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ قیمت بتایئے! حضرت علیؓ نے کوئی قیمت بتائی تو حضرت عثمانؓ بولے کہ زرہ کی نسبت کے لحاظ سے تو یہ قیمت تھوڑی ہے اور پھر انکی توقع سے زیادہ رقم ۴۸۰ درہم دیکر وہ زرہ ان سے خرید لی۔

حضرت علیؓ جب زرہ دیکر اور قیمت لیکر واپس جانے لگے تو آپؓ نے انکے کندھے پر پھر ہاتھ رکھا اور فرمایا علیؓ! تیری شادی ہو رہی ہے، میری طرف سے یہ زرہ تحفے کے طور پر قبول فرمایئے۔ اس طرح حضرت عثمان نے انکو ۴۸۰

درہم اور زرہ دیکر اس عسرت کے عالم میں عجیب طریقے سے انکی مدد فرمائی۔

**سخاوت عثمانؓ:**

گرامی قدر سامعین! آپ سن رہے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں فرمایا۔ یہ آپ کی سب سے نمایاں خوبی تھی۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب "غنی" پڑ گیا۔ آپ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث کے صحیح مصداق ٹھہرے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی بڑے ہی قابل رشک ہیں ایک وہ جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم عطاء فرمایا اور وہ رات دن اسکے پڑھنے پڑھانے میں لگا ہوا ہے۔ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِى الْحَقِّ دوسرا وہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال عطاء فرمایا اور وہ دن رات اس مال کو نیکی کے راستے پر خرچ کرنے میں لگا ہوا ہے۔

**جیش العُسرۃ:**

۹ھ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ہرقل روم نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑی فوج (ایک لاکھ سے زیادہ) جمع کر لی ہے۔ اور وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔ آپؐ نے فوراً صحابہ کرامؓ کو سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔ تاکہ دشمنوں کی سرحد تبوک پر پہنچ کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔ ان دنوں میں مسلمان مالی اعتبار سے انتہائی کمزور تھے۔ سفر دور دراز کا تھا اور سامان جنگ اور سواریوں کی سخت قلت تھی۔ اسی لیے اس غزوہ کو "جَيْشُ الْعُسْرَة" کا نام دیا گیا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر جنگی ساز و سامان کے لیے صحابہ کرامؓ سے چندہ کی اپیل فرمائی۔ یہی وہ موقعہ تھا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر

کا آدھا اثاثہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پورا اثاثہ لیکر حاضر خدمت ہوئے۔

آپ کی اپیل پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اعلان فرمایا عَلَیَّ ثَلَاثُ مِائَةِ بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان میرے ذمے ہیں۔

آپؐ نے دوبارہ اپیل فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے مزید تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان دینے کا اعلان فرمادیا۔

پھر آپ نے سہ بارہ اپیل فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے مزید تین سو اونٹ دینے کا وعدہ فرمایا۔ پھر ایک سو گھوڑے بھی جہاد کے لیے دے۔

اس طرح آپ نے اس موقعہ پر ۹۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑے دینے کا اعلان فرمایا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید اپیل فرمائی تو حضرت عثمان غنیؓ اُٹھے اور ایک ہزار دینار (ساڑھے پانچ کلو سونا) کی سربمہر تھیلی خدمت اقدس میں پیش فرمائی۔ پیغمبر ﷺ وہ تھیلی دیکھ کر اتنے خوش ہوئے وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ کہ آپکا رخ انور خوشی سے جگمگ کرنے لگا۔ پھر آپؐ نے اپنا دامن پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ دینار یہاں پلٹ دو فَنَثَرَهَا فِی حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تو حضرت عثمانؓ نے وہ دینار آپ کی گود میں ڈال دیے۔

پیغمبر ﷺ بار بار ان دیناروں کو الٹ پلٹ کر کے کھنکھناتے تھے اور فرماتے تھے مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ کہ عثمان نے آج اتنا بڑا عمل کیا ہے کہ اسکے سامنے اس کی کوئی غلطی اور خطا نہیں ٹھہر سکتی۔

## رسول اللہؐ کو کھانا کھلانا:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ آپؐ چار دن تک

مسلسل فاقہ سے رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ؐ بھوک سے بے تاب ہو کر گھر سے باہر نکل گئے۔ ظہر کے وقت واپس تشریف لائے اور سوال کیا هَلْ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا؟ کہ میرے بعد کوئی انتظام ہوا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے نفی میں جواب دیا تو آپ ؐ پھر باہر چلے گئے اور مسجد میں جا کر نماز اور دعاء میں مصروف ہو گئے۔ عصر سے پہلے آپ ؐ پھر تشریف لائے اور یہی سوال کیا اور حضرت عائشہؓ نے پھر نفی میں جواب دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سورج غروب ہونے سے پہلے میرے دروازے پر حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور آپ ؐ کا پوچھا تو میں نے (یہ سوچ کر هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَغْنِیَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ کہ آپ کافی مالدار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آپ کی دعاء کا جواب بن کر آئے ہوں) رسول اللہ ﷺ کی بے قراری کی ساری کیفیت بیان کر دی۔ حضرت عثمانؓ یہ حالت سن کر رونے لگے اور فوراً باہر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد مزدوروں کے کندھوں پر سامان خورد و نوش لیکر حاضر ہو گئے۔ وہ سامان کیا تھا اَحْمَالٌ مِنَ الدَّقِیْقِ وَاَحْمَالٌ مِنَ الْحِنْطَةِ وَاَحْمَالٌ مِنَ التَّمْرِ وَشَاةٌ مَسْلُوْخَةٌ وَثَلَاثُ مِائَةِ دِرْهَمٍ فِی صُرَّةٍ آٹے گندم اور کھجوروں کی کئی بوریاں تھیں ایک بھنی ہوئی بکری تھی اور ایک تھیلی میں تین سو درہم تھے۔ آپ ؓ نے وہ سامان میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خود بھی کھاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی کھلاؤ اور پھر مجھے قسم دیکر کہا کہ میں آئندہ ایسے حالات میں انکو ضرور اطلاع دوں گی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے انکے جانے کے بعد جلدی جلدی کھانا تیار کر کے برتن میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے لیے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ ؐ تشریف لائے اور وہی سوال کیا هَلْ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا تو میں نے مسکرا کر

عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمالی۔ یہ دیکھیے کھانا تیار ہے۔ پیغمبر ﷺ وہ سارا سامان دیکھ کر حیران ہو گئے اور سوال فرمایا یَاحُمَیْرَاءُ مِنْ أَیْنَ هٰذَا اے عائشہؓ یہ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ کہ حضرت عثمانؓ نے بھیجا ہے اور پھر میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

پھر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اتنا بہترین کھانا آپ کے سامنے ہے اور آپ نے ایک لقمہ بھی نہیں توڑا اور اُٹھ کر مسجد میں تشریف لے گئے (فَمَا جَلَسَ حَتّٰی خَرَجَ إِلَی الْمَسْجِدِ) میں نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ اب آپ مسجد میں کیا کرنے گئے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ اللہ کے حضور اُٹھا کر دعاء مانگ رہے ہیں اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ قَدْ رَضِیْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْهُ کہ اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہو گیا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ تین دفعہ آپ نے یہ دعاء مانگی اور پھر واپس آکر کھانا تناول فرمایا۔

## عہد صدیقیؓ میں قحط :

عہد صدیقؓ میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ حتی کہ کھانے کی کوئی چیز قیمتاً بھی نہ مل سکتی تھی۔ کھجوروں کی گٹھلیوں تک پیس کر لوگوں نے کھانا شروع کر دیں۔ حتی کہ جانوروں کے لیے گھاس کا ایک تنکا بھی نہ رہا۔

خلیفہ وقت سیدنا صدیق اکبرؓ سمیت سب لوگ انتہائی پریشان تھے کہ اب کریں تو کیا کریں۔ انہی دنوں میں ملک شام سے حضرت عثمان غنیؓ کا مال تجارت آنے کی خبر مشہور ہوگئی۔ تقریباً ایک سو اونٹ کھانے کی اشیاء سے لدے ہوئے تھے۔ مدینہ کے بیوپاری اور تاجر بڑے خوش ہوئے کہ حضرت عثمانؓ سے یہ مال خرید کر منہ مانگی قیمت پر فروخت کر کے خوب نفع کمائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ

فوراً آپ کی خدمت میں مال خریدنے کے لیے حاضر ہوگئے حالانکہ مال ابھی شہر میں پہنچا بھی نہیں تھا۔

حضرت عثمانؓ نے ان سے سوال کیا کہ تم مجھے کتنا نفع دینے کے لیے تیار ہو؟ وہ بولے ہم آپکو دگنا نفع دینے کے لیے تیار ہیں یعنی ایک لاکھ کا مال دو لاکھ میں خریدنے کے لیے تیار ہیں۔ آپؓ نے جواباً فرمایا قَدْ زَادُوْنِیْ کہ مجھے تو اس سے زیادہ نفع ملتا ہے۔ تاجر باہم مشورہ کر کے بولے چلو ہم آپکو تین گنا رقم دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپؓ نے پھر فرمایا قَدْ زَادُوْنِیْ مجھے تو اس سے بھی زیادہ رقم ملتی ہے۔ تاجر سمجھے کہ حالات واقعی ناگفتہ بہ ہیں۔ ہوسکتا ہے ہم سے پہلے کوئی آکر اس سے زیادہ کی پیش کش کر گیا ہو۔ اور کہنے لگے کہ چار گنا دینے کو تیار ہیں۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا پھر پانچ گنا کہا تو آپؓ نے پھر وہی جواب دیا۔

اب تاجر بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے سوا مدینہ منورہ میں اور تو کوئی بڑا تاجر ہے نہیں۔ آخر وہ کون ہے جو آپ کو اس سے بھی زیادہ منافع دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے ایک کے بدلے میں دس گنا ملتا ہے اَعِنْدَکُمْ زِیَادَۃٌ؟ کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ وہ بولے ہمیں بھی بتائیں آخر وہ ہے کون؟ آپ نے فرمایا ذَاکَ ھُوَاللّٰہُ وہ میرا اللہ ہے جس نے اعلان کر رکھا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا کہ جو شخص ایک نیکی کرے گا میں اسے دس گنا اجر عطاء فرماؤں گا۔

پھر آپؓ نے ارشاد فرمایا اے تجار مدینہ! تم بھی گواہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ بھی گواہ ہے کِاِنِّیْ اُشْھِدُ اللّٰہَ اَنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ ھٰذَا الطَّعَامَ صَدَقَۃً عَلٰی فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ کہ میں نے یہ سارا مال اللہ کی رضاء کے لیے فقراء مدینہ کے لیے صدقہ کر دیا ہے۔ پھر اپنے ملازمین کو حکم کر دیا کہ یہ سارا مال اہل مدینہ پر تقسیم

کر دو۔

جب مال تقسیم ہو چکا تو فرمایا خالی بوریاں اور باردانہ بھی اللہ کے راستے میں تقسیم کر دو۔ جب وہ بھی تقسیم ہو گیا تو حکم دیا کہ اب سب اونٹوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بھی فقراء میں تقسیم کر دو۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ آپؓ اگرچہ خود بھی قحط سے متاثر تھے مگر اپنے گھر کے لیے ایک دانہ بھی نہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک خوبصورت سواری پر سوار ہو کر بڑی جلدی میں جا رہے ہیں۔ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ مِنْ نُوْرٍ وَفِي رِجْلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ نُوْرٍ وَبِيَدِهٖ قَضْبَةٌ مِنْ نُوْرٍ آپ کے وجود اقدس پر ایک نورانی پوشاک تھی اور آپ کے قدموں میں نورانی جوتے اور ہاتھ میں نورانی چھڑی تھی۔ میں نے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدِ اشْتَدَّ شَوْقِيْ اِلٰى لِقَائِكَ فَاَيْنَ تُبَادِرُ ؟ کہ اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کی ملاقات و بات چیت کا بڑا شوق ہے ذرا ٹھہریے تو سہی اتنی جلدی کہاں جا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنَّ عُثْمَانَ قَدْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَبِلَهَا مِنْهُ وَزَوَّجَهٗ عَرُوْسًا فِي الْجَنَّةِ وَقَدْ دُعِيْنَا اِلٰى عُرْسِهٖ کہ آج عثمانؓ نے اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکا صدقہ قبول فرما کر جنت کی حور سے ان کی شادی کر دی۔ میں عثمانؓ کی شادی میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔

## بیعت رضوان:

٦ھ میں رسول اللہ ﷺ نے تقریباً پندرہ سو صحابہ کرامؓ کی معیت میں عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ آپ جب مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ نے مزاحمت کا پروگرام بنالیا۔ آپؐ نے اپنے ایک صحابی حضرت خراش بن اُمیہ خزاعیؓ کو اہل مکہ کی طرف پیغام دیکر بھیجا کہ ہم صرف اور صرف بیت اللہ کی زیارت

کے لیے آئے ہیں۔ کوئی برا مقصد ہرگز نہیں ہے۔ اہل مکہ نے طیش میں آکر انکے اونٹ کو ذبح کر دیا اور انکو بھی قتل کرنے لگے کہ وہ بمشکل جان بچا کر واپس آ گئے اور رسول اللہ ﷺ سے سارا واقعہ عرض کر دیا۔

بعد ازاں آپؐ نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا تو انھوں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں جلالی طبیعت کا آدمی ہوں۔ اس معاملہ کے لیے اگر آپؐ حضرت عثمانؓ کو بھیجیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر حکم دیا کہ جا کر روساء مکہ کو اس طرح ہمارا پیغام پہنچاؤ۔

حضرت عثمان غنیؓ کے جانے کے بعد صحابہ کرام انکے مقدر پر رشک کرنے لگے کہ انکی کتنی اچھی قسمت ہے۔ وہ تو بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے۔ پتہ نہیں ہم کرسکیں گے یا نہ؟ آپ کو حضرت عثمانؓ کی ذات پر اس حد تک اعتماد تھا کہ آپؐ نے فوراً فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ عثمانؓ ہمارے بغیر ہرگز طواف کعبہ نہ کرے گا۔

صاحب حملہ حیدری اس بات کو یوں بیان کرتا ہے۔

| | |
|---|---|
| بو سید عثمان زمین در زماں | بمقصد رواں شد چوں تیر از کماں |
| چوں او رفت اصحاب روزے دگر | بگفتند چندے بخیر البشر |
| خوشا حال عثمان باحرام | کہ شد قسمتش حج بیت الحرام |
| رسول خدا چوں شنید ایں سخن | بپاسخ چنیں گفت با انجمن |
| زعثمان نداریم ما این گماں | کہ تنہا کند طوف آں آستاں |

خدا کی قدرت کہ حضرت عثمانؓ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو کفار مکہ نے سختی سے جواب دیا کہ ہم آپکے پیغمبرؐ کو یہ اجازت ہرگز نہیں دے سکتے کہ پندرہ سو آدمیوں کے ہمراہ عمرہ ادا کر کے ہمیں اپنی شان و شوکت دکھائیں ہاں! اگر آپ تنہا طواف

کرنا چاہتے ہیں تو بیت اللہ کے دروازے آپکے لیے کھلے ہیں۔ حضرت عثمانؓ یہ سن کر فرمانے لگے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر ہرگز طواف نہ کروں گا۔

کیسے میں عمرہ ادا کروں کہ ساتھ میرے مصطفیٰ نہ ہو
قبلہ کو میں کیا کروں کہ موجود قبلہ نما نہ ہو

حضرت عثمان غنیؓ کا یہ جواب سن کر مشرکین مکہ نے آپ کو روک لیا اور یہ خبر مشہور کردی کہ حضرت عثمانؓ قتل کردیے گئے ہیں۔ کفار یہ خبر اڑا کر مسلمانوں میں دہشت بھی پھیلانا چاہتے تھے اور مسلمانوں کے جذبات بھی چیک کرنا چاہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا آپ فوراً ایک کیکر کے درخت کے نیچے جاکر بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لینا شروع کردی کہ جب تک جسم میں جان ہے عثمان کے قتل کا بدلہ ضرور لیں گے۔ صحابہ کرامؓ جوق در جوق آپکے دست حق پرست پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے لگے۔

گرامی قدر سامعین! ذرا غور فرمائیں کہ خون عثمانؓ کی کتنی قدر و قیمت ہے کہ پندرہ سو جانیں اس ایک جان کے پیچھے قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہ منظر اتنا پسند آیا کہ سب بیعت کرنے والوں کے لیے فوری طور پر اپنی رضاء وخوشنودی کا اعلان فرمادیا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہوگیا۔ جبکہ وہ آپکے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے۔ انکے دلوں میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت واخلاص جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ اللہ کو خوب معلوم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی طرف سے خصوصی سکینت اور طمانیت نازل فرمادی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ تو زندہ ہیں تو آپؐ نے انکے موجود نہ ہونے کے باوجود انکو اس بیعت میں شامل فرما لیا۔ تاکہ وہ اس سعادت عظمٰی سے محروم نہ رہیں۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر فرمایا ھٰذِہٖ یَدُ عُثْمَانَ وَھٰذِہٖ یَدِیْ کہ لوگو! یہ عثمان کی طرف سے ہاتھ ہے اور یہ میرا ہاتھ ہے۔ پھر بائیں کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی طرف سے ہے۔

اس طرح حضرت عثمان غنیؓ بیعت رضوان کا سبب بھی بنے اور پھر اسمیں شریک بھی ہوگئے۔ یہ آپکی عظمتِ شان کی بہت بڑی دلیل ہے۔

**دوھری خوبیاں :**

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو بعض خوبیاں دومرتبہ عطاء فرما کر آپکی شان کو مزید بلند وبالا فرمادیا۔

☆ آپ سُن چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے اپنی اہلیہ سمیت دومرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اس لحاظ سے آپ کو **ذوالھجرتین** یعنی دو ہجرتوں والے کہاجاتا ہے۔

☆ آپؓ کی یہ خوبی ہے کہ خصوصی طور پر پیغمبر ﷺ نے آپکو دومرتبہ جنت کی بشارت وضمانت عطاء فرمائی۔ ایک بیر رومہ کی خریداری کے وقت اور دوسری مسجد نبوی کی توسیع کے وقت۔ اس لحاظ سے آپؓ کو **ذوالبشارتین** یعنی دو خوشخبریوں والے کہاجاتا ہے۔

☆ آپؓ کی ایک مایہ ناز خوبی یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپکے نکاح میں آئیں ایک حضرت رقیہ اور دوسری حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور یہ خوبی ایسی ہے کہ اسمیں پوری انسانیت میں سے

کوئی بھی آپکا شریک وسہیم نہیں ہے۔ اس لحاظ سے آپکو **ذوالنورین** یعنی دو نوروں والے کہاجاتا ہے۔

(عربی زبان میں بیٹی کو از راہ محبت نورعین بھی کہاجاتا ہے)

☆ آپؓ کی ایک خوبی یہ ہے کہ دو اہم مواقع پر آپکی غیر موجودگی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصوصی طور پر آپ کو شریک فرمالیا۔ ایک غزوہ بدر میں، دوسرے بیعت رضوان میں۔ اس لحاظ سے آپ کو **ذوالشرکتین** یعنی دو شرکتوں والے کہاجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں انکی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

---

الٰہی تو پھر ہم میں صدیق سا ایمان پیدا کر
عمر فاروق جیسا کوئی جری انسان پیدا کر

رگ تحریف کٹ جائے دم عثمان پیدا کر
علی مرتضیٰ شیر خدا کی آن پیدا کر

مسلمانوں میں دور اولین کی شان پیدا کر
دلوں میں پھر سے ہمارے جذبہ ایمان پیدا کر

☆☆☆

## ۱۸:- شان عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَنْبِیَاءِ ... ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً الخ (سورۃ بقرہ)

صدق اللہ العظیم.

گرامی قدر سامعین! آج کی اس مجلس میں آپکے سامنے میں خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان وشہادت کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔

**خلافت :**

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب مسجد نبوی میں ابولولوہ فیروز مجوسی نے شدید حملہ کیا اور آپ کو جانبر ہونے کی اُمید نہ رہی تو آپؓ نے اپنے بعد خلافت کے لیے ان چھ آدمیوں کو منتخب فرمایا کہ یہ آپس میں بیٹھ کر کسی ایک کا چناؤ کر لیں گے (۱) حضرت عثمانؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت طلحہؓ (۴) حضرت زبیرؓ (۵) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (۶) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد بقیہ پانچوں حضرات کا سیدنا عثمان غنیؓ پر اتفاق واجماع ہوگیا اور انھوں نے آپ کی بیعت کرکے خلافت جیسی عظیم ذمہ داری آپکے سپرد فرمادی۔

## فتوحات :

یہ آپؓ کا عظیم کارنامہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہونے والی بغاوتوں کو آپؓ نے فرو کر دیا۔ آپکے دور مبارک میں بہت سے علاقے فتح ہوئے جن میں اطا کیہ، طرطوس، طرابلس، تیونس، مراکش، الجزائر، قبرص، طبرستان، جرجان، خراسان، نیشاپور، طخارستان، کرمان، بحستان، دوار، غزنی اور کابل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس طرح اسلامی سلطنت کا رقبہ پہلے سے دگنا ہوگیا اور تقریباً چوالیس لاکھ مربع میل پر آپؓ نے اسلامی علم بلند فرما دیا۔

## بحری بیڑہ :

آپؓ ہی کے دور مبارک میں سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۲۸ھ میں آپؓ ہی کے حکم سے بحری بیڑہ تیار کروایا۔ یہ بحری بیڑہ اپنی مثال آپ تھا۔ اور اسکی وجہ سے سمندری جہاد بھی شروع ہوگیا اور سمندر پار کے علاقہ جات تک اسلامی سلطنت پھیل گئی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیش گوئی پوری ہوگئی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری اُمت کے کچھ لوگ سمندری جہاد میں مصروف ہیں اور پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا کہ میری امت میں سے سب سے پہلے سمندری جہاد میں حصہ لینے والے لشکر پر جنت لازم ہوگئی۔

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

## جمع قرآن:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپؓ نے

قرآن مجید کو ایک لغت پر جمع فرمایا۔ چونکہ آپ کے دور مبارک میں اسلامی سلطنت دور دراز تک پھیل چکی تھی اور عجمی ممالک کے لوگوں کو قرآن مجید کی سات مختلف قراءتوں کا علم نہ تھا اس لیے وہ باہم جھگڑنے لگے۔ ہر آدمی اپنے استاد سے سیکھی ہوئی قراءت کو درست اور دوسرے کو غلط قرار دینے لگا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جو آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں شریک تھے نے جب لوگوں کا یہ اختلاف دیکھا تو بڑا دکھ ہوا اور سیدھے خلیفہ وقت سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوئے اور انھیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس معاملہ کی نزاکت کو سمجھ گئے اور آپ نے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ تمام لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کیا جائے۔ پھر آپؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دور صدیقی کا جمع شدہ نسخہ منگوا کر چار صحابہ کرامؓ (حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم) کی ایک کمیٹی بنا کر انھیں ازسرنو قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور انھیں یہ ہدایت کردی کہ اگر کسی لفظ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس لغت قریش کے مطابق ہی لکھا جائے۔

اس طرح ان حضرات نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ سات نسخے تیار فرمائے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک نسخہ مدینہ منورہ میں اپنے پاس رکھ لیا اور باقی نسخے مختلف علاقوں کے مرکزی مقامات پر رکھوا دیے تاکہ اختلاف کی صورت میں ان سے راہنمائی لی جاسکے۔ آپؓ کی اس کاوش سے قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کے بارے میں پیدا ہونے والا اختلاف ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا اور اس بات پر امت کا اجماع ہوگیا کہ رسم عثمانی کے خلاف قرآن مجید لکھنا جائز نہیں۔ اس بناء پر

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

## تحریک ابن سبا :

یہود بے بہبود اسلام اور اہل اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بھر پور کوشش کی۔ عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا' جس نے مسلمان بن کر عجیب انداز سے تحریک چلائی۔ اس نے اہل بیت کی محبت کا ایک خوشنما دعویٰ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی رسول قرار دیتے ہوئے انکی خلافت اور حضرت عثمان غنیؓ کی معزولی کے لیے لوگوں کی ذہن سازی شروع کر دی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے عمال کو جتنا ہوسکا بدنام کیا گیا۔ آپؓ کی نرم پالیسی کیجہ سے منافقین کے پروپگنڈے کو پذیرائی ملتی گئی' اور عامۃ الناس میں سے کافی لوگ حضرت عثمانؓ کی پالیسیوں پر تنقید کرنے لگے۔ آپؓ نے منافقین کے مطالبے پر اپنے بیشتر عُمال کو تبدیل بھی فرمایا اور اُن پر کیے جانے والے اعتراضات کی شنوائی کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن بھی قائم فرمایا۔ مگر منافقین نے نہ مطمئن ہونا تھا اور نہ ہوئے۔

## مدینہ پر حملہ :

حج کے موسم میں چونکہ اکثر اہل مدینہ سفرِ حج پر روانہ ہوجاتے تھے اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی نفری کافی کم ہوجاتی تھی اس لیے بلوائیوں نے اپنی مہم کا [illegible] موسم کا انتخاب کیا اور تقریباً ۹۰۰ آدمیوں نے جمع [illegible] چھاؤنی قائم کرلی۔ ان لوگوں نے اپنی پہلی کاروائی خطبہ [illegible] جب [illegible] نبوی میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک

بلوائی نے آپؓ کو خطبہ دینے سے روک دیا۔ پھر مسجد کے چاروں کونوں سے یک وقت آوازیں بلند ہونے لگیں کہ آپؓ جمعہ نہیں پڑھا سکتے۔ مسجد میں ایک ہنگامہ سا کھڑا ہو گیا اور ہر طرف سے شور وغل کی آوازیں آنے لگیں۔ایک باغی نے آگے بڑھ کر آپکے ہاتھ سے عصاء مبارک چھین کر توڑ دیا۔ یہ عصاء رسول اللہ ﷺ کی یادگار تھا۔ آپؓ اور آپکے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت عمر فاروقؓ خطبہ جمعہ کے دوران اسے اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے ان باغیوں کو کچھ کہنا چاہا تو تمام باغی اہل مسجد پر پل پڑے اور انھیں زدوکوب کرنے لگے۔ پھر لوگوں پر سنگ باری شروع کردی۔ اور خاص طور پر حضرت سیدنا عثمان غنیؓ پر اس قدر شدید پتھر برسائے گئے کہ آپ بیہوش ہوگئے۔ منافق انھیں مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے اور بعض مخلص احباب انھیں اٹھا کر گھر لے آئے۔ ہوش میں آنے کے بعد آپؓ نے پہلا سوال یہ کیا کہ کہیں میری وجہ سے اہل مدینہ کو تکلیف تو نہیں پہنچی؟

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں حضرت عثمانؓ کو دیار رسول کے مکینوں کی کتنی فکر ہے؟

**منافقین کا مطالبہ :**

منافقین مدینہ منورہ کی گلیوں میں دندناتے پھرتے تھے اور یہ اعلان کررہے تھے کہ خبردار آج کے بعد نہ تو حضرت عثمانؓ مسجد نبوی میں نماز پڑھا سکتے ہیں اور نہ ہی پڑھ سکتے ہیں۔ آپؓ کے گھر کا انھوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اور ان کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔

اسکے جواب میں آپکا موقف یہ تھا کہ یہ قطعی ناممکن ہے۔ اس لیے کہ میرے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ارشاد فرمایا تھا "یٰعُثْمَانُ اِنَّ اللّٰہَ مُقَمِّصُکَ

نُبَيِّضًا فَإِنْ اَرَادَ الْمُنَافِقُوْنَ بِخَلْعِهٖ فَلَاتَخْلَعْهُ کہ اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیض پہنائے گا منافقین اگر اسکے اتارنے کا مطالبہ کریں تو انکے مطالبہ پر اس قمیض کو ہرگز نہ اتارنا۔

## صحابہؓ کا مشورہ:

مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرامؓ اس صورت حال سے سخت پریشان تھے۔ انھوں نے آپؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپؓ خلیفہ وقت ہیں وَاِنَّ مَعَکَ عَدَدًا وَّقُوَّةً وَاَنْتَ عَلَی الْحَقِّ مملکت کی عوامی اور فوجی قوت آپؓ کے ساتھ ہے اور آپ حق پر ہو کر اتنے مصائب کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ آپ حکم دیں کہ ان بلوائیوں کے ساتھ جنگ کی جائے اور اس بغاوت کو سختی سے کچل دیا جائے۔

آپؓ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں اپنی ذات کے لیے قتل وخون ریزی کر کے حرم رسول کے احترام کو پامال نہیں کرسکتا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ارشاد فرمایا تھا اِنَّکَ سَتُبْتَلٰی بَعْدِیْ فَلَاتُقَاتِلَنَّ کہ عثمان! میرے بعد تیرے اوپر سخت آزمائش آئے گی انمیں قتال کر کے خون ریزی نہ کرنا۔

صحابہ کرامؓ نے دوسرا مشورہ یہ دیا کہ پھر آپؓ مکہ مکرمہ چلے جائیں۔ شاید یہ لوگ وہاں آپکے قتل کو جائز نہ سمجھیں۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میں اس لیے نہیں کرسکتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ ایک قریشی مکہ میں ظلم کرے گا تو اسپر آدھی دنیا کا عذاب ہوگا۔

تیسرا مشورہ آپکو یہ دیا گیا کہ ہم رات کی تاریکی میں نہایت رازداری کے ساتھ آپ کے گھر کی پچھلی دیوار میں سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں اور تیز گام سواریاں بھی مہیا کرتے ہیں۔ آپ رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ چھوڑ کر ملک

شام حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں چلے جائیں۔ وہ آپکی پوری پوری حمایت کریں گے۔

اسکے جواب میں آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں حرم رسول مدینہ منورہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ لَنْ اُفَارِقَ دَارَ هِجْرَتِيْ وَمُجَاوَرَةَ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں جان تو دے سکتا ہوں مگر اپنے دار ہجرت اور جوار رسول کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ فِي الْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَافَاِنِّيْ اَشْفَعُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کہ جو آدمی مدینہ منورہ میں مرسکے تو وہ یہاں ہی مرنے کی کوشش کرے۔ قیامت کے دن وہ میری قیادت میں اُٹھ کر میدان حشر میں جائے گا اور میں اسکی شفاعت کروں گا۔

**کھانا پانی بند :**

منافقین نے آپکے گھر کا محاصرہ اس حد تک سخت کردیا کہ کھانے پینے کے سامان پر بھی پابندی لگا دی اور آپؓ کھانے اور پانی سے محروم کردیے گئے۔ حالانکہ ایک وہ دور تھا کہ آپکے خزانے پر غرباء اور فقراء پلتے تھے۔

اس طرح تقریباً چالیس دن تک آپ پر پانی بند رہا۔

ایک دفعہ آپؓ نے کسی طرح حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ حضرت عائشہؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ اِنَّهُمْ قَدْ مَنَعُوْنَا الْمَاءَ فَاِنْ قَدَرْتُمْ اَنْ تُرْسِلُوْا اِلَيْنَا شَيْئًا فَافْعَلُوْا کہ باغیوں نے ہمارا پانی بھی بند کردیا ہے۔ اگر ہوسکے تو کسی طرح کچھ پانی میرے گھر میں پہنچاؤ۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب آپکا یہ پیغام سنا تو پانی کا ایک مشکیزہ بھر کر آپکے گھر کی طرف لے گئے مگر باغیوں نے آپ پر حملہ کرتے ہوئے اس مشکیزے کو پھوڑ دیا اور حضرت علیؓ کو واپس جانے پر مجبور کردیا آپؓ نے نہایت

غصہ کے عالم میں فرمایا کہ کھانے پینے کی اشیاء حتی کہ سادہ پانی بند کرنے کا جو دستور تم نے اپنا رکھا ہے یہ نہ مسلمانوں کا ہے اور نہ ہی کفار کا۔ روم وفارس کے کفار بھی اپنے قیدیوں کو خوردونوش سے محروم نہیں کرتے اور تم نے داماد نبی اور امام وقت پر بغیر کسی قصور کے ان چیزوں کی پابندی لگا رکھی ہے؟

پھر آپؓ نے اپنا عمامہ اتار کر حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر پھینک دیا تا کہ آپؓ کو پتہ چل جائے کہ میرے بھائی علیؓ نے وفاداری میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔

خدا کی قدرت کہ چالیس دن تک پانی بند رہنے کے باوجود آپؓ زندہ ہیں۔ آپؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ بغیر پانی کے اتنے عرصے تک کس طرح زندہ ہیں؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جب میں شدت پیاس سے بے تاب ہو جاتا ہوں تو قرآن مجید کھول کر اسکی تلاوت شروع کر دیتا ہوں اور تلاوت قرآن کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری پیاس بجھا دیتا ہے۔

**ابناء صحابہ کا پہرہ:**

جب باغیوں نے آپکے گھر کا محاصرہ مزید سخت کر دیا تو بعض صحابہ کرامؓ نے اپنے نوجوان بیٹوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور درِ عثمانؓ پر جا کر پہرہ دو۔ تا کہ کوئی منافق آپکے وجود مسعود کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت محمد بن طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن زبیرؓ، حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت حسین بن علیؓ نے آپکے گھر کے دروازے پر پہرہ دینا شروع کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خصوصی طور پر سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدنا حضرت حسینؓ کو حکم دیا تَقُوْمَا بَابَ عُثْمَانَ کہ جاؤ اور حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرہ دو۔ اور پھر جب باغیوں

نے اس دروازہ سے اندر جانے کی کوشش کی تو ان دونوں صاحبزادوں نے پوری قوت کے ساتھ مدافعت کی اور اس کشمکش میں یہ دونوں شہزادے زخمی بھی ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے دفاع میں اپنا خون بہایا۔

**تاریخی خطاب:**

حالت اسارت میں آپؓ نے ایک دفعہ اپنے مکان کی دیوار پر چڑھ کر باغیوں کو خطاب بھی فرمایا اور انھیں اپنے قتل کی مذموم کاروائی سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی۔

آپؓ نے ان باغیوں سے اللہ کی قسم دیکر پوچھا اَنْشِدُ کُمُ اللّٰہَ وَالْاِسْلَامَ مجھے سچ سچ بتاتا کہ مسجد نبوی جب نمازیوں کی کثرت کیوجہ سے تنگ ہوگئی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد کی توسیع کے لیے جگہ کی خریداری کا پروگرام بنا کر مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ کون ہے جو یہ جگہ خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے۔ توبتاؤ وہ جگہ خرید کر کس نے وقف کی تھی؟ باغیوں نے جواب دیا وَاللّٰہِ اَنْتَ کہ اللہ کی قسم وہ آپ ہی تھے تو پھر آپؓ نے نہایت حسرت سے فرمایا "افسوس کہ آج اسی مسجد نبوی میں مجھے نماز پڑھنے کی اجازت بھی نہیں ہے"۔

پھر فرمایا کہ بتاؤ جب مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی شدید قلت تھی اور لوگوں کو قیمتاً بھی پانی میسر نہ تھا تو بیر رومہ کس نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا؟ باغی بولے وَاللّٰہِ اَنْتَ کہ اللہ کی قسم وہ آپ ہی ہیں۔ پھر آپؓ نے انتہائی حسرت سے فرمایا کہ "افسوس کہ آج مجھے پانی کی ایک بوند سے بھی محروم کردیا گیا"۔

پھر فرمایا کہ بتاؤ جیش العسرہ (غزوہ تبوک) میں آپ ﷺ کی اپیل پر ۹۰۰ اونٹ، ایک سوگھوڑے اور ساڑھے پانچ کلو سونا کس نے دیا تھا؟ باغی کہنے

گے وَاللّٰہِ اَنْتَ کہ اللہ کی قسم آپ ہی نے دیا تھا۔ پھر آپ نے انتہائی حسرت سے فرمایا "افسوس کہ آج میرے اوپر ہی تم نے بیت المال کا مال کھانے کا الزام لگادیا" حالانکہ میں تو اسلام کے نام پر لینے کی بجائے دینے والا ہوں۔

پھر سوال فرمایا کہ بتاؤ! بیعت رضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کوکس کا ہاتھ قرار دیا تھا؟ وہ کہنے لگے وَاللّٰہِ اَنْتَ کہ اللہ کی قسم وہ آپ ہی ہیں۔ پھر آپ نے نہایت حسرت سے فرمایا "افسوس کہ اسی ہاتھ پر آج خیانت کا الزام لگادیا گیا ہے"۔

پھر فرمایا کہ بتاؤ! جب اُحد پہاڑ پر زلزلہ آیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اُسْکُنْ یَا اُحُدُ فَاِنَّ عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَّ صِدِّیْقٌ وَّ شَہِیْدَانِ کہ اے اُحد رک جا! تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ تو بتاؤ ان دو شہیدوں میں سے دوسرا شہید کس کو فرمایا گیا تھا! باغی بولے اللہ کی قسم آپ کو۔ پھر آپ نے انتہائی حسرت سے فرمایا "افسوس کہ آج میرے ہی خون ناحق سے تم اپنے ہاتھوں کو رنگنا چاہتے ہو"

پھر فرمایا کہ اے باغیو! آج تم میرے قتل کے درپے ہو آخر کس بنیاد پر؟ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اسلام کی رو سے صرف تین قتل جائز ہیں۔ (۱) مرتد کا قتل کہ آدمی دین اسلام سے پھر جائے۔ اور میں آج بھی کلمہ پڑھ کر دین اسلام کی حقانیت کی شہادت دیتا ہوں (۲) قتل ناحق کی وجہ سے۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ کسی کو قتل کرنا تو درکنار میں نے تو آج تک کسی کو طمانچہ بھی نہیں مارا (۳) زنا کی وجہ سے۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ زنا کرنا تو درکنار میں نے آج تک کسی غیر محرم پر نظر بھی نہیں ڈالی۔

اے باغیو! اگر میرا قتل کسی طرح بھی روا ہے تو جواب دو۔ یقیناً میرا قتل

قتل ناحق ہوگا اور قیامت کے دن تمھیں اسکا جواب دہ ہونا ہوگا۔

## الوداع اے اہل مدینہ:

پھر آپؓ نے اہل مدینہ کو ان الفاظ میں الوداع کہا یَا اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَسْتَوْدِ عُکُمُ اللّٰہَ وَاَسْاَلُہٗ اَنْ یُّحْسِنَ عَلَیْکُمُ الْخِلَافَۃَ مِنْ بَعْدِیْ کہ اے مدینہ والو! میں تمھیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور تمھارے لیے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بعد تمھیں کوئی اچھا خلیفہ عطاء کرے۔ آپؓ نے مزید فرمایا کہ اے مدینہ والو! میری طرف سے میری ذات کے لیے کسی کو جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم سب اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور مجھے میرے اللہ کے سپرد کردو مگر اس کے باوجود بعض ابناء صحابہؓ آپکے تحفظ کی ہر امکانی کوشش کرتے رہے اور آپکے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔

## المناک شہادت:

چونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس سانحہ عظمٰی سے باخبر کر کے صبر و استقامت کی تلقین فرمائی تھی اس لیے آپؓ کو اپنی شہادت کا یقین تھا۔

آپؓ نے مسلسل روزے رکھنے شروع فرما دیے۔ اور ہمہ وقت عبادات اور تلاوت قرآن میں مصروف رہنے لگے۔ جمعہ کے دن بوقت دوپہر آپ نے قیلولہ فرمایا تو خواب میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی نیز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آپکے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عثمان! ہم آپکے منتظر ہیں اَفْطِرْ عِنْدَنَا الْیَوْمَ آج روزہ ہمارے ہاں آکر افطار کرنا۔ خواب سے بیدار ہو کر آپؓ نے اپنی اہلیہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا

سے فرمایا کہ لگتا ہے کہ میری شہادت کا وقت قریب آ چکا ہے۔

چنانچہ آپؓ نے اپنے بیس غلاموں کو آزاد فرمایا اور شرم وحیاء کو ملحوظ رکھتے ہوئے پاجامہ زیب تن فرمالیا کہ کہیں باغیوں کے حملہ کے وقت میرا ستر نہ کھل جائے۔

گرامی قدر سامعین! اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالی نے آپکے اندر کس طرح ''حیا'' کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور کس طرح آپؓ نے وفات تک اسکا لحاظ رکھا۔

بوقت عصر آپؓ تلاوت قرآن میں مصروف تھے کہ باغیوں نے گھر کی پچھلی جانب سے داخل ہوکر آپؓ پر حملہ کر دیا۔ آپ کی زوجہ حضرت نائلہؓ نے ہرممکن مزاحمت کی حتی کہ اس مزاحمت میں اسکے ہاتھ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ ایک ظالم نے آکر آپکے سرمبارک پرلوہے کی لٹھ ماری تو خون کا فوارہ نکلا اور قرآن مجید کے اوراق رنگین ہوگئے۔ آپؓ نے فوراً فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ۔

حملہ کے وقت آپ سورۃ بقرۃ کی یہ آیت تلاوت فرمار ہے تھے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ کہ خدا تعالی تمھارے لیے کافی ہے۔ وہی سننے اور جاننے والا ہے۔ کہہ دو ہم نے خدا کا رنگ اختیا کرلیا ہے اور خدا تعالی سے بہتر رنگ کس کا ہوسکتا ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں! یہ عجیب اتفاق ہے کہ آیت ہذا کے معانی اور حضرت عثمانؓ کے حالات میں بہت بڑی مناسبت پائی جاتی ہے۔

اسکے بعد ایک اور حملہ آور آپؓ کو گرا کر سینہ مبارک پر چڑھ گیا اور قرآن مجید کو پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ اور آپؓ کے جسم پر نیزے اور خنجر سے پے در پے وار

کرنے شروع کر دیے۔ آپ کا پورا وجود خون میں لت پت ہو گیا اور اسی حالت میں آپکی روح مبارک پرواز کر گئی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور آج پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیش گوئی پوری ہوگئی جبکہ آپ نے جبل اُحد سے فرمایا تھا اُسْکُنْ یَا ثَبِیْرُ فَإِنَّ عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَہِیْدَانِ کہ اے پہاڑ رک جا! تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

یہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کا دن تھا۔ شہادت کے وقت آپکی عمر ۸۴ سال تھی

## قرآن گواہ ہے :

گرامی قدر سامعین! یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ بوقت شہادت آپکا خون قرآن مجید کے اوراق پر جا گرا۔ اور گویا قرآن مجید آپکی شہادت کا گواہ بن گیا۔ روایات میں یہ بات آئی ہے کہ جس کسی کا ناحق خون بہایا جائے تو قیامت کے دن وہ زمین اور جگہ بھی اسکے حق میں اسکی مظلومیت کی گواہی دے گی۔

اس طرح ذرا سوچیے! کسی کی شہادت کی گواہی مکہ کی گلیاں یا مدینہ کی گلیاں دیں گی' کسی کی شہادت کی گواہی بدر کا میدان یا اُحد کا میدان دے گا۔ کسی کی شہادت کی گواہی مسجد نبوی کا محراب دے گا تو کسی کی شہادت کی گواہی کوفہ کی جامع مسجد دے گی اور کسی کی شہادت کی گواہی میدان کربلا دے گا۔ مگر قربان جائیں حضرت عثمانؓ کے مقدر پر کہ انکی شہادت کی گواہی قیامت کے دن اللہ کا قرآن دے گا۔

گرامی قدر سامعین! یقیناً آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ قرآن مجید کا وہ نسخہ جس پر حضرت عثمانؓ کا خون گرا تھا۔ آج بھی برٹش میوزیم میں موجود ہے اور آج بھی اسپر لگا ہوا خون عثمانؓ اپنی چمک دکھا رہا ہے۔

آپکی شہادت کے وقت آپکے گھر کے آس پاس باغیوں کا اتنا ہجوم اور

اتنا شوروغل تھا کہ اہل مدینہ کو اس حادثہ فاجعہ کا پتہ بھی نہ چل سکا۔حتیٰ کہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ نے مکان کی چھت پر چڑھ کر اہل مدینہ کو خبر دار کیا۔ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ قَدْ قُتِلَ کہ لوگو!حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

### حضرت علیؓ کا غم وغصہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپکی مظلومانہ شہادت کا اس قدر دکھ ہوا کہ فوراً وہاں تشریف لاتے ہیں اور دروازے پر پہرہ دینے والے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو جھڑ کتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارے ہوتے ہوئے امیر المومنین کیونکر بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اسی غم وغصہ میں آپ نے دونوں صاحبزادوں کو ضربیں بھی لگائیں فَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ۔

### ظلم کی انتہاء:

گرامی قدر سامعین!آپ جانتے ہیں کہ کسی دشمن کی دشمنی انسان کی زندگی تک ہی ہوتی ہے اور موت کے بعد دشمن کے جوروستم کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔مگر حضرت سیدنا عثمان غنیؓ ایسے مظلوم ہیں کہ شہادت کے بعد بھی آپکے وجود مبارک پر ظلم وستم روا رکھا گیا۔

آپ کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی گئی۔ایک ظالم آپکے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور پے در پے کے مار مار کر آپکی پسلیوں کو توڑ دیا۔ایک بد بخت ایسا بھی تھا کہ جس نے آپکی داڑھی مبارک کو پکڑ کر نوچنا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ ایک شقی نے آپکے منہ پر طمانچے مارنے شروع کر دیے۔ یہ اندوہناک منظر دیکھ کر حضرت نائلہؓ کی چیخ نکل گئی۔آخر عورت ذات تھی اور تو کچھ نہ کر سکی اور اسکو بد دعائیں دینا

شروع کردیں۔

**محمد بن سیرینؒ کا بیان:**

مشہور تابعی حضرت امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کررہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک اندھا، لولا لنگڑا آدمی بھی طواف کررہا ہے اور خداتعالیٰ کو یوں مخاطب ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَغْفِرْلِیْ کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے۔ مگر مجھے اُمید نہیں کہ تو میرے گناہوں کو بخشے گا۔

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اسکا یہ انداز دعاء سن کر میں بڑا حیران ہوا کہ آخر یہ شخص اللہ کی رحمت ومغفرت سے اتنا نا اُمید کیوں ہے؟

چنانچہ بعد از طواف میں نے اسے علیحدہ لے جا کر اسکا معاملہ پوچھا تو وہ رو رو کر کہنے لگا کہ اے پوچھنے والے! میں ہی وہ بدبخت انسان ہوں جس نے فوت شدہ حضرت عثمانؓ کے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔ اور آپ کی اہلیہ حضرت نائلہؓ نے مجھے تین بددعائیں دی تھیں یَبَّسَ اللّٰہُ یَدَکَ وَاَعْمٰی بَصَرَکَ وَلَا غَفَرَلَکَ ذَنْبَکَ کہ اللہ تیرے ہاتھ کو شل کردے اللہ تجھے اندھا کردے اللہ تیری مغفرت نہ کرے۔

وہ کہنے لگا کہ بی بی کی تین بددعاؤں میں سے دو پوری ہو چکی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تیسری بھی پوری ہوگی۔ دیکھیے یہ میرا وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے امیر المؤمنین کے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اسکا ہاتھ اس طرح سوکھ گیا تھا کہ گویا کہ لکڑی کا ہے۔ کَاَنَّھَا عُوْدٌ۔ وہ کہنے لگا کہ طمانچہ مارتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھ کو شل کردیا۔ پھر کہنے لگا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں اندھا ہوں اور انتہائی ذلت کی زندگی گزار رہا ہوں یہ بی بی کی

دوسری بد دعا کا اثر ہے۔ اور پھر رو رو کر کہنے لگا کہ جب بی بی کی دو بد دعائیں پوری ہوگئی ہیں تو مجھے یقین ہے کہ تیسری بد دعا بھی پوری ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہیں فرمائے گا۔ اس لیے میں کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَغْفِرَلِیْ۔

## مظلوم مدینہ کا جنازہ:

گرامی قدر سامعین! باغیوں نے اس حد تک مدینہ منورہ میں دہشت پھیلا دی کہ گویا پورے مدینہ پر ان کا قبضہ تھا۔ وہ گلیوں میں دندناتے پھرتے تھے اور ان کا اعلان تھا کہ نہ تو حضرت عثمانؓ کا جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائیگا۔

اس طرح آپ کی لاش مبارک دو دن تک گھر میں بے گور وکفن پڑی رہی۔ حتی کہ بعض صحابہؓ نے انتہائی جرأت کر کے رات کے وقت آپؓ کا جنازہ اٹھایا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ نے کندھا دیا۔ منافقین نے جنازہ کی بھی بے حرمتی کی۔ لوگوں کے جنازوں پر پھول برسائے جاتے ہیں مگر حضرت عثمانؓ کا وہ منفرد جنازہ تھا کہ اس پر منافقین نے پتھر برسائے۔

حضرت نائلہؓ نے کٹی ہوئی انگلیوں کے ساتھ چراغ اٹھایا ہوا تھا اور مراکش سے لیکر کابل تک کے فرماں روا کے جنازہ میں صرف اٹھارہ آدمی شریک تھے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور آپکے وجود اقدس کو جنت البقیع کے انتہائی کنارے پر حش کوکب میں دفن کیا گیا۔ پھر بھی کئی دنوں تک یہ خطرہ رہا کہ کہیں منافقین آپکے وجود مبارک کو قبر سے نکال کر بے حرمتی نہ کریں۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ آپکو مدینہ منورہ لے جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی قبر مبارک دیگر صحابہؓ کی قبروں سے ذرا فاصلے پر

نمایاں نظر آ رہی ہے۔

قیامت کے دن جب گنبد خضراء سے سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں رفقاء حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی معیت میں اُٹھیں گے تو اہل بقیع حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کی سیادت وقیادت میں اُٹھ کر آپؐ کے ہمرکاب ہو جائیں گے اور جنت میں بھی حضرت عثمانؓ آپؐ کے ساتھ ہوں گے کیونکہ آپؐ نے ارشاد فرمایا لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَرَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ عُثْمَانُ کہ ہر نبی کا ایک خصوصی ساتھی ہوتا ہے۔ جنت میں میرا خصوصی ساتھی اور رفیق عثمانؓ ہوگا۔

## اثرات شہادت:

حضرت عثمان غنیؓ کی المناک شہادت کی وجہ سے جو تلوار بے نیام ہوئی وہ پھر رک نہ سکی۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے بعد قصاص عثمانؓ کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ آپؓ کی خلافت کو ابھی اتنا استحکام حاصل نہ ہوا تھا اس لیے آپ فی الفور ان باغیوں پر ہاتھ نہ ڈال سکتے تھے۔ مگر حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا کہ قاتلین عثمان کو ڈھیل نہ دی جائے اور انھیں فی الفور سزا دی جائے۔

اس بناء پر ایک دفعہ پھر منافقین کو سنہری موقعہ مل گیا اور انھوں نے انتہائی چالاکی اور فنکاری کے ساتھ مسلمانوں کو باہم لڑا دیا اور ہزاروں مسلمان شہید ہوگئے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین اسی سلسلے میں لڑی گئیں۔ پھر انہی یہودی صفت منافقین نے میدان کربلا میں نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور انکے رفقاء کی شہادت کا گھناؤنا کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

## ۱۹:- شان علی المرتضیٰؓ (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعاً سُجَّداً الخ (سورۃ فتح) صدق اللہ العظیم۔

گرامی قدر سامعین! آپؓ کا نام نامی اسم گرامی "علی" لقب "حیدر" اور کنیت "ابوالحسن" "ابوتراب" ہے۔ آپؓ کے والد کا نام عبدالعزیٰ یا عبدمناف ہے جو ابوطالب کے نام سے مشہور ہیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں۔ آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسدؓ تھا۔ حضرت علیؓ نجیب الطرفین تھے۔ یعنی ان کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپؓ کے والد ابوطالب ایک با اثر آدمی تھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد انہوں نے آپؐ کی کفالت کی حتیٰ کہ اعلان نبوت کے بعد بھی حمایت ونصرت برقرار رکھی اور مصائب وبلیات میں آپؐ کا ساتھ دیا۔ افسوس کہ وہ دولت ایمان سے محروم رہے۔

حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد ایمان لے آئیں اور ہجرت بھی کی۔ مدینہ منورہ میں ان کی وفات اور تدفین ہوئی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کفن کے لیے اپنی قمیص مرحمت فرمائی اور کچھ دیر کے لیے ان کی قبر میں لیٹ کر ان کے لیے دعاء فرمائی۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابوطالب کے بعد میرے اوپر سب سے زیادہ احسان اسی خاتون

کا ہے۔

**پیدائش و کفالت:**

آپؑ ابوطالب کے گھر میں بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ چونکہ آپؑ کے والد ابوطالب کثیر العیال تھے اور تنگی معاش کا شکار تھے۔ اس بناء پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہم دونوں ان کا ایک ایک بیٹا سنبھال لیں۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ کو حضرت عباسؓ نے لے لیا اور حضرت علیؓ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس طرح حضرت علیؓ کو یہ عظیم اعزاز حاصل ہے کہ ان کی تربیت کاشانہ نبوت میں ہوئی۔ اور آپؐ نے ہر لحاظ سے ان کی اخلاقی تربیت فرمائی۔ اسی لیے حضرت علیؓ کی نماز۔ جہاد۔ عبادت' ریاضت' شجاعت اور سخاوت میں نبوت کی تربیت کا اثر نمایاں تھا۔

**حلیہ:**

آپؓ جیم وشحیم تھے۔ رنگ سفید گندمی تھا۔ پیشانی چوڑی تھی۔ تمام جسم پر بکثرت بال تھے۔ البتہ پیشانی بالوں سے خالی تھی۔ آپ کا قد درمیانہ' پیٹ نسبتاً بڑا' سینہ مبارک کشادہ اور داڑھی مبارک خوب پھیلی ہوئی تھی۔

**قبول اسلام:**

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب بعثت ہوئی تو حضرت علیؓ کی عمر اس وقت ۱۰ سال تھی۔ ایک دن آپ کو مصروف عبادت دیکھا تو بچپن کی معصومانہ ادا سے پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے تھے؟ آپؐ نے نبوت کے منصب گرامی ملنے کا ذکر فرمایا اور اسلام کی دعوت دے دی۔ حضرت علیؓ جواباً کہنے لگے کہ اس سلسلہ میں میں اپنے ابا (ابوطالب) سے مشورہ کر کے کچھ بتا سکتا ہوں۔

چونکہ آپؓ کی فطرت پاکیزہ اور سلیم تھی اس لیے دوسرے ہی دن مشرف باسلام ہو کر سابقون الاولون کی فہرست میں شامل ہو گئے اور وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ الخ کا مصداق بن گئے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثؓ ایمان لائے اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ ایمان لائے۔

### دعوت اسلام:

حضرت سیدنا علیؓ نہ صرف خود ایمان لائے بلکہ دعوت اسلام میں ہر لحاظ سے آپ کا ساتھ دیا۔ منصب نبوت ملنے کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو علانیہ دعوت اسلام دینے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ اسی بنیاد پر آپؐ نے کوہ صفاء پر چڑھ کر وعظ فرمایا۔

پھر ایک دن آپؐ نے اپنے خاندان کو دعوت اسلام دینے کے لیے انہیں اپنے ہاں کھانے پر مدعو فرمایا۔ کھانے کے انتظامات میں حضرت علیؓ نے آپؐ کا بھرپور ساتھ دیا۔ خاندان نبوت کے تقریباً چالیس آدمی اس میں شریک ہوئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد آپؐ نے ان کے سامنے دعوت توحید رکھی اور ارشاد فرمایا کہ دنیا و آخرت کی نعمتیں تمہارے لیے اسی دعوت کی قبولیت میں پنہاں ہیں۔ بولو! تم میں سے کون اس سلسلے میں میرا معاون و مددگار ہوگا؟ اس کے جواب میں سب حضرات خاموش رہے مگر حضرت علیؓ خاموش نہ رہ سکے۔ کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگرچہ میں عمر میں چھوٹا ہوں۔ اور مجھے آشوب چشم کی بیماری ہے۔ اگرچہ جسمانی

لحاظ سے کمزور ہوں اور میری ٹانگیں پتلی ہیں تاہم اس معاملہ میں ئمیں ہر لحاظ سے آپ کا ساتھ دوں گا۔ آپؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا اور مجمع میں دوبارہ یہی اعلان فرمایا تو حضرت علیؓ نے دوبارہ اٹھ کر اپنی حمایت و نصرت کا یقین دلایا۔ اسی طرح تیسری بار ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ علی! تو تو میرا بھائی ہے تو بیٹھ جا۔

پھر حضرت علیؓ نے مکی دور کی ہر مشکل اور تکلیف میں آپ کا ہر لحاظ سے ساتھ دیا۔

**ہجرت کی رات:**

ہجرت کی رات واقعی ایک کٹھن اور پر آشوب رات تھی۔ کفار مکہ نے آپؐ کے قتل کا خطرناک منصوبہ بنایا اور اس پر تمام قبائل کو متفق کر لیا۔ اور مکمل تیار کر کے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا کہ جونہی آپ باہر نکلیں گے؟ آپ کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے منصوبے کی بروقت اطلاع دے دی اور ہجرت کا حکم دے دیا۔

اس رات آپؐ نے اپنے ایک دوست کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا تاکہ راستے میں پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اور دوسرے دوست کو اپنے بستر پر سُلا کر پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ کیا تاکہ مشرکین مکہ کا منہ بند کیا جا سکے۔

آپؐ نے حضرت علیؓ کو کفار کی امانتیں سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری چادر اوڑھ لو۔ اور کل یہ امانتیں کفار مکہ کے حوالے کر دینا۔ اور خود حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں ہجرت کرتے ہوئے مکہ چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خوفناک رات میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بستر رسولؐ پر سو گئے۔

کفار ساری رات اس دھوکے میں رہے کہ ہمارا مقصود چارپائی پر موجود ہے حتیٰ کہ صبح کے وقت ان کو پتہ چلا کہ معاملہ تو برعکس ہے۔ اور پھر آپ کی تلاش میں نکلے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں! کفار کی امانتیں حضرت علیؓ کے پاس ہیں تو اللہ کی امانت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد ہے۔ حضرت علیؓ کے وجود پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہے تو صدیق اکبرؓ کے کندھے پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں۔ حضرت علیؓ نے پیچھے رہ کر وفاداری کا ثبوت دیا تو صدیق اکبرؓ نے ساتھ رہ کر جانثاری کا ثبوت دیا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ کے بستر پر سوئے اور رسول اللہ خود صدیق اکبرؓ کی گود میں سوئے۔

### ھجوت:

حضرت علیؓ نے دوسرے دن کفار مکہ کی امانتیں ان کو واپس فرمائیں اور بعدازاں ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

### مواخات:

مدینہ منورہ جا کر سب سے اہم مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری کا تھا۔ آپؐ نے اس کا زریں حل نکالا کہ ایک ایک انصاری اور مہاجر کو بلا کر ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اور اس طرح بھائی چارے کا عمل پورا کر کے آپؐ نے ان کے درمیان مواخات قائم فرمادی۔

مواخات قائم ہو جانے کے بعد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ آنسو بہاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپؐ نے میرا بھائی کسی کو نہیں بنایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ اے علی! دنیا وآخرت

میں تو میرا بھائی ہے۔ آپ کا یہ جملہ حضرت علیؓ کے لیے عظیم اعزاز ہے کہ آپؐ نے انہیں نہ صرف دنیوی لحاظ سے بلکہ اخروی لحاظ سے بھی اپنا بھائی قرار دیا۔

## معرکہ بدر اور حضرت علیؓ:

میدان بدر میں کفار کی طرف سے جب مبارزت کے لئے عتبہ، شیبہ اور ولید سامنے آئے اور اعلان کیا هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟ کیا ہے کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا؟ تو لشکر اسلام کی طرف سے تین انصاری میدان میں آئے۔ حریف نے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کو اپنی توہین سمجھا اور یہ کہتے ہوئے لڑنے سے انکار کر دیا کہ ہمارے مقابلہ میں ہماری برادری کے ہمسر قریشی نسل کے نوجوان سامنے آئیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی ہاشم کو آواز دی کہ کفر کے مقابلہ کے لیے سینہ سپر ہو کر نکلو۔ آپ کا فرمان سنتے ہی تین بہادر سامنے آئے جن میں سے ایک حضرت علیؓ تھے۔ آپؓ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے ولید بن عتبہ سامنے آیا تو آپؓ نے اس کے ساتھ شدید مقابلہ کیا اور آناً فاناً اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ اس مقابلہ میں سرزمین بدر پر آپؓ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ جنگی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بعد ازاں آپؓ نے مجموعی لڑائی میں بھی ذوالفقار حیدری سے کفر کے ستونوں کی صفیں الٹ دیں اور جریدہ عالم پر اپنی بہادری اور جرأت کا نقش ثبت کر دیا۔ بدر میں شرکت فرما کر آپؓ یقیناً حق تعالیٰ کے اس بشارتی ارشاد کے مستحق ہو گئے کہ اے اہل بدر! اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَ بَدَّلْتُ سَیِّئَاتِکُمْ حَسَنَاتٍ تم جو چاہو کرو میں نے آج کے بعد تمہاری سب لغزشوں کو معاف فرما دیا۔ بلکہ تمہاری خطاؤں کو بھی نیکیوں سے مبدل فرما دیا۔

### نکاح فاطمہؓ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جہاں دیگر بہت سے اعزازات حاصل ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ نے اپنی چہیتی بیٹی سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپؓ سے فرما دیا۔

روایات میں یہ بات ملتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا رشتہ پہلے دیگر صحابہؓ نے بھی طلب کیا مگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر انہی صحابہؓ کے ایماء پر حضرت سیدنا علیؓ نے آپؐ سے یہ رشتہ مانگا تو آپؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ یقیناً آپؐ نے حضرت علیؓ کو یہ رشتہ مرضی و مشیت الٰہی کے مطابق عطاء فرمایا کیونکہ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا۔ مَاتَزَوَّجْتُ شَیْئًا مِنْ نِسَائِیْ وَلَازَوَّجْتُ شَیْئًا مِنْ بَنَاتِیْ اِلَّا بِوَحْیٍ جَاءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَنْ رَبِّیْ کہ میں نے اگر کسی عورت سے نکاح کیا ہے یا اپنی بیٹی کا رشتہ کسی کو دیا ہے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسکی مرضی سے کیا ہے۔

حضرت علیؓ کو رشتہ دینے پر جب آپؐ نے آمادگی ظاہر فرمائی تو ساتھ ہی یہ سوال بھی فرمایا کہ کیا تیرے پاس مہر کی رقم موجود ہے؟ وہ بولے کہ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ آپؐ نے مشورہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تو اپنے پاس رکھو اور زرہ بیچ کر کام میں لاؤ۔ چنانچہ حضرت سیدنا علیؓ جب زرہ بیچنے بازار تشریف لے گئے تو حضرت عثمانؓ بھی اسکے پیچھے ہو لیے۔

جب انہوں نے زرہ بیچنے کی آواز لگائی تو حضرت عثمانؓ سامنے آ گئے اور آپؓ کے ساتھ سودا کرتے ہوئے چار سو اسی (۴۸۰) درہم میں وہ زرہ خرید کر قبضے میں لے لی۔ پھر حضرت علیؓ جب رقم لیکر واپس جانے لگے تو حضرت عثمانؓ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے علیؓ! میری طرف سے یہ زرہ تحفتاً قبول فرما

لیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کو زرہ بھی دے دی اور پیسے بھی دے دیے۔ حضرت علیؓ کا نکاح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود پڑھایا۔ اور صدیق و عمرؓ اس نکاح کے گواہ بنے۔

گرامی قدر سامعین! یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر حضرت علیؓ کے عقد میں آپ کی ایک بیٹی آئی ہے تو سیدنا حضرت عثمانؓ کے عقد میں یکے بعد دیگرے آپ کی دو بیٹیاں آئی ہیں۔

اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ علیؓ نے اگر بیٹی لی ہے تو صدیقؓ اور فاروقؓ نے نبی کو بیٹی دی ہے۔ علیؓ نبوت کے گھر سے کھاتا رہا اور صدیقؓ نبوت پر سب کچھ لٹاتا رہا۔ بیٹیاں دینے والے گنبد خضرا میں آپؐ کے ساتھ ساتھ سو رہے ہیں اور بیٹیاں لینے والے گنبد خضراء سے باہر آرام فرما ہیں۔ سبحان اللہ

## معرکہ اُحد اور حضرت علیؓ:

غزوہ اُحد میں بھی حضرت سیدنا علیؓ نے بہادری و جانثاری کے عظیم جوہر دکھائے۔ جب دشمنان اسلام نے آپؐ پر تابڑتوڑ حملے کیے اور آپؐ انتہائی زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے اور بے ہوش ہو گئے اور شیطان نے آواز لگا دی اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ کہ خبردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ اس وحشت ناک خبر سے مسلمانوں کی ہمتیں پست ہونے لگیں تو حضرت انس بن مالکؓ نے با آواز بلند فرمایا مُوْتُوْا عَلٰی مَامَاتَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زندگی کا کیا مزہ! اس لیے تم بھی اسی مشن پر جان دے دو جس پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان دی ہے۔ تو اس وقت حضرت سیدنا علیؓ اقدامی اور دفاعی دونوں طریقوں سے خوب لڑ رہے تھے۔

آپؓ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کفار کے ایک مسلح طاقتور دستے پر ایسا

حملہ کیا کہ میں ان کی جماعت میں گھستا چلا گیا حتیٰ کہ میں تلوار چلاتا ہوا اس دستے سے پار نکل گیا پھر مڑ کر حملہ کرتا ہوا آیا اور اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔

آپؑ ہی نے غزوہ اُحد میں ایک غرق آہن کافر اُمیہ بن حذیفہ کے ساتھ ایسا فقید المثال مقابلہ فرمایا کہ اس کو زمین پر پچھاڑ دیا اور باوجودیکہ وہ پوری طرح لوہے کے لباس میں ملبوس تھا آپؑ نے اس کی بغل کی جگہ خالی دیکھ کر اس میں تلوار اس طرح گھسائی کہ کافر فی النار ہوگیا۔

غزوہ اُحد میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرہم پٹی کی سعادت بھی آپؑ کو اور آپؑ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہؑ کو حاصل ہوئی۔ حضرت فاطمہؑ نے آپؐ کے وجود مبارک سے خون صاف کیا اور چٹائی کو جلا کر زخموں کی مرہم پٹی فرمائی۔ حضرت علیؑ نے اس نازک اور شدید پیاس کے موقعہ پر آپ کے لیے پینے کا پانی مہیا فرمایا۔ جَزَاهُمَا اللهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

## صلح حدیبیہ اور حضرت علیؑ

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۶ھ میں عمرہ کا ارادہ فرمایا تو کفار مکہ نے مزاحمت کی اور آپؐ کو حدیبیہ کے مقام پر رکنا پڑا۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد کفار مکہ صلح کے لیے آمادہ ہو گئے تو سہیل بن عمرو کو شرائط صلح طے کرنے کے لیے بھیجا۔ جب شرائط صلح طے ہوگئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو معاہدہ تحریر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ سب سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔ سہیل نے اس پر اعتراض کیا کہ میں رحمان اور رحیم کو نہیں جانتا۔ عرب کے قدیم دستور کے مطابق بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "اچھا یہی لکھ دو۔" پھر آپؐ نے فرمایا لکھو هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو کہ یہ وہ فیصلہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو

نے اتفاق کیا۔ حضرت سیدنا علیؓ نے جب یہ جملہ لکھ دیا تو سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر آپ کو بیت اللہ سے کبھی نہ روکتے اور نہ ہی آپؐ کے ساتھ لڑائیاں کرتے۔ اس لیے بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ جب اس نے اس بات پر کافی ضد کی تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا **اُمْحُ یَا عَلِیُّ "رَسُوْلَ اللّٰہِ"** کہ اے علی! رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔

حضرت علیؓ نے عشق نبویؐ سے سرشار ہو کر جواب دیا **وَاللّٰہِ لَا اَمْحُوْکَ اَبَدًا** اللہ کی قسم میں آپ کا نام ہرگز نہ مٹاؤں گا۔ میں خود تو مٹ سکتا ہوں مگر آپؐ کا نام اور آپؐ کی صفت اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا۔ بالآخر آپؐ نے خود اس لفظ پر لکیر پھیر دی۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں! حضرت علیؓ کے دل کے اندر کس طرح محبت و عشق رسول کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ آپؓ نے آپ کا نام مٹانے سے برملا انکار کر دیا۔ یہ انکار آپؓ کے کمال عشق کا مظہر ہے۔

## فتح خیبر اور حضرت علیؓ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حدیبیہ سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو محرم ۷ھ میں آپ کو خیبر پر چڑھائی کا حکم دیا گیا تا کہ جنگ احزاب میں بدعہدی کرنے والے یہود کو سبق سکھایا جا سکے۔ چنانچہ آپؐ نے چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا۔ خیبر میں یہودیوں کے متعدد چھوٹے بڑے قلعے تھے۔ حصن ناعم۔ حصن صعب۔ حصن قلہ۔ حصن ابی۔ حصن نزار۔ حصن قموص۔ حصن وطیح۔ حصن سلالم وغیرہ۔ ان تمام قلعوں کو مختلف صحابہ کرامؓ نے اپنی جان فشانی اور جرأت ایمانی سے فتح فرمایا۔

ان میں سے قلعہ قموص سب سے مستحکم قلعہ تھا جو مختلف حملوں کے باوجود

فتح نہ ہو سکا۔ بالآخر آپؐ نے ایک دن ارشاد فرمایا لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کہ کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ یہ قلعہ فتح فرما دے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

(محب اور محبوب ہونے کی یہ قید اتفاقی ہے)

صحابہ کرامؓ نے جب یہ خوشخبری سنی تو ساری رات سوچتے رہے کہ کون ایسا خوش نصیب ہوگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ یہ قلعہ فتح فرمادے گا۔ اور ہر ایک صحابیؓ کی یہ خواہش تھی کہ کل یہ جھنڈا مجھے ملے اور قلعہ قموص کی فتح کا اعزاز مجھے حاصل ہو۔ صبح کی نماز کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کہ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ بتایا گیا هُوَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْهِ کہ ان کی تو آنکھیں سخت بیمار ہیں۔ آشوب چشم کیوجہ سے وہ نماز میں بھی حاضر نہیں ہو سکے اور انہوں نے نماز اپنے خیمہ میں ہی ادا کی ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بلوایا اور جھنڈا ان کو عطاء فرمایا۔

حضرت علیؓ نے اپنی آنکھوں کی تکلیف بیان کر کے معذوری ظاہر کی تو فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَ دَعَالَهٗ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دعاء فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر انکی آنکھیں درست فرما دیں اور ان کو صحت کاملہ حاصل ہوگئی۔ فَبَرَاَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجْعٌ اس طرح صحت ہوگئی کہ گویا کہ تکلیف کبھی تھی ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل و رحمت فرماتے ہوئے آپؓ کے ہاتھ پر وہ قلعہ فتح فرما دیا۔

یہی وہ موقعہ تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرحب نامی بہادر سے مقابلہ ہوا۔ اور مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا بڑے کروفر اور تکبر سے میدان میں آیا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ ۔ شَاكِيْ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

سارا خیبر مجھے جانتا ہے کہ مرحب ہوں۔ ہتھیار استعمال کرنے والا ماہر تجربہ کار بہادر ہوں۔ جب جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں تو مجھے لڑائی کرنے میں بڑا مزا آتا ہے۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی للکار کے جواب میں فرمایا۔

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَةْ ۔ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَةْ
اُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَةْ

میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے۔ میں جنگل کے شیر کی طرح بہادر اور مہیب ہوں۔ میں انہیں پورا پورا ناپ کر بدلہ دوں گا۔

دوبدو لڑائی میں بالآخر حضرت علیؓ نے اس کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔

## فتح مکہ اور حضرت علیؓ

بعض روایات میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو حضرت علیؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے ان کے کندھوں پر چڑھ کر کنس پر رکھے ہوئے بت گرانا چاہے تو حضرت علیؓ آپ کا بوجھ نہ سہار سکے اور پھر آپؐ نے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور انہوں نے وہ بت گرا دیے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں آج حضرت علیؓ نبوت کا بوجھ نہیں سہار

سکے۔ مگر قربان جائیں صدیق اکبرؓ کی عظمت پر کہ انہوں نے ہجرت کی رات آپؐ کو کندھے پر اٹھا کر غار ثور تک پہنچا دیا۔

چوں رفتہ چندے بدامان دشت قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ درکس چناں قوت آمد پدید کہ بار نبوت تو اند کشید

## غزوہ تبوک اور حضرت علیؓ:

۹ھ میں جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ کو گھر بار کے انتظام اور دیگر امور کے لیے پیچھے چھوڑا۔ حضرت علیؓ حیران ہو کر عرض کرنے لگے یَا رَسُوْلَ اللہِ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَاءِ وَ الصِّبْیَانِ اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ میں ایک مجاہد اور بہادر نوجوان ہوں۔ آپؐ کے ساتھ نہ جانا اور پیچھے رہ جانا میرے شایان شان نہیں ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اے علی! تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ آج تیری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ اور یہ الگ بات ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

مطلب یہ تھا کہ ایک ذمہ داری کی بنیاد پر پیچھے رہ جانا کوئی کسر شان نہیں ہے۔ دیکھیے کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ایک ذمہ داری دے کر پیچھے چھوڑ گئے تھے؟ ساتھ ہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح اعلان فرما دیا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ تاکہ کوئی بد باطن

اس مثال کو اجراء نبوت کی دلیل نہ بنا لے۔

## مُہم یمن:

یمن کے لوگوں نے جب اسلام قبول کیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں دعوت اسلام اور عہدہ قضاء کے لیے حضرت علیؓ کو منتخب فرمایا۔ حضرت علیؓ عرض کرنے لگے تُرْسِلُنِیْ وَ اَنَا حَدِیْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَاءِ کہ آپؐ مجھے بھیج رہے ہیں؟ میں ایک ناتجربہ کار آدمی ہوں اور مجھے قضاء کے بارے میں بھی پورا علم نہیں ہے۔ وہاں تو نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دعاء دی۔ اِنَّ اللہَ سَیَھْدِیْ قَلْبَکَ وَیَشْرَحُ صَدْرَکَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَکَ کہ اللہ تعالیٰ تیرے قلب کی راہنمائی کرے گا۔ تیرے سینے کو کھول دے گا۔ اور تیری زبان کو حق پر قائم رکھے گا۔ اور اس دعاء کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد مجھے مقدمات کے فیصلوں میں کبھی تذبذب نہ ہوا۔ اور مشکل سے مشکل معاملات اور قضایا کا بہترین حل اللہ تعالیٰ میرے دل میں ڈال دیتا۔

## حجة الوداع:

۱۰ھ میں جب آپؐ نے حج فرمایا تو حضرت علیؓ کو خصوصی تقرب حاصل رہا آپؐ نے اس موقع پر ۱۰۰ اونٹ اللہ کے نام پر قربان کیے ۶۳ اونٹ آپؐ نے خود ذبح فرمائے اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے آپ کی طرف سے ذبح فرمائے۔

## خطبہ غدیر خُم:

حجۃ الوداع سے واپسی پر حضرت بریدہ اسلمیؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں کچھ شکایات پیش کیں تو آپؐ نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علیؓ کی خصوصی

فضیلت ومنقبت بیان فرمائی۔

آپؐ نے سب حاضرین سے پوچھا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کیا میں تمام مومنین کے لیے انکی جانوں سے بھی زیادہ عزیز نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا "بَلٰی" کیوں نہیں۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر بلند فرمایا اور ارشاد فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ جس کا میں محبوب اور دوست ہوں یقیناً علی بھی اسکا محبوب اور دوست ہونا چاہیے۔ پھر دعاء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ کہ اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

یہی وہ موقعہ ہے کہ جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں مبارک باد دی هَنِیْئًا لَّکَ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ اے علی بن ابی طالب! تجھے مبارک باد ہو کہ آج سے تو ہر مومن مرد وعورت کا محبوب بن گیا ہے۔

## وفات رسولؐ اور حضرت علیؓ:

۱۱ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرض الوفات میں بھی حضرت علیؓ کو آپ کا خصوصی قرب حاصل رہا۔ آپؓ برابر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیمارداری میں مصروف رہے۔ وفات کے بعد آپؐ کو غسل دینے میں بھی حضرت علیؓ شریک تھے آپؐ کی وفات کا جتنا دکھ اور صدمہ حضرت علیؓ کو ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔

## لسان نبوت اور علیؓ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے مختلف مواقع پر سیدنا

حضرت علیؓ کے فضائل ومناقب اور عظمت شان کا اظہار فرمایا۔

☆ ایک موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ وہاں موجود نہ تھے۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے سوال کیا اَیْنَ ابْنُ عَمِّکِ کہ حضرت علیؓ کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ گھر میں کچھ ایسی بات ہوگئی ہے کہ وہ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو فوراً حضرت علیؓ کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے۔ آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ مسجد میں سو رہے ہیں۔ چادر اوپر سے سرک چکی ہے اور وجود پر مٹی لگ چکی ہے۔ فَجَعَلَ یَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهٖ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے ان کے وجود سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے "قُمْ اَبَاتُرَابٍ، قُمْ اَبَاتُرَابٍ" اے مٹی پر لیٹنے والے اٹھ جا (بخاری) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب سے آپؐ نے مجھے محبت کے انداز میں ابوتراب کی کنیت سے پکارا خدا کی قسم مجھے "ابوالحسن" کی کنیت سے زیادہ یہ کنیت محبوب ہوگئی۔

☆ ایک دفعہ حضرت علیؓ کسی غزوے میں تشریف لے گئے تو ان کی غیر موجودگی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شاق گزری اور آپؐ نے دعاء فرمائی اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا (ترمذی) اے اللہ! جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ دینا۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کسی پرندے کا انتہائی مرغوب گوشت پیش کیا گیا تو آپؐ نے فوراً اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی اَللّٰهُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ یَاْکُلُ مَعِیْ هٰذَا الطَّیْرَ اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے کسی محبوب ترین آدمی کو بھیج دے جو میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعاء کو قبول فرمایا فَجَآءَهٗ عَلِیٌّ فَاَکَلَ مَعَهٗ (ترمذی) حضرت علیؓ

تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔

☆ ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا لَایُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ (ترمذی) کہ کوئی منافق اور اندر کا کھوٹا علیؓ سے محبت نہیں رکھ سکتا اور کوئی مومن مخلص علیؓ سے نفرت اور دشمنی نہیں رکھ سکتا۔

☆ ایک موقعہ پر آپؐ نے فرمایا مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ (رواہ احمد) کہ جس نے علیؓ کو گالی دی اور برا بھلا کہا گویا اس نے مجھے گالی دی۔

☆ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کمال تعلق کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَ هُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ (ترمذی) کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور علیؓ ہر مومن کا محبوب ہے۔

☆ حضرت علیؓ وہ شخصیت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عشرہ مبشرہ میں شمار فرمایا اور انہیں اسی دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی۔ بلکہ ایک موقعہ پر تو فرمایا کہ ہر آدمی جنت کا مشتاق ہے مگر تین آدمی ایسے ہیں کہ جنت ان کا اشتیاق رکھتی ہے اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلَاثَةٍ عَلِیٌّ وَ عَمَّارٌ وَ سَلْمَانُ (ترمذی) یعنی علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ وہ ہستیاں ہیں کہ جنت کو ان کا اشتیاق ہے۔

گرامی قدر سامعین! چونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ جانتے تھے کہ عنقریب کچھ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ دشمنی کریں گے اور ان کا درجہ گھٹائیں گے اس لیے آپؐ نے انکی یہ فضیلت ومنقبت بیان فرمائی ہے۔

## خلفاء ثلاثہ اور سیدنا علیؓ:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد عقل ودرایت کے لحاظ سے جس مسئلے کا فوری طور پر حل کرنا ضروری تھا وہ آپکی جانشینی اور خلافت کا مسئلہ تھا۔ تاکہ اسلامی ریاست وسیاست کا کام بدستور چلتا رہے اور کسی دشمن کو شرانگیزی کا

موقع نہ ملے۔

چنانچہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہنگامی طور پر جمع ہوکر کچھ مہاجرین وانصار نے متفقہ طور پر سیدنا حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ دوسرے دن تمام اصحاب کبار مہاجرین وانصار اور عامۃ الناس نے مسجد نبوی میں جمع ہوکر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اس بیعت میں حضرت سیدنا علیؓ اور سیدنا زبیرؓ کی عدم موجودگی کی وجہ سے آپؓ نے انکو بلوا کر بیعت نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے جواباً فرمایا کہ ہمیں اور کوئی رنج نہیں صرف یہی بات ہے کہ ہمیں خلافت کے مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ باقی ہم بھی جانتے ہیں کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ہیں۔ اور ہم انکی امامت و سیادت اور فضل و شرف کے معترف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکرؓ کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم انکو دنیا کے امور کے لیے پسند نہ کریں۔

حضرت ابوبکرؓ نے جواباً ثقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کی ساری صورت حال بالتفصیل بیان فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے محض اندیشہ فتنہ کیوجہ سے اس معاملہ کو مؤخر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آپؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ مجھے ذاتی طور پر امامت وخلافت کی قطعاً کوئی حرص و رغبت تھی اور نہ اب ہے۔

اس وضاحت کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے بلا تاخیر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یہ مسئلہ ختم ہوگیا۔ محقق علماء فرماتے ہیں کہ بخاری شریف میں جو چھ ماہ بعد حضرت علیؓ کے بیعت کرنے کا ذکر ہے وہ دراصل اس پہلی بیعت کی تجدید تھی۔ بعد ازاں سیدنا حضرت علیؓ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکرؓ سے کسی وقت جدا نہ ہوئے۔ انکے پورے دور خلافت میں انکے وزیر ومشیر

رہے اور تمام نمازیں انکے پیچھے پڑھتے رہے۔

اسی طرح خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی انکے وزیر و مشیر رہے۔ حضرت عمرؓ اکثر قضایا میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر تو آپؓ نے یہاں تک فرمایا لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کہ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جب منافقین نے انکے گھر کا محاصرہ کر کے انکا دانا پانی بند کر دیا تو حضرت علیؓ نے اس نازک موقعہ پر انکی بھر پور مدد کی۔ حضرت عثمانؓ نے آپکے پاس پانی بھیجنے کا پیغام بھیجا تو سیدنا علیؓ خود مشکیزہ بھر کر لے گئے۔ منافقین نے جب مشکیزہ چھوڑ دیا تو آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے اپنا عمامہ ان کے گھر میں پھینک دیا۔

اسی طرح آپؓ نے اپنے دونوں بیٹوں سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ کو حکم دیا کہ باب عثمانؓ پر کھڑے ہو کر پہرہ دیں تا کہ کوئی باغی اندر داخل ہو کر آپکو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور جب حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت علیؓ اپنے دونوں بیٹوں کو سخت ناراض ہوئے کہ تمہارے ہوتے ہوئے امیر المؤمنینؓ کس طرح شہید ہو گئے۔ فَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ آپ اتنے غصے میں تھے کہ آپ نے حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسینؓ کو سینے پر مارا۔

یاد رکھیے! ان چاروں خلفاء میں کسی قسم کا دینی و سیاسی اختلاف نہ تھا۔ یہ سب باہم شیر و شکر اور فرمان الٰہی کے مطابق رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی عملی تصویر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ اس حقیقت کے بعد تاریخی روایات کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

## ۴۰:- شانِ علی المرتضیٰؓ (۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا الخ (سورۃ الدھر)۔ صدق اللہ العظیم

گرامی قدر سامعین! آج میں آپکے سامنے خلیفہ رابع سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید کچھ فضائل ومناقب پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

### خلافت سیدنا علیؓ:

حضرت عثمانؓ کی الناک شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔ اہل مدینہ نے بار بار اصرار کیا کہ آپ خلافت کی ذمہ داری سنبھال لیں۔ مگر حضرت سیدنا علیؓ برابر انکار فرماتے رہے۔ دَعُوْنِيْ وَالْتَمِسُوْا غَيْرِيْ کہ مجھے رہنے دو اور کسی اور کو منتخب کرلو۔ مگر جب مہاجرین وانصار نہ مانے تو آپؓ نے انکے اصرار کیوجہ سے بیعت لے لی اور خلافت کی ذمہ داری اٹھالی۔

### قصاص عثمانؓ کا قضیہ:

عقلی طور پر آپکی حکومت کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ قاتلین عثمانؓ کو پکڑا جائے اور اُن سے آپکے خون کا قصاص لیا جائے۔ چونکہ حالات انتہائی خراب تھے اور آپکی حکومت ابھی مستحکم نہ ہوئی تھی' نیز قاتلین عثمان کو تلاش کرنا اور انکی حمایتوں کو توڑنا اور قصاص کے لیے راہ ہموار کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ اس بناء پر

آپؓ نے اس معاملہ کو مؤخر فرمایا۔ جبکہ حضرت سیدنا معاویہؓ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا خیال تھا کہ اس معاملے میں ہرگز تاخیر نہیں ہونی چاہیے اور قاتلین عثمانؓ کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اگر ان کو ڈھیل دی گئی تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور امت میں افتراق و انتشار پیدا ہوگا۔

## سیدہ عائشہؓ اور حضرت علیؓ:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے جب اصلاح احوال کے لیے بصرہ کا رُخ کیا تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو بعض خیرخواہان امت کی مخلصانہ کوششوں سے صلح کی یقینی صورت پیدا ہوگئی۔ مگر قاتلین عثمان (جنھیں اس صلح میں اپنی موت نظر آرہی تھی) نے انتہائی مکاری کے ساتھ رات کے وقت دونوں گروہوں پر شب خون مار کر اُن کو باہم لڑادیا۔ ہزاروں قیمتی جانوں کا نقصان ہونے کے بعد بڑی مشکل سے یہ لڑائی رو کی گئی۔

لڑائی کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود آ کر حضرت عائشہؓ کی خیریت پوچھی اور انھیں بُحرمت تمام چالیس معزز آدمیوں کی حفاظت میں حجاز کی طرف رُخصت فرمایا اور حضرت حسنؓ کو ساتھ لیکر دور تک انکی مُشایعت فرمائی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر یہ اقرار کیا کہ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی بغض وعداوت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ محض اتفاقی لڑائی تھی جو سبائیوں کی شرارت سے بن گئی ورنہ یہ حضرات تو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی عملی تصویر تھے۔

## حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ:

اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو معرکہ صفین پیش آیا یہ بھی سبائیوں کی سازش تھی اور اتفاقی جنگ تھی۔ یہ دونوں حضرات ہرگز اس کشت وخون کے حق میں نہ تھے۔ حتی کہ لڑائی کے دوران دونوں طرف کے اکابرین قرآن مجید کو بلند کر کے جنگ بندی کی اپیل کرتے رہے۔ جنگ تھمنے کے بعد خود حضرت علیؓ نے انتہائی افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا اِنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِیَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَۃٌ لَانَسْتَزِیْدُھُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالتَّصْدِیْقِ بِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَسْتَزِیْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْہِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْہُ بُرَآءٌ. بے شک ہمارا رب بھی ایک ہے ہمارا نبی بھی ایک ہے اور ہماری دعوت اسلام بھی ایک ہی ہے۔ ہم ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں ان سے بڑھ کر نہیں ہیں اور نہ وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہماری بنیاد اور اساس ایک ہی ہے۔ ہاں ہمارے درمیان قصاص عثمان کیوجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور ہم دونوں گروہ اس خون ناحق سے مبرا ہیں (نہج البلاغت)

اسی طرح ایک دفعہ آپؓ سے دونوں طرف کے مقتولین کے انجام کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے ارشاد فرمایا قَتْلَانَا وَقَتْلَاھُمْ فِی الْجَنَّۃِ (مقدمہ ابن خلدون) کہ ہمارے اور ان کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔

اس لیے ہمارا منہ نہیں کہ ہم ان حضرات پر نکتہ چینی کر سکیں۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہؓ بھی اپنے اجتہاد کی بنیاد پر معذور تھے کہ مجتہد مخطی بھی مثیب ہے۔ دونوں صحابی رسولؐ تھے اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہم کلمہ خیر کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔

## تبدیلی دار الخلافہ:

چونکہ حضرت سیدنا علیؓ کے دور حکومت میں شرارتی عناصر فتنہ انگیزی کرنے کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے اس لیے آپؓ نے مدینہ منورہ کا تقدس ملحوظ رکھتے ہوئے دار الخلافہ کی تبدیلی کا فیصلہ فرمایا۔ اور چونکہ آپؓ کے حامیوں کی زیادہ تعداد کوفہ میں تھی اس لیے آپؓ نے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ ویسے بھی کوفہ کا محل وقوع انتظام مملکت کے لیے موزوں تھا۔

## فقاہت علیؓ:

حضرت علیؓ کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو بے انتہاء علم و فقاہت سے نوازا تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد یہ تھا اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ اَبُوْبَكْرٍ اَسَاسُهَا وَ عُمَرُ جُدْرَانُهَا وَ عُثْمَانُ سَقْفُهَا وَ عَلِيٌّ بَابُهَا (مرقات) کہ میں علم کا شہر ہوں، ابوبکرؓ اس کی بنیاد ہے۔ عمرؓ اس کی دیواریں ہے، عثمانؓ اس کی چھت ہے اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا اثر تھا کہ آپؓ کے اندر کمال درجے کی فقاہت اور ذہانت پائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے مشکل قضیوں کا منٹوں میں فیصلہ فرما دیتے تھے۔ ایک موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ کہ حضرت علیؓ کے اندر سب سے زیادہ قوت فیصلہ پائی جاتی ہے۔

☆ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہؓ کو منافقین نے حضرت مابورؓ سے متہم کر دیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیرت میں آ کر

حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ جا کر مابور کو قتل کر دو۔ حضرت علیؓ کی جب اس کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی تو اس کا تہبند کھل گیا اور آپؓ نے دیکھا کہ اس کے لیے مردی علامت سرے سے موجود ہی نہیں۔ تو آپؓ نے اپنی خداداد فقاہت اور اجتہاد سے کام لیتے ہوئے اسے قتل نہ کیا' اور واپس آ کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سارا معاملہ عرض کر دیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اَلشَّاهِدُ يَرٰى مَالَا يَرَى الْغَائِبُ حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ یعنی آپؐ نے ان کے اس فیصلے کی تصویب فرمائی۔

☆ اسی طرح ایک موقعہ پر ایک عورت نے زناء کیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ جا کر اس کو کوڑے لگاؤ۔ آپؓ جب وہاں گئے تو دیکھا کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہو چکا ہے اور وہ نفاس کی حالت میں ہے۔ آپؓ نے خطرہ محسوس کیا کہ اس حالت میں کوڑے لگانے کی وجہ سے کہیں یہ مر ہی نہ جائے اور اس کو کوڑے لگائے بغیر واپس آ گئے اور آپؐ سے سارا معاملہ عرض کر دیا تو آپؐ نے انکے فیصلہ کی تصویب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اَحْسَنْتَ کہ تو نے ٹھیک کیا ہے۔ (مسلم)

☆ ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت حذیفہؓ حاضر ہوئے تو آپؓ نے ان سے حال احوال پوچھا۔ حضرت حذیفہ عرض کرنے لگے امیر المومنین! میری تو یہ حالت ہے کہ (۱) فتنہ سے محبت کرتا ہوں۔ (۲) حق کو ناپسند کرتا ہوں۔ (۳) جو شئے تخلیق نہیں ہوئی اس کو مانتا ہوں۔ (۴) جو چیز دیکھی نہیں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ (۵) وضوء کے بغیر بھی صلوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ (۶) پھر بھی زمین پر میرے لیے وہ کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے

حضرت حذیفہ تو اپنا حال سنا کر چلے گئے مگر حضرت عمرؓ ان کی یہ عجیب باتیں سن کر شدید حیران ہوئے بلکہ غضب ناک ہوئے۔ آپؓ اسی سوچ میں بیٹھے

تھے کہ حضرت علیؓ ان کے ہاں تشریف لائے اور پریشانی کیوجہ پوچھی تو آپؓ نے حضرت حذیفہؓ کی ساری باتیں بتائیں اور ارشاد فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ ایک صحابی رسول کے اندر یہ تبدیلی کیسے آ گئی؟

حضرت علیؓ فرمانے لگے امیر المومنین! حذیفہؓ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ آپؓ نے چونک کر پوچھا وہ کیسے؟ تو حضرت علیؓ بولے (۱) فتنہ سے ان کی مراد مال و اولاد ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ. اور مال و اولاد سے ہر ایک محبت کرتا ہے۔ (۲) حق سے ان کی مراد موت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ. ظاہر ہے کہ ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے۔ (۳) جو چیز تخلیق نہیں ہوئی اس سے مراد کلام الٰہی ہے۔ (۴) ان دیکھی چیز کی گواہی دینے سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کی گواہی دینا ہے۔ (۵) بغیر وضو کے صلوٰۃ ادا کرنے سے مراد درود شریف پڑھنا ہے۔ (۶) زمین پر ان کے لیے بیوی اور اولاد وغیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب حضرت علیؓ کی یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوئے اور ان کے علم و دانش کی بے حد تعریف فرمائی۔

☆ ایک دفعہ آپؓ کی خدمت میں ایک قضیہ لایا گیا کہ دو مسافروں نے مل کر کھانا شروع کیا۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں جبکہ دوسرے کے پاس تین تھیں۔ ان کے پاس ایک مہمان آیا تو انہوں نے اس کو بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ جاتی دفعہ یہ مہمان ان دونوں کو آٹھ دینار دے کر چلا گیا۔ ان دیناروں کی تقسیم میں ان کا جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میری پانچ روٹیاں تھیں اس لیے ان میں سے پانچ دینار تو میرے ہوئے اور تیری تین روٹیاں

تھیں اس لیے تین دینار تو لے لے۔ مگر یہ دوسرا شخص بضد تھا کہ مجھے آدھی رقم یعنی چار دینار ملنے چاہیے۔

حضرت سیدنا علیؓ نے جب یہ ساری بات سنی تو تین روٹیوں والے کو ناصحانہ انداز میں مشورہ دیا کہ جو کچھ تیرا بھائی تجھے خوشی سے دے رہا ہے یہ لے لے اور مجھ سے فیصلہ نہ کرا۔ مگر وہ بولا کہ میں تو پورا پورا انصاف چاہتا ہوں۔ اب آپؓ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تیری تین روٹیاں تھیں۔ ان تینوں روٹیوں میں سے ہر روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا اگر ہر روٹی کے تین ٹکڑے کیے جائیں تو تیری روٹیوں کے کل کتنے ٹکڑے بنے؟ وہ بولا کہ نو ٹکڑے۔ پھر آپؓ نے پوچھا کہ تیرے اس بھائی کی پانچ روٹیاں تھیں ان کے کل کتنے ٹکڑے بنے؟ وہ بولا کہ پندرہ ٹکڑے آپؓ نے پوچھا کل کتنے ٹکڑے ہو گئے؟ وہ بولا کہ "چوبیس"

آپؓ نے فرمایا ان چوبیس ٹکڑوں کو تین آدمیوں نے برابر کھایا ہے یعنی ہر ایک نے آٹھ ٹکڑے کھائے ہیں۔ تیری روٹیوں کے کل نو ٹکڑے تھے ان میں سے مہمان کے حصے میں ایک ٹکڑا آیا۔ جبکہ اس کی روٹیوں کے کل پندرہ ٹکڑے تھے اور ان میں سے مہمان کے حصے میں سات ٹکڑے آئے۔ اگر تو عدل چاہتا ہے تو سات دینار یہ لے گا اور تجھے صرف ایک دینار ملے گا۔ اب وہ لالچی آدمی اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔

☆ اسی طرح آپؓ کے پاس ایک دفعہ تین شخص آئے جن کا کاروبار سانجھا تھا ایک نے اس کاروبار میں ۲/۱ حصہ، دوسرے نے 1/9 حصہ اور تیسرے نے ۳/۱ حصہ رقم لگائی تھی۔ بالآخر تینوں کا ایک دفعہ جھگڑا ہو گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اب ہمیں الگ الگ ہو جانا چاہیے۔ باقی مال تو انہوں نے تقسیم کر لیا مگر باربرداری کے اونٹ تقسیم نہ ہو سکے۔ کسی نے کہا کہ اونٹوں کو بیچ کر قیمت تقسیم کر لو مگر تینوں بضد تھے کہ

اونٹ ہی لیں گے کوئی آدمی رقم لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ بڑی مشکل یہ تھی کہ اونٹوں کی تعداد سترہ (۱۷) تھی جو کسی طرح بھی پورے پورے تقسیم نہ ہو سکتے تھے۔

جب یہ فیصلہ آپؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے تھوڑا سا توقف کر کے فرمایا کہ اونٹوں کو یہاں لیکر آؤ۔ چنانچہ سترہ اونٹ موقعہ پر لائے گئے آپؓ نے فرمایا ایک اونٹ بیت المال میں سے لا کر ان میں کھڑا کر دیا جائے۔ اب کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے۔

آپؓ نے ایک شخص کو بلایا' پوچھا تیرا کتنا حصہ ہے؟ وہ بولا ۱/۹ آپ نے اسے نواں حصہ یعنی دو اونٹ دے دیے۔ دوسرے کو بلایا تو اس نے کہا میرا ۱/۳ حصہ ہے۔ آپؓ نے تیسرا حصہ یعنی چھ اونٹ اس کو دے دیے۔ تیسرے کو بلایا تو وہ کہنے لگا کہ میرا ۱/۲ حصہ ہے آپؓ نے اسے آدھا حصہ یعنی نو اونٹ دے دیے۔ اس طرح آپؓ نے سب اونٹ تقسیم کر دیے۔ ۲+۶+۹=۱۷' ایک اونٹ بیت المال والا باقی بچ گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اسے بیت المال میں واپس کر دو۔ سب لوگ اس فیصلے سے حیران رہ گئے۔

اس طرح آپؓ نے اتنے مشکل مسئلے کو چٹکی میں حل کر کے ثابت کر دیا کہ اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ.

**فقر علیؓ:**

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی تھی کہ آپؓ فقر اور زہد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت رکھتا ہے' فقر اس کی طرف انتہائی تیزی سے آتا ہے۔ نیز آپؐ کی یہ بھی دعاء ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً کہ اے اللہ محمدﷺ کہ آل کی روزی بقدر کفایت کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے انتہائی فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میری زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور تمام جنتی عورتوں کی سردار ہونے کے باوجود گھر کا کام کاج خود کیا کرتی تھیں' خود اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں اور یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر گٹے پڑ گئے تھے اور پانی کے لیے خود ہی مشک بھر بھر کر لاتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے سینہ مبارک پر نشانات پڑ گئے تھے اور خود ہی گھر میں جھاڑو وغیرہ دیا کرتی تھیں' جس کی وجہ سے ان کے کپڑے میلے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں کچھ باندیاں اور غلام آئے آپؐ نے ان غلاموں کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمانا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا لَوْ اَتَيْتِ اَبَاكِ فَسَأَلْتِهِ خَادِمًا کہ اگر آپؓ اپنے ابا حضور کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لائیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ حضرت فاطمہؓ اس مقصد کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو وہاں کچھ صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے' اس لیے شرم کی وجہ سے واپس آ گئیں۔

فرماتے ہیں کہ دوسرے دن خود حضورؐ ہمارے مکان پر تشریف لائے اور آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے سوال فرمایا کہ بیٹی تو کل میرے ہاں گئی تھی مَاكَانَ حَاجَتُكِ ؟ کوئی کام تھا تو بتائیں۔ تو حضرت فاطمہؓ شرم و حیاء کی وجہ سے خاموش رہیں اور بول بھی نہ سکیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کل چونکہ آپؐ کے ہاں غلام اور باندیاں وغیرہ آئی تھیں۔ اس لیے میں نے ان کو بھیجا تھا کہ جا کر کم از کم ایک خادم آپؐ سے مانگ لائیں تو گھر میں کام کاج کے سلسلے میں سہولت رہے

گی۔ آپؐ نے یہ ساری بات سن کر ارشاد فرمایا اِتَّقِی اللہَ یَا فَاطِمَۃُ وَاَدِّیْ فَرِیْضَۃَ رَبِّکِ وَاعْمَلِیْ عَمَلَ اَھْلِکِ کہ اے فاطمہ! اللہ سے ڈرتی رہو یعنی تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد شدہ فرائض ادا کرتی رہو اور گھر کے کام کاج خود کرتی رہو۔ باقی رہی خادم کی بات تو سَبَقَکُنَّ یَتَامٰی بَدْرٍ. اس سلسلہ میں بدر کے یتیموں کا تم سے زیادہ حق ہے۔ پھر آپؐ نے ان کو تسبیحات فاطمہؓ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا یَا فَاطِمَۃُ ھِیَ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ خَادِمٍ کہ اے فاطمہ! یہ تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت فاطمہ عرض کرنے لگیں میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے رسولؐ کی تجویز پر راضی ہوں۔

گرامی قدر سامعین! اس ایک واقعہ سے ہی حضرت علیؓ کے گھر کی حالت کا پورا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

## سخاوت علیؓ:

حضرت علیؓ کی زندگی اگرچہ فقیرانہ تھی مگر آپ صفت سخاوت میں بھی بے مثل تھے۔ ایک دفعہ آپؓ کے دونوں صاحبزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سید حسین رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشورہ پر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے ان کی شفایابی پر تین روزے رکھنے کی منت مان لی۔ بچوں نے جو سنا تو کہنے لگے ہم نے بھی تین روزے رکھنے کی منت مان لی ہے۔ آپؓ کی لونڈی فضہ کہنے لگی میں بھی تین روزے رکھوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور چند دنوں کے بعد دونوں بچے صحت یاب ہو گئے اور نذر پوری کرنے کے لیے سب نے روزہ رکھ لیا۔ گھر میں چونکہ فقر و فاقہ تھا اس لیے محض پانی پی کر سحری کر لی۔ صبح کے وقت حضرت سیدنا علیؓ ایک یہودی

شمعون کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اگر تو کچھ اون کاتنے کے لیے دے دے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کو کات دے گی۔ شمعون نے اون کا ایک گٹھڑ تین ٹوپے جَو کی اجرت پر دے دیا۔

حضرت علیؓ وہ گٹھڑ اٹھا کر گھر لائے اور حضرت فاطمہؓ نے روزہ کی حالت میں اس کو کاتنا شروع کر دیا۔ شام تک تقریباً تیسرا حصہ کات لیا۔ حضرت علیؓ بھی سارا دن محنت کر کے افطاری کے لیے کچھ کما کر لے آئے۔ آپؓ نے اس یہودی کو وہ کاتی ہوئی اون دیکر ایک صاع جَو وصول کیے اور حضرت فاطمہؓ نے ان کو صاف کیا' چکی میں پیسا اور آٹا گوندھ کر پانچ روٹیاں پکائیں۔ ایک اپنی' ایک حضرت علیؓ کی' ایک حضرت حسنؓ کی' ایک حضرت حسینؓ کی اور ایک فضہ کی۔

دن بھر کے روزہ اور محنت مزدوری کی وجہ سے سب اہل خانہ کھانے کے لیے بے تاب تھے۔ حضرت علیؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے تو دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر کھانا وغیرہ رکھا گیا۔ ابھی لقمہ توڑنے ہی والے تھے کہ ایک مسکین نے آ کر دروازے پر دستک دی اور آواز لگائی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ اَنَا مِسْكِيْنٌ مِنْ مَسَاكِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ اَطْعِمُوْنِيْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ اَطْعَمَكُمُ اللّٰهُ مِنْ مَوَائِدِ الْجَنَّةِ اے محمد ﷺ کے گھر والو! السلام علیکم میں ایک مسکین ہوں' میرے بچے بھوک سے بے تاب ہیں' مجھے کھانا دو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کا کھانا دے گا۔

حضرت علیؓ نے ہاتھ روک لیا اور حضرت فاطمہؓ سے اشارتاً پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا ضرور دینا چاہیے۔ چنانچہ وہ سارا کھانا اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا گیا وَبَاتُوْا جِيَاعًا لَمْ يَذُوْقُوْا اِلَّا الْمَاءَ سب نے خود پانی پر گزارہ کیا اور بھوکے رات گزاری۔

اسی حالت میں دوسرا روزہ شروع کیا آج بھی حضرت علیؓ نے مزدوری کی اور حضرت فاطمہؓ نے ایک تہائی اون کاتی۔ شام کو اس کی اجرت میں اسی طرح ایک صاع جو وصول ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ نے آج پھر اسی طرح پانچ روٹیاں پکائیں۔ آج پھر جب مغرب کی نماز کے بعد سب اہل خانہ دستر خوان پر بیٹھے تو ایک یتیم نے دستک دیکر آواز لگائی کہ محمدؐ کے گھرانے والو! میں ایک یتیم ہوں۔ میرے بہن بھائی بھوک سے نڈھال ہیں مجھے کھانا دو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ آج پھر سب نے مشورہ کر کے سارا کھانا اس یتیم کو دے دیا اور خود محض پانی پر گزارا کر لیا۔

اسی طرح تیسرے دن کا روزہ بھی فاقہ سے شروع ہوا۔ آج پھر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے محنت مزدوری کر کے اسی طرح پانچ روٹیاں پکائیں۔ جب سب لوگ مغرب کے بعد کھانے کے لیے بیٹھے تو دروازے پر سے آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ مُحَمَّدٍ اے محمدؐ کے گھر والو السلام علیکم میں ایک بدنصیب قیدی ہوں۔ پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں کفار نے ہمیں قید کر رکھا ہے اور کھانا بھی نہیں دیتے۔ میں اور میرے ساتھی بھوکے ہیں مجھے کھانا دو اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عطاء فرمائے گا۔ آج پھر سب نے ایثار سے کام لے کر سارا کھانا اس قیدی کو دے دیا اور خود پانی پر گزارہ کر کے رات گزار لی۔

صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حسنؓ و حسینؓ شدت بھوک سے کانپ رہے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ مصلے پہ بیٹھی ذکر کر رہی ہیں وَقَدْ لَصَقَ بَطْنُھَا مِنْ شِدَّۃِ الْجُوْعِ وَ غَارَتْ عَیْنَاھَا انکا پیٹ شدت بھوک سے کمر سے لگ چکا ہے اور آنکھیں اندر کو گڑ گئی ہیں۔ پیغمبرﷺ یہ صورتحال برداشت نہ کر سکے اور فرمانے لگے وَاغَوْثَاہُ اَھْلَ بَیْتِ مُحَمَّدٍ

يَمُوْتُوْنَ جُوْعًا افسوس کہ آج میرے اہل بیت کس طرح بھوک سے بے تاب ہیں۔

ابھی آپ یہ کلمات کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت جبریلؑ امین کا نزول ہوا اور وہ اہل بیت محمد کی شان وعظمت کے بارے میں یہ آیات لے کر آ گئے۔اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُاللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّ سُرُوْرًا وَجَزٰھُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّۃً وَّ حَرِیْرًا الخ (سورۃ دھر) بے شک یہ نیک لوگ ایسی شراب نوش جان کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے خدا کے بندے پئیں گے اور اس میں سے نہریں نکالیں گے۔ یہ لوگ اپنی نذر پوری کرنے والے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش اور حاجت ہوتی ہے اپنا کھانا مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں یہ کھانا خالص خدا کی رضاء کے لیے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے اس کے بدلے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے طلب گار۔ ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو چہروں کو کریہ المنظر اور دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ انکو اس دن کی سختی سے بچائے گا اور انہیں تازگی اور خوشدلی عنایت فرمائے گا اور انکو انکے صبر کے بدلے بہشت کے باغات اور ریشم کے ملبوسات عطاء فرمائے گا۔

☆ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک سائل نے سوال کیا۔ آپؓ کے گھر

میں اس وقت کسی شدید ضرورت کے پیش نظر چھ درہم رکھے تھے۔ آپؓ نے فوراً حضرت حسینؓ کو بھیجا کہ جا کر اپنی اماں سے وہ چھ درہم لے کر آ ؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے جواباً فرمایا کہ شاید آپؓ کو یاد نہیں یہ چھ درہم تو آپؓ نے فلاں ضرورت کے لیے رکھوائے ہوئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس وقت تک بندے کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اسے اپنے اللہ کے فرمان پر مکمل اعتماد نہ ہو۔ جاؤ اپنی والدہ سے کہو کہ وہ سارے درہم بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے وہ سارے درہم اس سائل کو دے دیے اور وہ آپؓ کو دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

ابھی آپؓ وہاں ہی تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی اپنا اونٹ بیچنے کی آواز لگاتا جا رہا تھا۔ آپؓ نے اس سے قیمت پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ ایک سو چالیس درہم۔ آپؓ نے قیمت قبول فرما کر اونٹ خرید لیا اور اس سے کہا کہ کچھ دیر کے بعد آکر قیمت لے جانا وہ شخص وہاں اونٹ باندھ کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی گزرا جو ایک اونٹ کے خریدنے کا خواہش مند تھا۔ اس نے اونٹ کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا اگر خریدنا ہے تو بتاؤ کیا دیتے ہو؟ وہ اونٹ کو بغور دیکھ کر کہنے لگا دو سو درہم منظور ہیں؟ آپؓ نے یہ قیمت منظور فرما کا اس سے لے لی۔ اور اونٹ اس کے حوالے کر دیا۔

پھر آپؓ نے فوراً اس شخص کو بلایا جس سے اونٹ خریدا تھا اور اسے ایک سو چالیس درہم ادا کیے اور بقیہ ساٹھ درہم گھر بھیج دیے۔

حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ ابھی چھ درہم بھیجے تھے اور ساٹھ درہم آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا حضرت علیؓ گھر تشریف لائے تو انہوں نے یہ عقدہ کھولا کہ ہم نے اللہ کے رستے میں چھ درہم خرچ کیے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق دس گنا بغیر محنت کے دے دیے۔ کیونکہ اس کا اعلان ہے مَنْ جَاءَ

بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا.

**دیانت علیؓ :**

آپؓ کی زندگی میں بار ہا ایسے مواقع آئے کہ آپؓ نے امانت و دیانت کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمادیں۔

☆ ایک دفعہ آپؓ کی زرہ گم ہو گئی جو تلاش بسیار کے بعد نہ ملی۔ ایک دن آپؓ نے دیکھا کہ وہی زرہ لیے ایک یہودی بازار میں بیچنے کے لیے کھڑا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے۔ یہودی نے انکار کر دیا تو آپؓ نے قاضی شریحؒ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی شریحؒ نے امیر المومنین اور یہودی کو عدالت میں طلب کر کے برابر کھڑا کر دیا۔ یہودی یہ منظر دیکھ کر اسلام کے نظام عدالت سے بڑا متاثر ہوا۔

قاضی صاحب نے حضرت علیؓ سے اپنے دعویٰ پر دو گواہ طلب کیے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ اور تو کوئی گواہ نہیں، میرا بیٹا حسنؓ اور میرا غلام قنبر گواہی دیں گے۔ قاضی صاحب کے نزدیک باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی ناقابل قبول تھی، اس لیے انہوں نے حضرت حسنؓ کی گواہی لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کوئی اور گواہ ہے تو لاؤ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ اور تو کوئی گواہ نہیں ہے۔ اب قاضی صاحب نے حسب شریعت یہودی سے قسم اٹھانے کو کہا تو اس نے بلا تأمل قسم اٹھا دی۔ قاضی صاحب نے اس کی قسم کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے حضرت علیؓ کا دعویٰ خارج کر دیا اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

اسلام کا یہ عدل و انصاف دیکھ کر یہودی کے دل پر بڑا اثر ہوا، اس نے عدالت سے نکلتے ہوئے معذرت کر کے کہا امیر المومنین! یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ میں نے ایک دفعہ اسے چوری کر لیا تھا۔ آپؓ اپنی زرہ واپس لے لیں اور مجھے کلمہ

پڑھائیں۔

اس کو کلمہ شہادت پڑھانے کے بعد آپؓ نے فرمایا کہ اب تو اسلام میں داخل ہو کر میرا بھائی بن چکا ہے یہ زرہ میں تجھے بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں اسے قبول کر لے۔ چنانچہ آپؓ نے وہ زرہ پھر اس کو دے دی۔

☆ ایک دفعہ آپؓ کی بیٹی حضرت زینبؓ نے عید کے موقعہ پر بیت المال کے محافظ ابن ابی رافع سے عارضاً ایک قیمتی ہار مانگ کر پہن لیا۔ جب آپؓ کی نظر ہار پر پڑی تو بیٹی سے پوچھا کہ یہ ہار تو نے کہاں سے لیا ہے؟ بچی نے جواب دیا کہ یہ میں نے ابن ابی رافع سے تین دن کے لیے عارضاً مانگا ہے۔

آپؓ نے ناراضگی کے عالم میں فوراً اس کو طلب کیا اور اسے سخت ناراض ہوئے کہ تو نے مسلمانوں کے مشترکہ مال میں خیانت کیوں کی؟ کیا تیرے پاس اتنے ہار ہیں کہ سب مسلمان بچیوں کو دے جا سکیں؟ وہ کہنے لگا اللّٰهُ اِبْنَتُكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. اے امیر المومنین! یہ آپ ہی کی تو بیٹی ہے۔ آپؓ نے گرجدار لہجے میں جواب دیا هَلْ تُغْنِيْ عَنِّيْ اِبْنَتِيْ مِنْ عَذَابِ اللهِ؟ کیا کل قیامت کے دن میری یہ بچی مجھے عذاب الٰہی سے بچا سکے گی؟ میں اس بچی کی محبت میں اپنی آخرت خراب نہیں کر سکتا۔

پھر آپؓ نے فوراً وہ ہار اپنی بچی کے گلے سے اتروا کر خازن بیت المال ابن ابی رافع کو دیا اور فرمایا کہ اسے فوراً بیت المال میں جمع کر دو اور خبردار اگر آئندہ ایسا کام کیا تو سخت سزا ملے گی۔

گرامی قدر سامعین! ان دو واقعات سے آپ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثالی دیانت و امانت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

## کرامت علیؓ :

کتب تاریخ و حدیث میں آپؓ کی بہت ساری کرامتیں بھی ملتی ہیں۔ صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

☆ ایک دفعہ آپؓ کسی سفر سے واپس گھر تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے فرمایاھَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ تُغَذِّیْنِیْہٖ؟ کہ کھانے کی کوئی چیز ہے تو لاؤ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ حضرت فاطمہؓ فرمانے لگیں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے میرے باپ کے سر پر نبوت کا تاج سجایا۔ میرے گھر میں تو دو دن سے فاقہ ہے نہ میں نے خود کچھ کھایا ہے نہ میرے دونوں بیٹوں حسنؓ وحسینؓ نے۔ یہ حالت سن کر آپؓ کا دل بھر آیا اور اپنے بچوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے گھر سے اللہ کے توکل پر نکل کھڑے ہوئے۔ کوئی محنت مزدوری نہ ملی تو بالآخر کسی سے ایک دینار قرض لیا اور سامان خورد ونوش خریدنے کے لے بازار کی طرف چل پڑے۔

دوپہر کا وقت تھا اور شدید گرمی تھی کہ آپ کو راستہ میں حضرت مقدادؓ انتہائی پریشانی کی حالت میں ملے۔ آپؓ نے ان سے پوچھا مَا اَزْعَجَکَ یَا مِقْدَادُ ھٰذِہِ السَّاعَۃَ اے مقداد! اس وقت سخت گرمی میں کیوں پھر رہے ہو؟ حضرت مقدادؓ بولے خَلِّ سَبِیْلِیْ وَلَا تَسْأَلْنِیْ کہ آپ اس بات کو رہنے دیں۔ آپؓ نے قسم دیکر سوال کیا کہ تجھے ضرور بتانا ہوگا۔ تب انہوں نے بتایا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں اس وقت سخت فقر و فاقہ کا شکار ہوں۔ میرے بچے بھوک کی شدت سے بلک رہے ہیں مجھ سے ان کی حالت دیکھی نہ گئی تو گھر سے باہر نکل آیا۔

حضرت مقدادؓ کی یہ حالت سن کر آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حتی کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی اور فرمایا کہ قسم بخدا میرے گھر میں بھی شدید فاقہ ہے یہ

ایک دینار میں نے کسی سے قرض لیا ہے وَاُوثِرُکَ بِہٖ عَلٰی نَفْسِیْ میں اپنی ذات پر تجھے ترجیح دیتا ہوں۔ یہ دینار آپ لے لیں اور اپنے بچوں کے لیے کھانے کا انتظام کریں۔ حضرت مقدادؓ نے ذرا تامل کیا تو آپؓ نے قسم دیکر بزور انکو دینار دے دیا۔

حضرت مقدادؓ تو دینار لے کر چلے گئے مگر حضرت علیؓ اپنے لیے مزید کوئی انتظام نہ کر سکے۔ گھر جائیں تو کس طرح؟ چنانچہ خاموشی سے آ کر مسجد نبوی میں بیٹھ گئے۔ ظہر کی نماز پھر عصر کی نماز حتی کہ مغرب کی نماز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑھی۔

مغرب کی نماز کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلنے لگے تو حضرت علیؓ کو اشارے سے بلایا حضرت علیؓ خاموشی سے آپؐ کے پیچھے چل پڑے۔ جب آپؐ مسجد کے دروازے پر تشریف لائے تو سوال فرمایا یَا اَبَا الْحَسَنِ ھَلْ عِنْدَکَ شَیْءٌ تُعَشِّیْنَا بِہٖ؟ اے ابوالحسن کیا تیرے گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟ تا کہ میں آج تیرا مہمان بنوں۔

حضرت علیؓ نے شرمندگی کی وجہ سے نظریں جھکا لیں تو آپؐ نے دوبارہ یہی سوال فرمایا۔ اب حضرت علیؓ نے جواب دیا حُبًّا وَ تَکْرِیْمًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول بڑی خوشی سے تشریف لائیں۔ جو کچھ بھی ہے آپؐ کے لیے حاضر ہے۔

حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے ہیں اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے جا رہے ہیں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ الخ اے اللہ اس مشکل وقت میں تیرے سوا میری فریاد سننے والا اور میری مشکل کشائی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ دونوں حضرات جب گھر میں داخل ہوئے

تو سیدہ فاطمہؓ مصلے پر بیٹھی ذکر کر رہی تھیں' اٹھ کر آپ کا استقبال کیا اور سلام کا جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا اے فاطمہ! اگر کھانے کو کچھ ہے تو ہمیں کھلا دو۔

حضرت فاطمہؓ نے بڑی حسرت سے برتنوں کو دیکھا تو ایک عجیب نظارہ تھا ایک محکک بہترین کھانے سے بھری ہوئی ہے اور بہترین خوشبو اٹھ رہی ہے۔ آپؓ نے اٹھا کر فوراً ان دونوں حضرات کے سامنے رکھ دی۔ حضرت علیؓ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے اور حضرت فاطمہؓ کی طرف تیز نظروں سے دیکھا اور اشاروں اشاروں میں سوال کیا کہ مجھے تو بتایا کہ دو دن سے گھر میں پکانے کے لیے کچھ نہیں ہے؟ اور پھر یہ معاملہ کیا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواباً فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے میرے ابا کے سر پر نبوت کا تاج رکھا۔ میں نے آج تک آپؓ سے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔

اب حضرت علیؓ نے کھل کر پوچھ لیا فَاَنّٰی لَکِ ھٰذَا لَمْ اُرَمِثْلَهٗ وَ لَمْ اَشُمَّ رَائِحَتَهٗ وَلَمْ اٰکُلْ اَطْیَبَ مِنْهُ تو پھر یہ اتنا بہترین کھانا جس کی مثل میں نے آج تک نہ دیکھا' نہ سونگھا اور نہ کبھی کھایا کہاں سے آ گیا؟

دونوں میاں بیوی کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے معاملے سے آگاہ فرما دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یَا عَلِیُّ ھٰذَا ثَوَابُ الدِّیْنَارِ اے علیؓ! یہ اسی دینار کا بدلہ ہے حضرت علیؓ حیران ہیں کہ آپ کو کس نے بتایا؟ آپؐ نے مزید فرمایا یَا عَلِیُّ ھُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ یہ کھانا اللہ کی طرف سے اس کی قدرت کاملہ سے آیا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

پھر آپ کی آنکھوں میں فرط مسرت کی وجہ سے آنسو آ گئے اور آپؐ نے

فرمایا اے علیؓ! اے فاطمہ! آج تمہارے ساتھ وہی معاملہ پیش آیا جو حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے درمیان پیش آیا تھا۔ اے علیؓ آج تم حضرت زکریاؑ کی طرح سوال کر رہے ہو اَنّٰی لَکِ هٰذَا؟ کہ یہ کھانا کہاں سے آ گیا؟ اے فاطمہ! اور تم مریمؑ کی طرح جواب دے دو هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہ یہ کھانا اللہ کی طرف سے آیا ہے۔

گرامی قدر سامعین! حضرت سیدنا علیؓ کی یہ کیسی عجیب کرامت ہے غور فرمائیں! کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ایثار و اخلاص اور ان کی درد بھری دعا کو حیرت انگیز طریقے سے شرف قبولیت عطاء فرمایا۔

## عبادتِ علیؓ:

حضرت علیؓ کی ایک عظیم خوبی یہ بھی ہے کہ آپ انتہائی عبادت گزار اور شب بیدار تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی تعریف فرمائی ہے۔ بعض مفسرین کرامؒ نے قرآن مجید کی آیت تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا کا مصداق آپؓ کی ذات عالی کو ٹھہرایا ہے۔

## تصوف، ادب، نحو:

حضرت علیؓ گویا تصوف کے بانی تھے۔ کیونکہ تصوف و تزکیہ کے اکثر سلاسل آپؓ پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ادب و بلاغت میں آپ کو خصوصی ملکہ تھا آپؓ کی دعاؤں اور خطبات میں عربی ادب کا ایک ذخیرہ جمع ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؓ سے شادی کی حقیقت پوچھی تو آپؓ نے ارشاد فرمایا شادی کیا ہے۔ سُرُوْرُ شَهْرٍ ایک ماہ کی خوشی ہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا ثُمَّ مَاذَا؟ پھر کیا ہوتا ہے فرمایا لُزُوْمُ مَهْرٍ مہر دینے کی فکر پڑ جاتی ہے۔ پوچھا

گیانَّمَ مَاذَا؟ فرمایا کَسْرُ ظَھْرٍ پھر کمر ٹوٹ جاتی ہے ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں پوچھا گیانَّمَ مَاذَا؟ تو فرمایا نُزُوْلُ قَبْرٍ پھر بندہ قبر میں پہنچ جاتا ہے۔

غور فرمائیں اس میں ادب بھی ہے۔ ظرافت بھی ہے حقیقت بھی ہے۔

اسی طرح علم نحو کی بنیاد بھی آپؓ نے رکھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپؓ نے علم نحو کے چند بنیادی قواعد حضرت ابوالاسود دوئلیؒ کو بیان فرمائے اور انہیں اس فن کی تدوین پر مامور فرمایا۔

**فتنہ خوارج:**

آپؓ کے دور میں فتنہ خوارج کا ظہور ہوا۔ یہ لوگ قرآن مجید کی من مانی تشریح کرتے اور پھر اپنے عقائد باطلہ کی بنیاد اس پر رکھتے تھے ان کا مشہور نعرہ تھا لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ.

یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بدترین مخالف تھے۔ ان کی توہین کرتے۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتے۔ انہی لوگوں نے آپؓ کے بارے میں کہنا شروع کیا تھا سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ کہ اللہ آپؓ کا چہرہ سیاہ کرے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) اور پھر ان کے جواب میں اہل السنّت والجماعت نے آپؓ کے اسم گرامی کے ساتھ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ کہ اللہ آپؓ کے چہرے کو منور کرے) کا لفظ بولنا شروع کر دیا تھا۔

اس گروہ کے ساتھ آپؓ نے باقاعدہ جنگ کی اور انہیں شکست فاش دی۔ شکست کھانے کی وجہ سے یہ لوگ دب ضرور گئے مگر بالکل ختم نہ ہوئے۔ انہی لوگوں کی شورشوں کی وجہ سے آپؓ کے دور حکومت میں سلسلہ فتوحات نہ پھیل سکا۔ اور انہی لوگوں کی سازش کیوجہ سے آپؓ کی شہادت ہوئی۔

## شہادت علیؓ:

مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر خوارج نے سازش کی کہ اس وقت اسلامی دنیا میں تین اہم شخصیات ہیں۔ اگر ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے تو پوری تاریخ اسلامی کا نقشہ بدل جائیگا۔ (۱) سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ (۲) سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (۳) سیدنا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔

چنانچہ ان ناہنجاروں نے ان تینوں حضرات کے قتل کا خفیہ منصوبہ بنایا۔ اور اس مذموم کاروائی کے لیے ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ صبح کا وقت مقرر کیا۔ تا کہ بیک وقت ان تینوں حضرات کو اس طرح ختم کر دیا جائے کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملے۔

چنانچہ عمرو بن بکر تمیمی نے کہا کہ میں فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کو قتل کروں گا۔ برک بن عبداللہ بولا کہ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو قتل کروں گا۔ عبدالرحمان بن ملجم مرادی کہنے لگا کہ میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کو قتل کروں گا طے شدہ منصوبہ کے مطابق تینوں اپنے مقصد پر روانہ ہو گئے۔ عبدالرحمان بن ملجم کوفہ آیا تو ایک خارجی عورت پر عاشق ہو گیا تو اسنے بھی وصل کی یہی شرط (قتل علیؓ) لگائی۔

مقررہ تاریخ کے مطابق یہ بدبخت ساری رات مسجد میں چھپا رہا اور صبح کے وقت آپؓ پر حملہ کر دیا۔ خدا کی قدرت کہ باقی دونوں حضرات اس طرح بچ گئے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی جگہ اس دن کسی دوسرے امام نے جماعت کرائی اور وہ حملہ کی زد میں آ کر شہید ہو گیا۔

حضرت معاویہؓ پر وار اُوچھا پڑا اور وہ فقط زخمی ہو کر بچ گئے۔

حضرت علیؓ کو اس رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ہوئی تو آپؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے فتنہ پرور لوگوں کی شکایت فرمائی۔ آپؐ نے جواباً فرمایا کہ دعا کر اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے جلد چھٹکارا دے دے۔ جب مؤذن نے صبح کی اذان دی تو آپؓ اٹھے اور لوگوں کو جگانے لگے۔ حضرت حسنؓ آپؓ کے ساتھ تھے کہ آپؓ مسجد میں تشریف لائے۔ آپؓ فرماتے آ رہے تھے اَيُّهَا النَّاسُ اَلصَّلٰوةُ اَلصَّلٰوةُ۔

جب مسجد میں تشریف لائے اور جماعت کرانے کے لیے آگے بڑھے تو اس شقی نے تلوار کا وار کیا۔ تلوار آپؓ کی پیشانی پر لگی اور دماغ تک اتر گئی۔ آپؓ نے بلند آواز میں فرمایا فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ اللہ کی قسم آج میں کامیاب ہو گیا۔

آپؓ کو شدید زخمی حالت میں گھر لایا گیا۔ تو آپؓ نے اپنے قاتل کو بلانے کا کہا۔ جب وہ بدبخت آپؓ کے سامنے آیا تو کہنے لگا کہ میں نے اس تلوار کو چالیس دنوں تک تیز کیا۔ پھر اسے زہر میں بجھایا اور خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اس سے مخلوق میں سے بدترین آدمی قتل ہو۔ آپؓ نے جواباً فرمایا کہ میرے خیال میں وہ بدترین آدمی تو ہی ہے جو انشاء اللہ اسی تلوار سے قتل کیا جائیگا۔

آپؓ نے اپنے قاتل کے بارے میں اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی اَطِیْبُوْا طَعَامَهٗ وَ اَلِیْنُوْا فِرَاشَهٗ کہ اس کے لیے اچھا کھانا اور بہترین رہائش مہیا کرو۔ اگر میں زندہ رہا تو خود اس کا فیصلہ کروں گا اور اگر میری شہادت ہو گئی تو اس کو اسی تلوار سے قتل کر کے میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ اُخَاصِمُهٗ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں خود اپنا مقدمہ لڑوں گا۔

آپؓ نے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ اور دیگر اعزہ کو بلا کر کتاب اللہ پر مضبوطی سے قائم رہنے' خدا خوفی' تقویٰ' باہمی اتحاد اور اصحاب رسولؐ کے ساتھ حسن عقیدت کی وصیت فرمائی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ

وَ مَحْيَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الخ پھر کلمہ شہادت پڑھا اور ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو خلافت راشدہ کا یہ چوتھا تاج دار بعمر ۶۳ سال دنیا سے رخصت ہو کر جنت میں اپنے رفقاء کے پاس پہنچ گیا۔

(بروایت مشہور آپؓ کی قبر مبارک نجف اشرف میں ہے)۔

آپؓ نے ۹ شادیاں فرمائی تھیں جن سے آپؓ کے کل اٹھارہ بیٹے اور تیرہ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

## دو گروہ ہلاک:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعہ پر آپؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے۔ یہودیوں نے آپؑ سے عداوت اور دشمنی کرتے ہوئے آپؑ کا رتبہ گھٹایا حتیٰ کہ آپؑ کی والدہ مریم صدیقہؑ پر بہتان عظیم لگا کر آپؑ کو ناجائز بچے سے تعبیر کیا۔ آپؑ کی منقبت وفضیلت کا انکار کیا اور آپؑ کے قتل کے درپے ہوئے۔ اس طرح وہ تفریط کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔

ان کے مقابلے میں عیسائیوں نے آپؑ سے اس قدر محبت کی کہ آپؑ کا رتبہ حد سے بڑھانے لگے۔ آپؑ کو ابن اللہ سے تعبیر کیا۔ بلکہ آپؑ کو الٰہ اور معبود بنا کر اللہ تعالیٰ کا مقام دے دیا۔ اس طرح یہ لوگ افراط کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت سیدنا علیؓ خود فرمایا کرتے تھے سَیَھْلِکُ فِیَّ اِثْنَانِ کہ میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہو جائیں گے۔

۱) مُحِبٌّ مُفْرِطٌ محبت میں آ کر میری حد سے میرا رتبہ بڑھانے والے۔

۲) مُبْغِضٌ مُفْتَرٍ دشمنی میں آ کر میری حد سے میرا رتبہ کم کرنے والے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ خوارج نے آپؓ کا رتبہ گھٹایا اور آپؓ کے فرمان کے مطابق ہلاک اور برباد ہوئے اور روافض نے آپؓ کا رتبہ حد

سے بڑھایا اس لیے وہ بھی ہلاک و برباد ہوئے۔

اہل السنّت والجماعت راہ اعتدال پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب و کامران ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سب اصحاب رسولؐ کی قدر و عزت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

---

الٰہی تو پھر ہم میں صدیقؓ سا ایمان پیدا کر
عمر فاروقؓ جیسا کوئی جری انسان پیدا کر

رگِ تحریف کٹ جائے دم عثمانؓ پیدا کر
علی مرتضیٰؓ شیر خدا کی آن پیدا کر

مسلمانوں میں دور اوّلیں کی شان پیدا کر
دلوں میں پھر سے ہمارے جذبہ ایمان پیدا کر

☆☆☆

## حکیم عبدالخالق کی دیگر قابل قدر کتب

### ضرور پڑھیے

**مصباح الخطباء** (جلد اول): عظمت قرآن اور توحید الٰہی کے عنوان پر بیس تقاریر کا مجموعہ۔
پسند فرمودہ:- شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا بشیر احمد (فاضل دیوبند) رحمہ اللہ (خوشاب)

**جواهر التاريخ الاسلامي:** تاریخ اسلامی کے سینکڑوں دلچسپ، عبرت انگیز اور ایمان افروز واقعات کا حسین مجموعہ۔ (متعدد علماء کرام کی تقاریظ سے مزین)

**صراط مستقیم:**- عبادت کا معنی اور مفہوم بڑے احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔
پسند فرمودہ:- مجاہد ملت حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ (راولپنڈی)

**شجرہ بدعات:**- مروجہ بدعات کی تردید انتہائی مدلل انداز میں کی گئی ہے۔
پسند فرمودہ:- پیر طریقت خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ (گجرات)

**شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟** شرک اور بدعت کا تعارف و تردید انتہائی مؤثر انداز میں پیش کی گئی ہے۔ اس موضوع پر بے مثال رسالہ ہے۔
پسند فرمودہ:- خطیب خانہ کعبہ فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد کی حجازی مدظلہ۔

**سیدنا معاویہؓ:**- آپؓ کا تعارف و مقام انتہائی جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
عاشقان صحابہؓ کے لیے انمول تحفہ ہے۔

**مقام ابوحنیفہؒ:**- آپؒ کا تعارف علمی کمالات اور انکی ذات کے متعلق شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ انتہائی مفید اور جامع رسالہ ہے۔

**احکام نماز:**- نماز کے متعلق احناف کے دلائل احادیث رسولؐ کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

**عورت کی نماز:**- عورتوں کی نماز کے متعلق جملہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔
مبتدی طالبات کے لیے نادر تحفہ ہے۔

**ایصال ثواب:**- اس موضوع پر انتہائی اہم اور قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔
نیز ایصال ثواب کا آسان ترین طریقہ پیش کیا گیا ہے۔

**مکتبۃ البشیر جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب**

علامہ حکیم عبدالخالق صاحب مدظلہ

کی دیگر قابل قدر کتب



مکتبۃ البشیر

جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب